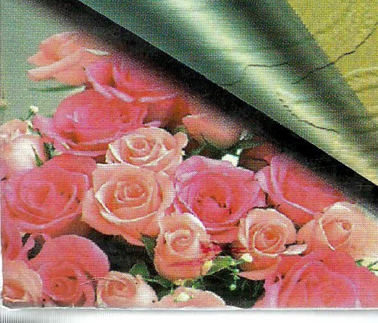
مترجم:
مولانا مفتی ثناء اللہ محمود صاحب

کامیاب زندگی کے راہنما اُصول



مؤلف
امام ابو حاتم محمد بن حبان البستیؒ

اردو ترجمہ
روضۃ العقلاء



کامیاب زندگی
کے
راہنما اُصول

کامیاب زندگی

کے

راہنما اُصول

اِس کتاب میں عقلمندوں کی کامیابی کے لیے پچاس ابواب اور اصول بیان کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب حکمرانوں، علماء، رہنماؤں، افسروں، سالکین وطلبہ اور عوام کے لیے خیر خواہ اور بہترین اُستاد ہے۔

مُؤلف

اِمام ابو حاتم محمد بن حبّان البستی رحمہ اللہ

اُردو ترجمہ

روضۃ العُقلاء

مترجم:

مولانا مفتی ثناء اللہ محمود صاحب

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

نام کتاب : کامیاب زندگی کے راہنما اصول
مؤلف : امام ابو حاتم محمد بن حیان البستیؒ
مترجم : مولانا مفتی ثناء اللہ محمود صاحبؒ
ناشر : اریب پبلی کیشنز
سنہ اشاعت : 2007ء
قیمت : 130/- 150/NET

KAMYAB ZINDAGI KE REHNUMA USOOL
By : Maulana Mufti Sanaullah Mahmood Saheb

ناشر
اریب پبلیکیشنز
1542 پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی-۲
فون: 23282550 / 23284740 فیکس: 23267510

فہرست

عرض ناشر

زیرنظر کتاب ''کامیابی کے رہنما اصول'' الحمد للہ طبع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ بیت العلوم لاہور کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ ہمیشہ انوکھی اور اہم کتب شائع کرتا اور انتہائی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ کر کے قارئین تک پہنچاتا ہے۔ یہ چوتھی صدی ہجری کی کتاب ہے اس کتاب کا ایک ایک جملہ بڑا اہم اور پُرتاثیر ہے اس کتاب کو پڑھ کر کوئی بھی قاری چاہے وہ حکمران ہو یا عوام استاذ ہو یا طالب علم، صاحب خیر ہو یا یا صاحب فقر، وہ نکھر کر کندن ضرور بنے گا۔

اور پھر انتہائی تجربہ کار عالم نے اس کا ترجمہ کیا ہے جو اس کتاب کے لئے نہایت موزوں ہے امید ہے کہ ناشر اور مترجم کی اس کاوش کی کماحقہٗ پذیرائی کی جائے گی۔

دعا ہے حق تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائیں ذخیرہ آخرت بنائیں اور مفید عام اور مقبول فرمائیں۔

آخر میں قارئین سے گزارش ہے کہ احقر اس کے والدین اور اس کے اہل خانہ کو دعائے خیر میں یاد رکھیں اور عافیت دارین کی دعاء فرمائیں۔

والسلام

ناظم اشرف

عرض مترجم

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

''اللہ تعالیٰ بلند اور اچھے اخلاق کو پسند فرماتے ہیں۔ گھٹیا او ر ردی اخلاق کو ناپسند کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ نے اخلاق اور شخصیت کی تعمیر و حسن پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور اسلام کے مزاج میں یہ خصوصیت رکھی ہے کہ وہ اپنے امتی کو باوقار، سنجیدہ، سخی اور متقی دیکھنا چاہتا ہے وقار سنجیدگی اور تقویٰ وغیرہ سب اختیاری و کسبی اوصاف ہیں جنہیں حاصل کرنے کے لئے تھوڑی بہت محنت کرنی پڑتی ہے اور تقویٰ تو انتہائی آسان ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے کام چھوڑ دیئے جائیں۔

بہر حال علامہ ابن حبان نے اپنی کتاب ''روضہ العقلاء و نزہتہ الفضلاء'' میں ان اصولوں کو اجاگر کیا ہے جن پر عمل کر کے کوئی بھی شخص اخلاق مروت سنجیدگی وقار کو حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے شرط عقل کا ہونا ہے۔ اسی لئے مصنف نے اہل عقل کو ہی خطاب کیا ہے۔

اس کتاب کے مصنف کا دعویٰ کا ہے کہ عالم اپنے ہمعصروں پر اس کتاب پر عمل کر کے فائق ہو سکتا ہے یہ کتاب تنہائی کی بہترین ساتھی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس میں وہ سب کچھ ہے جو کسی حاکم کو اچھا حاکم بننے کے لئے چاہئے، کسی استاد کو یا شاگرد کو کسی صاحب خیر کو یا محتاج کو غریب اور امیر کو زندگی پر رونق اور منہج نبوی (ﷺ) کے مطابق اور دنیا داری کے صحیح اصولوں کے مطابق درکار ہے۔ ہر شخص اپنی بساط اور پہنچ کے اعتبار سے اسے اپنا سکتا ہے۔

بہر حال یہ تو اصل کتاب پڑھ کر ہی پتہ لگے گا کہ وہ اصول کیا ہیں اور ان پر عمل پیرا ہونا کیوں ضروری ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں لجنۃ التالیف و الترجمہ کے ساتھیوں کی بھی کاوش شامل ہے۔ مفتی سلیمان اکبر، مفتی وسیم، مفتی عبید الرحمٰن، مفتی زاہد اور مولانا راشد دام اقبالھم۔ یہ سب حضرات میرے معاون اور دست و بازو ہیں۔ قارئین سے التماس ہے کہ میں اور میرے دیگر ساتھی کچھ اور کتابوں کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمائیں کہ وہ ہماری بھرپور مدد فرمائے ہماری کاوشوں کو قبول اور مفید عام فرمائے۔

جملہ اہل خانہ، والدین اور اساتذہ کے لئے بھی دعاؤں کی خصوصی درخواست ہے۔

والسلام

احقر ثناء اللہ محمود

استاد گورنمنٹ اسلامیہ آرٹس/کامرس کالج کراچی

ریسرچ اسکالر کراچی یونیورسٹی۔ شعبہ قرآن وسنت یکے از ارکان

لجنتہ التالیف و الترجمہ کراتشی۔

یکم ربیع الاول ۱۴۲۷ھ

۳۱ مارچ ۲۰۰۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی نبینا محمد وعلی آلہ و صحبہ اجمعین

امابعد۔

زیرنظر کتاب "روضہ العقلاء و نزھۃ الفضلاء" محدث کبیر علامہ ابن حبان البستی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔

یہ ایک بہترین کتاب ہے جس میں وہ اسباق ہدایت لکھے گئے ہیں جن کی ضرورت ایک عقلمند انسان کو اپنے ایام اور اوقات گزارنے میں پڑسکتی ہے چنانچہ اس میں وہ خصال محمودہ لکھے گئے ہیں جو مسلمان کو اختیار کرنے چاہئیں تا کہ وہ دونوں جہانوں میں ان کے ذریعے کامیابی حاصل کر سکے۔

یہ کتاب اس لائق ہے کہ اس کے بارے میں یہ کہا جائے کہ اس کے ذریعے عالم اپنے ہمعصروں سے فائق ہوسکتا ہے ایک حافظ اپنے ہمسروں سے بڑھ سکتا ہے اور یہ کتاب عقلمند انسان کی تنہائی میں اس کا سچا دوست اور صحراؤں اور جنگلات میں اس کی مونس اور محافظ بن سکتی ہے۔ اگر کوئی اپنے دوست کا اس کے ساتھ خاص ہونا پسند کرے تو وہ اسے اپنے کتب خانے سے غائب (کم) نہیں ہونے دے گا اور اگر کوئی اپنے دوستوں کے بجائے اس کے ساتھ خود کو خاص کر لے تو اس کتاب کے ذریعے اپنے جیسوں سے بڑھ جائے گا۔

پہلی مرتبہ یہ کتاب ۱۳۲۸ھ میں (بقول فوادسزلین کے) طبع ہوئی تھی۔ اس کے بعد محمد محی الدین عبد الحمید۔ شیخ عبدالرزاق حمزہ اور محمد حامد الفقی کی تحقیق کے ساتھ طبع ہوئی۔ یہ ۱۳۹۵ھ کی بات ہے جو شخص ان حضرات کی فہرست میں اتنے سارے نام دیکھے گا تو سمجھے گا کہ یہاں خوب تحقیقی کام ہوا ہے۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ سوائے بعض الفاظ کی تحقیق کے کوئی خاص تحقیقی مواد موجود نہیں ہے۔

پہلی طباعتوں کی کچھ خامیاں ہم نقل کر رہے ہیں۔

محققین کی طرف سے کوئی مقدمہ شامل کتاب نہیں۔ کتاب کے نسخوں کا کوئی حوالہ بھی موجود نہیں۔ نہ یہ کہ کتاب کہاں سے آئی؟ علامہ ابن حبان کے مکمل حالات محض یاقوتؒ کی معجم البلدان (ص ۲/۱۷۱ تا ۲/۱۷۸) سے نقل کر دیئے گئے۔ بعض آیات کے حوالے مکمل نہ تھے اور نسخوں کی بھی بعض اغلاط ایسی تھیں جن کا انہیں پتہ نہیں چل سکا۔ اور جدید اور قدیم نسخوں کے علمی مواد میں بھی واضح فرق نظر آئے گا۔ اس کا ثبوت آپ فتح الباری میں (ص ۳۳۳/۱۱ تا ص ۲۳۴) پر موجود عبارت سے حاصل کر سکتے ہیں آپ کو معلوم ہو گا کہ گزشتہ مطبوعہ میں عبارت میں کچھ خلط ملط ہو گیا ہے۔ بعض احادیث میں تصحیف ہوئی اور انہیں اصل کتب سے ملا کر نہیں دیکھا گیا۔ کچھ احادیث میں غلطی بھی ہے۔ علاوہ ازیں احادیث کی تخریج بھی نہیں کی گئی جبکہ کتاب کے سرورق پر تحقیق و شرح کا عنوان دیا گیا ہے۔ بتایئے کیا تحقیق کا معیار یہی ہے؟

لیکن ان اعتراضات کا مطلب یہ نہیں کہ میں نے ان کی کتاب سے استفادہ نہیں کیا۔ بلکہ عقلاً واجب ہے کہ چھوٹا بڑے سے اور متاخر متقدم سے استفادہ کرے۔ اس کے ساتھ میں نے ان کی کی ہوئی تحقیق الفاظ کو چھوڑ دیا ہے البتہ بعض اہم الفاظ کے معنی بیان کیے ہیں۔

موجودہ نسخے میں کئے ہوئے ہمارے کام

آیات کے ساتھ سورت کا حوالہ دیا ہے۔ احادیث کی تخریج اور علم حدیث کے تقاضے کے مطابق اس پر جرح و تعدیل کا کام بھی کیا ہے۔

احادیث، آثار، شعر اور نثر سے ان کی اسناد کو حذف کر دیا ہے۔

مولف کتاب کے مکرر کلام کو بھی حذف کر دیا ہے۔ جملوں میں ترتیب کا لحاظ رکھا ہے۔ بعض اہم نوعیت کی تعلیقات بھی کی ہیں۔ مولف سے بعض اہم امور میں اختلاف بھی کیا ہے مثلاً حضرت اسحاق کے ذبیح ہونے کا مسئلے میں۔ احادیث کی فہرست منسلک کی ہے۔ کتاب میں موضوعات لکھے ہیں۔

آخر میں اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ کم علم شخص کی محنت ہے جو ہمیشہ اپنی

کوتاہی کا اعتراف کرتا ہے۔

اے اللہ تو ہی ہمارے لئے کافی ہے اور بہترین کارساز ہے اور اللہ کے سوا کسی کی طاقت اور مجال نہیں۔ وہی مددگار ہے اسی پر بھروسہ ہے۔ اللہ اکبر وللہ الحمد۔

اپنے مولیٰ کی رحمت، عفو و درگزر کا محتاج

ابراہیم بن عبداللہ حازمی

مولف رحمہ اللہ کا سوانحی خاکہ

ابوحاتم محمد بن حبان بن معاذ بن معبد بن سعید بن شہید تمیمی۔ غنجار نے ان کا نسب اس طرح بیان کیا ہے اور دوسرے حضرات نے معبد تک اس سے موافقت کی ہے اور اس کے بعد یوں بیان کیا ہے۔

ابن ہدیہ بن مرہ بن سعد بن یزید بن مرہ بن زید بن عبداللہ بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید بن تمیم بن مر بن اُد بن طابخہ بن الیاس بن مضر۔

''بست'' نامی شہر میں جو غزنی ہرات اور سجستان کے درمیان واقع ہے، پیدا ہوئے اور اسی کی طرف منسوب ہوئے۔ یاقوت کہتے ہیں کہ یہ شہر گرم مزاج شہر ہے اور نہروں اور باغات سے بھرپور ہے۔

اس طرح ابن حبانؒ وطناً افغانی اور نسباً ''عدنانی'' ہیں (یہ عدنان وہی بزرگ ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب میں دسویں دادا ہیں۔

بعض محققین کا خیال یہ ہے کہ ان کے کوئی ایک جد امجد محمد بن قاسم کے لشکر میں ان علاقوں میں جہاد کے لئے پہنچے تھے بعد ازاں یہاں کی بود و باش اور آب و ہوا سے متاثر ہو کر یہیں مقیم ہو گئے۔

مورخین بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ ابوحاتم ابن حبان رحمہ اللہ کی وفات ۳۵۴ھ میں ہوئی ہے اور اس وقت ان کی عمر ستر سے اسی کے درمیان تھی لہٰذا اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ تیسری صدی کے ستر کی دہائی میں پیدا ہوئے تھے۔

غالب گمان یہ ہے کہ علامہ ابن حبان رحمہ اللہ کا گھرانہ بڑا مالدار تھا جنہیں کمانے کے لئے بھاگ دوڑ کی ضرورت نہ تھی اسی لئے انہوں نے علامہ کو علم حاصل کرنے کے لئے چار دانگ عالم میں بھیجا اور ان کے اخراجات برداشت کئے۔

حتی کہ علامہ کی تعریف میں یہ الفاظ کہے جاتے ہیں کہ یہ ''حدیث، سفر، اور شیوخ کی کثرت رکھتے تھے'' متون اور اسناد کے بڑے عالم تھے علوم حدیث میں وہ کار

ہائے نمایاں انجام دیئے جن سے دوسرے حضرات عاجز رہے۔ ''شاش'' سے اسکندریہ تک تمام علاقوں کا سفر کیا اور بڑے بڑے علماء اور آئمہ سے ملے۔

ان کے شاگرد ''حاکم رحمہ اللہ'' فرماتے ہیں کہ قاضی ابوحاتم بستی لغت، فقہ، حدیث اور وعظ کے علوم کا خزانہ تھے بڑے ذہین و ذی عقل اور عالی اسناد کے مالک تھے۔

علامہ ابن حبان رحمہ اللہ نے دو ہزار سے زائد شیوخ سے علم حاصل کرنے لکھا۔ جیسا کہ وہ خود اپنے بارے میں اپنی کتاب ''التقاسیم والانواع" میں لکھتے ہیں اور ان سے احادیث لکھنے والے شاگرد ان کے مشہور شیوخ میں حسین بن ادریس ہروی، ابوخلیفہ جمحی، عبدالرحمن نسائی، عمران بن موسی بن مجاشع، حسن بن سفیان، ابویعلی موصلی، احمد بن حسن صوفی، جعفری بن احمد دمشقی، ابوبکر بن حزیمہ، جیسے بزرگوں کے نام لکھتے ہیں۔

اور انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ علامہ ابن حبان، علامہ ابن حزیمہ کے ساتھ عرصہ دراز تک رہے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا، اور حدیث اور فرائض کی سمجھ حاصل کی۔ ''یاقوت'' نے ''معجم البلدان'' میں ان شہروں کے نام لکھے ہیں جہاں جہاں امام ابن حبان تحصیل علم کی غرض سے پہنچے ان کی تعداد تینتالیس تک پہنچتی ہے جہاں وہ بہتر کے قریب بڑے علماء و شیوخ سے ملے اور ان سے علم حاصل کیا۔ یاقوت نے جو شہر ذکر کئے ہیں ان میں ان شہروں کے ملحقات یا صوبوں کے شہروں کو ذکر نہیں کیا۔ مثلاً مصر کا ذکر کیا ہے تو اس کے شہروں کی جہاں علامہ ابن حبان تشریف لے گئے تعداد ذکر نہیں کی۔ اسی طرح اس نے مشہور شیوخ کے نام لکھے ہیں غیر مشہور حضرات کا ذکر نہیں کیا۔ تحقیق کرنے والے حضرات ان ناموں کی تفصیل کے لئے یاقوت معجم البلدان میں ''جہاں بست'' کے تذکرے میں علامہ کی سوانح ذکر کی گئی ہے، دیکھ سکتے ہیں۔

علامہ ابن حبان رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد

علامہ ابن حبان کے مشہور شاگردوں میں امام حاکم، ابن مندہ غنجار، ابوعلی

منصور بن عبداللہ بن خالد ذہلی ہروی، ابومسلمہ محمد بن محمد بن داؤد شافعی، جعفر بن شعیب بن محمد سمرقندی، حسن بن منصور اسفیجانی، حسن بن محمد بن سہل فارسی، ابوالحسن محمد بن ہارون زوزنی، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عبداللہ بن خشنام شروطی، اور دیگر بے شمار حضرات شامل ہیں۔

ابن حبان رحمہ اللہ کا تحصیل علم کا شوق

علامہ ابن حبان اپنے اسفار کے قیمتی اوقات کو بالکل ضائع نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اپنے ہدف پر وقت کو خرچ کرتے اور دوسرے حضرات تنگ ہو جاتے مگر ان کے ماتھے پر شکن بھی نہ آتی۔ حتی کہ بعض سوانح نگار یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ ابو حاتم اپنے راستہ پر چلتے رہے لوگ ان سے تنگ ہو جاتے مگر یہ نہ ہوتے اور دوسروں سے پہنچنے والی تکلیفوں کا احساس نہیں کرتے تھے بلکہ یہ تکالیف انہیں تحصیل علم کا اور حریص بنا دیتی تھیں۔ وہ اپنے استاد کے ہر قسم کے موڈ، رضا، ناراضگی وغیرہ میں بھی درس لیتے اور علم حاصل کرتے اور علم سے فائدہ اٹھاتے۔

ایک صالح شخص ابو حامد احمد بن محمد بن سعید نیشاپوری بیان کرتے ہیں کہ ہم محمد بن اسحق بن خزیمہ کے ساتھ راستے میں تھے اور ہمارے ساتھ ابو حاتم بستی بھی تھے۔ اور ابو حاتم بار بار ابن خزیمہ سے سوالات کر رہے تھے جس سے ابن خزیمہ کو الجھن ہو رہی تھی تو انہوں نے کہا اے جو شیلے مجھے تنگ مت کر پیچھے ہو جا۔ (یا ایسا ہی کچھ اور کہا) تو ابو حاتم نے استاذ کا یہ جملہ بھی لکھ لیا۔ کسی نے ان سے کہا کہ کیا یہ بھی لکھ رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ میں استاد کا ہر قول لکھتا ہوں۔" (تنگ کرنے سے یہاں مراد بار بار سوالات کرنا ہے)

یہ بات جہاں اور کچھ کہہ رہی ہے یہ بھی بتا رہی ہے کہ ابن حبان طلب علم میں سفر اور اقامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور انہیں جو بھی ان کے شیخ بتاتے وہ اس کو قلمبند کر لیا کرتے تھے۔

ابن حبان کی مشکلات و مصائب

ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی کوئی بہت آسان نہ تھی یہ عظیم محدث جو فقہ، طب، نجوم، کلام اور دیگر علمی فنون کا ماہر تھا اور وعظ میں مشغول تھا بعض فرقوں اور مذاہب کے لوگوں کی طرف سے پریشانی میں بھی مبتلا ہوا حتیٰ کہ لوگ ان کے خلاف حیلے تدبیریں کرتے اور دشمنی پر اتر آتے۔ چنانچہ کئی مرتبہ قتل تک ہونے کا خدشہ پیدا ہو گیا اور انہیں مجبوراً روپوش ہونا پڑا۔

طویل عرصہ سمرقند کے قاضی رہے اسی طرح ''نساء'' کے قاضی بھی بنے اور نیشاپور کے تین مرتبہ قاضی رہے۔ پھر تیسری مرتبہ اس میں خانقاہ بنوائی جہاں ان کی تصنیفات ان کے شاگردوں نے پڑھیں۔ پھر یہ اپنے وطن واپس آ گئے چنانچہ شاگرد سفر کر کے ان سے علم حاصل کرنے وہاں آنے لگے۔

ابن حبان رحمہ اللہ بڑے بہادر اور جری انسان تھے اپنی رائے کے اظہار میں کسی توریے یا مصلحت پسندی سے کام نہیں لیتے تھے حتیٰ کہ اس وجہ سے دشمنی بھی مول لی اور کینہ پروروں کی شرارتوں سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اور پھر بجستان سے نکالے گئے حتیٰ کہ یہاں تک منقول ہے کہ لوگ ان پر حملہ آور ہوئے اور قریب تھا کہ موقع پا کر قتل کر دیتے۔

ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد ہروی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن عمار سے ابن حبان رحمہ اللہ کے بارے میں پوچھا کہ کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ میں کیسے نہیں جانوں گا کیوں کہ ہم ہی نے انہیں بجستان سے نکالا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف (حد) کا انکار کرتے تھے ان کے پاس علم بہت زیادہ تھا مگر دین بڑا نہ تھا۔

اور پھر ایک مرتبہ لوگ ان کے پیچھے ایسے پڑے کہ وہ جہاں کہیں ملیں ان کو پکڑ لیں کیونکہ ابن حبان نے کہا تھا کہ ''النبوۃ العلم والعمل'' ''نبوت علم اور عمل ہے'' چنانچہ لوگوں نے ان پر زندیق ہونے کا حکم لگا دیا اور ان سے ترک تعلق کر کے معاملہ خلیفہ تک پہنچا دیا جس نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔

ابن حبان کے اس قول کا مطلب

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ''میزان الاعتدال'' میں لکھا ہے کہ ابن حبان کے قول کا ایک مطلب اور محمل نہایت واضح ہے وہ یہ کہ نبوت کا ستون علم اور عمل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو نبوت عطا نہیں کرتے جو ان دونوں صفتوں سے متصف نہ ہو۔ کیونکہ نبی تو وحی کے ذریعے عالم بن جاتا اور اس علم الٰہی کے وجود سے عمل صالح لازم ہو جاتا ہے چنانچہ اس اعتبار سے ان کا قول صحیح ہوا کہ نبوت علم لدنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والا علم ہے۔ چنانچہ نبوت کی جب ان دونوں کامل وصفوں کے وجود کے ساتھ تفسیر کی جائے اور حال یہ ہے کہ ان دونوں وصفوں کی مکمل تحصیل کا وحی الٰہی کے بغیر کوئی راستہ نہیں اور یہ علم یقینی ہے جس میں کسی قسم کا کوئی ظن نہیں ہے۔ غیر انبیاء کے (عام لوگوں کا) علم میں یقینی علم بھی ہے مگر اکثر علم ظنی ہے۔

پھر نبوت عصمت کے ساتھ لازمی ہے دوسرے لوگ معصوم نہیں ہیں اگرچہ وہ علم میں کتنے ہی پہنچے ہوئے ہوں اور ان کا علم کتنا ہی اونچا ہو۔ اور کسی چیز کے بارے میں خبر اس چیز کے بعض ارکان اور اہم مقاصد کی تصدیق کرتی ہے۔ لیکن ہم کسی پر اس کے اطلاق کو قرینہ کے بغیر جائز نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ حج ''عرفہ'' ہے۔ (یعنی ابن حبان کا قول اس قول کے انداز کا ہے کہ حج محض عرفہ کا نام نہیں ہے بلکہ یہ حج کا سب سے اہم رکن ہے اسی طرح نبوت کا اہم رکن علم و عمل ہے)

علامہ ذہبی اپنی بات ختم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ہاں اگر ان کی مراد حصر نہیں تھی (کہ نبوت صرف علم و عمل کا نام ہے) تو پھر یہ یقیناً زندقہ اور فلسفہ ہے۔

علامہ کی باتیں صرف یہ نہیں کہ زبان سے نکلیں اور وہیں غلطی کی طرح ختم ہوگئیں بلکہ علامہ کی یہ باتیں ان کے لئے تہمت بن کر چار دانگ عالم میں پھیل جاتی تھیں۔

ان پر مختلف قسم کے الزامات بھی لگے اور ان کی وجہ سے بعض محدثین انہیں

کذاب سمجھنے لگے تھے چنانچہ حافظ بیکندی نے اپنے شیوخ کی کتاب سے نقل کیا (اور اس میں کوئی ہزار لوگوں کا "باب الکذابین" میں ذکر کیا گیا تھا) کہ ہمارے پاس ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بستی سمرقند سے ۳۲۰ھ یا ۳۲۹ھ میں آئے تو مجھے ابو حاتم سہل بن سری نے کہا کہ اس کی کوئی بات مت لکھو کیونکہ یہ کذاب ہے اور اس نے ابو طیب مصعبی کو قرامطہ کے بارے میں کتاب لکھ کر دی تھی چنانچہ اس نے انہیں سمرقند کا قاضی بنا دیا۔ پھر جب لوگوں کو پتہ چلا تو وہ چڑھ آئے اور انہیں وہاں سے بھاگ کر بخارا جانا پڑا۔ وہاں انہوں نے دلالی کا پیشہ اختیار کر لیا اور کپڑے کے بازار میں مختلف قسم کے پانچ ہزار درہم کے کپڑے دو مہینوں میں خرید کر انہیں دیئے گئے مگر (العیاذ باللہ) یہ راتوں رات لوگوں کے اموال لے کر غائب ہو گئے۔

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ سچا نہیں ہے کیونکہ ایک وہ شخص جس نے پچاس برس کی عمر تحصیل عمل اور تدریس میں گزاری ہو اس کا نام شہرہ آفاق ہو جس نے کبھی مال جمع کرنے کی کوشش نہ کی ہو حالانکہ کئی شہروں میں قاضی بننے کے بعد یہ کام اس کے لئے آسان تھا۔ جس نے ایک خانقاہ بنا کر اپنی تمام کتابیں اس میں طلبہ علم کے لئے وقف کر دی ہوں، اور وہ ایک بے وقعت رقم لے کر رات میں فرار ہو جائے؟؟؟

مختلف لوگوں کا خراج تحسین

عبداللہ بن محمد استر باذی کہتے ہیں کہ ابو حاتم بن حبان بستی طویل عرصے تک سمرقند کے قاضی رہے۔ دین کے فقہاء اور احادیث کے حافظ تھے علم و فضل کی بناء پر دنیا بھر میں مشہور تھے۔ طب فلکیات، اور دیگر فنون کے ماہر تھے۔ کتاب "المسند الصحیح" "التاریخ، اور "الضعفاء" سمیت ہر فن پر بیشتر کتابیں لکھیں۔ مجھے حرہ زینب شعری نے زاہر بن طاہر عن امام احمد بن حسین کی سند سے بیان کیا کہ میں نے حافظ ابو عبداللہ حاکم کو یہ کہتے سنا کہ:۔

ابو حاتم بن حبان کا ہی گھر ہے جس میں ان کے اصحاب کا مدرسہ قائم ہے اور وہاں مسافر طلبہ رہتے ہیں اور علم حدیث و فقہ حاصل کرتے ہیں اور وہاں بکس ہیں جن

میں سے وہ نقود نکال کر خرچ کرتے ہیں۔ وہیں ایک لائبریری ہے جس کی کتابیں میرے حوالے ہیں اور انہوں نے وصیت کی تھی کہ وہاں مطالعہ کرنے اور پڑھنے والے کو یہ کتابیں جاری کی جائیں مگر طالب علم یہ کتابیں مدرسہ سے باہر نہیں لے جا سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی تصنیفات اور ان تمام کاموں اور اچھی نیت و جذبے پر اپنے فضل و رحمت سے بہترین اجر وثواب عطا فرمائے۔ (آمین)

علامہ ابن حبان کی تصنیفات

علامہ ابن حبان کے سوانح نگاروں نے ان کی کثرت کتب کا تذکرہ نہیں کیا ہے لہٰذا میں کوشش کروں گا کہ ان کی تمام کتب کی فہرست (حتی الوسع) یہاں ذکر کردوں۔ جو یاقوت نے ذکر کی ہیں تاکہ قارئین کو زیادہ فائدہ حاصل ہو۔ اور یہ کتب امامؒ کی بڑی علمی حیثیت ان کے ذوق ولگن اور انتھک محنت کی غمازی کرتی ہیں۔

قاضی احمد بن علی بن ثابت نے اشارۃً ذکر کیا ہے کہ جس قدر کتب جوان کے سوانح نگاروں نے ذکر کی ہیں اور جو بے انتہا فائدہ مند ہیں اگر اتنی ہی ہوں جتنی مجھے مسعود بن ناصر سجزی نے بتائیں اور ان کے نام ذکر کیے لیکن وہ مجھے ان کتابوں تک رسائی نہیں دے سکے کیونکہ یہ سب کتابیں ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں اور نہ ہی ہمارے ہاں معروف ہیں اور میں ان میں سے ان کتابوں کے نام ذکر کروں گا جو میں نے مناسب سمجھا اور یہ ان کے علاوہ ہیں جن کا میں نے ذکر نہیں کیا۔

وہ کتب مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ کتاب "الصحابہ" پانچ جلد

۲۔ "التابعین" بارہ جلد

۳۔ "اتباع التابعین" پندرہ جلد

۴۔ "تبع الاتباع" سترہ جلد

۵۔ "تباع التبع" بیس جلد

۶۔ "الفصل بین النقلہ" دس جلد

۷. علل اوہام اصحاب التواریخ. دس جلد

۸. روضة العقلا و نزهة الفضلاء

۹. علل حدیث الزهری. بیس جلد

۱۰. علل حدیث مالک. دس جلد

۱۱. علل مناقب ابی حنیفه و مثالبه. دس جلد

۱۲. علل ما استند الیه ابو حنیفه. دس جلد

۱۳. ماخالف الثوری شعبه. تین جلد

۱۴. ماانفرد فیه اهل المدینة من السنن. دس جلد

۱۵. ماانفردبه اهل مکة من السنن. دس جلد

۱۶. ماعند شعبه عن قتادة ولیس عند سعید عن قتاده. دو جلد

۱۷. غرائب الاخبار. بیس جلد

۱۸. مااغرب الکوفیون عن البصریین. دس جلد

۱۹. مااغرب البصریون عن الکوفیین. آٹھ جلد

۲۰. اسامی من یعرف بالکنی. تین جلد

۲۱. کنی من یعرف بالأسامی. تین جلد

۲۲. "الفصل و الوصل". دس جلد

۲۳. التمییزبین حدیث النصر الحدانی و النضر الحزاز. دو جلد

۲۴. الفصل بین حدیث اشعث بن مالک و اشعث بن سوار. دو جلد

۲۵. الفصل بین حدیث منصور بن المعتمر و منصور بن ذاذان. تین جلد

۲۶. الفصل بین مکحول الشامی و محکول الازدی. ایک جلد

۲۷. موقوف مارفع. دس جلد

۲۸. آداب الرجالة. دو جلد

۲۹. ماأسند جنادہ عن عبادۃ . ایک جلد

۳۰. مناقب مالک بن انس . دو جلد

۳۱. الفصل بین حدیث نور بن یزید و نور بن زید. ایک جلد

۳۲. ماجعل عبداللہ بن عمر بن عبید اللہ عمر. دو جلد

۳۳. ماجعل شیبان سفیان او سفیان شیبان . تین جلد

۳۴. مناقب شافعی . دو جلد

۳۵. معجم علی المدن . دس جلد

۳۶. المقلین من الحجاز یین. دس جلد

۳۷. المقلین من العراقیین. بیس جلد

۳۸. الابواب المتفرقة . تیس جلد

۳۹. الجمع بین الاخبار المتضادة. دو جلد

۴۰. وصف المعدل و المعدل. دو جلد

۴۱. الفصل بین حدثنا و اخبرنا. ایک جلد

۴۲. وصف العلوم و انواعها. تین جلد

۴۳. الهداية الى علم السنن

اس کتاب میں انہوں نے صناعتوں کا ذکر کیا ہے حدیث وفقہ۔ پہلے حدیث ذکر کرتے ہیں پھر اس کی وضاحت کرتے ہیں پھر اس حدیث کے جو راوی منفرد ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں اور منفرد ہونے والے راوی کن شہروں سے تعلق رکھتے ہیں پھر اس سند میں آنے والے صحابی سے لے کر ان کے شیخ تک تمام حضرات کا مکمل تعارف جس میں ان کی نسبت، پیدائش، موت، کنیت، قبیلہ، فضل اور مہارت کا تذکرہ ہوتا ہے۔ پیش کرتے ہیں۔

پھر اس حدیث میں موجود فقہی مواد اور حکمت بیان کرتے ہیں۔ اگر اس حدیث کے معارض دوسری کوئی حدیث ہوتو اسے ذکر کرتے ہیں اور ان دونوں کو جمع

کرتے اور تطبیق دیتے ہیں۔ اگر الفاظ میں تضاد ہو تو لطیف پیرائے سے انہیں جمع کر دیتے ہیں چنانچہ اس حدیث میں فقہی اور حدیثی جتنا مواد اور علمی بحث ہوتی ہے اسے اجاگر کر دیتے ہیں۔ یہ کتاب ان کی سب سے اہم کتاب ہے۔

ابوبکر الخطیب نے لکھا ہے کہ میں نے مسعود بن ناصر سجزی سے پوچھا کہ کیا یہ ساری کتابیں آپ کے پاس موجود ہیں اور کیا آپ کے شہروں میں دستیاب ہوسکتی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان میں سے معمولی سا حصہ (کچھ کتابیں) دستیاب ہیں۔ انہوں نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ ابو حاتم اپنی کتابیں خوب پھیلاتے اور وقف کر دیتے تھے اور یہ کتابیں اسی مقصد سے بنائے ہوئے وقف مکان میں جمع کر دیتے تھے لہٰذا زمانہ گزرنے اور وہاں حکومتوں کی کمزوری اور کھلنڈرے اور خراب قسم کے لوگوں کے قبضے کی وجہ سے وہ کتب خانہ سارا ضائع ہوگیا۔

خطیب کہتے ہیں کہ اتنی عظیم کتابوں کے تو نسخے زیادہ بنانے چاہئے تھے تاکہ اہل علم اس میں رغبت کرتے اور انہیں لکھ کر کئی جلدیں اور کئی نسخے بنا کر انہیں محفوظ کر لیتے۔ اور ایسا نہ ہونے کی وجہ میں صرف یہ سمجھتا ہوں کہ ان علاقوں کے لوگ شاید علم کے محل اور فضل سے ناواقف اور علم سے بے رغبت اور بے بصیرت لوگ تھے۔

امام تاج الاسلام نے لکھا ہے کہ میرے پاس علامہ ابن حبان کی یہ کتابیں پہنچی ہیں۔

(۴۴) التقاسیم والانواع۔ اور ان کی غیر مسند کتابیں اور ہدایۃ الی علم السنن کی دو جلدیں۔

(۴۵) کتاب الثقات

(۴۶) کتاب الجرح والتعدیل

(۴۷) کتاب شعب الایمان

(۴۸) کتاب صفۃ الصلاۃ

علامہ ابن حبان رحمہ اللہ کی وفات

یاقوت نے اپنے شیخ ابوالقاسم خرستانی سے ابوالقاسم شحامی اور ابوعثمان سعید بن محمد البحتری کی سند سے محمد بن عبداللہ الضبی کا قول نقل کیا ہے کہ:۔

ابو حاتم بستی رحمہ اللہ تعالیٰ بستی کا انتقال جمعہ کی شب بائیس شوال ۳۵۴ھ کو ہوا اور بست میں ان کے گھر کے قریب بنے چبوترے پر ان کا مقبرہ بنایا گیا۔

حافظ ابوعبداللہ غنجار نے لکھا ہے کہ ۳۵۴ھ میں بجستان میں ان کا انتقال ہوا۔ (تاریخ بخارا)

یاقوت نے لکھا ہے کہ ان کا مقبرہ ''بست'' میں آج بھی زیارت گاہ ہے چنانچہ اگر بجستان میں انتقال ہوا تھا تو انہیں بجستان سے ''بست'' منتقل کیا گیا ورنہ صحیح یہ ہے کہ ان کا انتقال بست میں ہی ہوا۔

علامہ ابن حبان کی سوانح ان کتب میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اللباب لابن اثیرؒ۔ص ۲۷۳/۱

میزان الاعتدال۔ ذھبیؒ ص ۳۹/۳

الدول للذہبی۔ ۱۶۱/۱

الوافی بالوفیات للصفدی۔ ۳۱۷/۲

لسان المیز ان ابن حجر ص ۱۱۲/۵

طبقات شافعیہ للسبکی ص ۱۴۱/۲

النجوم الزاہرہ ابن تغری بردی۔ص ۳۴۲/۳

مرآۃ الجنان للیافعی۔ص ۲۵۷/۲

شذرات الذہب۔ ابن عماد۔ ۱۶/۳

مولف تک کتاب کی سند

ہمیں شیخ امام حافظ ابو محمد عبدالقادر بن عبداللہ رہاوی نے ۶۰۲ھ میں خبر دی اللہ ان کو دائمی تائید عطا کرے اور ہر بھلائی انہیں خوب عطا کرے۔

فرمایا کہ ہمیں امیر قاضی امام عمدۃ الدین معین الاسلام ناصر السنۃ ابوعبداللہ محمد بن نصر بن حسین محمد بن سعید بن محمد بن سعید بن محمد بوسنجی نے اپنے الفاظ میں بوسنج[1] میں ۵۶۲ھ کو بیان کیا

فرمایا کہ ہمیں شیخ امام و عالم زہد عفیف الدین ابو جعفر حنبل بن علی بن حسین بخاری صوفی سنی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی۔

فرمایا کہ ہمیں شیخ ابو محمد احمد بن محمد بن احمد تونی[2] نے ۴۷۹ھ میں خبر دی۔

فرمایا کہ ہمیں ابوعبداللہ احمد بن محمد بن عبداللہ شروطی نے خبر دی۔

فرمایا کہ ہمیں ابو حاتم محمد بن حبان البستی رحمہ اللہ نے خبر دی اور فرمایا......

☆☆☆

۱۔ بوسنج ترمذ کا ایک گاؤں ہے۔ اگر شین سے بوشنج ہو تو یہ ہرات کا نواحی علاقہ ہے۔

۲۔ تونی۔ تون کی طرف منسوب ہے جو قائن کے قریب کوہستان کے نواح میں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام حمد وستائش اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اپنی الوہیت کی وحدانیت میں متفرد ہے تمام نفوس عالم پر اپنی ربوبیت (رب ہونے) کی عظمت و طاقت کی بناء پر ان کی اموات کے اوقات کا اور سارے جہاں میں تصرف احوال کا مالک اور ان پر متواتر نعمتوں کا احسان کرنے والا، اور اپنی پوری نعمتوں سے ان پر فضل کرنے والا ہے۔

جس نے مخلوق کو جب چاہا بغیر کسی مشیر اور مددگار کے پیدا کیا اور انسان کو اپنی مرضی کے مطابق بغیر شبیہ اور نظیر کے پیدا کیا۔ ان میں اس کی قدرت اس کی مرضی و مشیت سے چلتی ہے اور اس کی زبردست قوت اور ارادے سے ان پر نافذ ہے۔ چنانچہ انسانوں کو بھلائی کرنے کا حسن اور مختلف اخلاق عطا کیے لہٰذا وہ اپنی اقدار کے طبقات پر چلتے اور اپنے اخلاق کے محور پر گامزن ہیں اور اسی کی تقدیر اور فیصلوں کے اعتبار سے (زندگی گزارتے ہیں اور اسی پر (راضی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ ہر جماعت اپنے پاس موجود نعمتوں (اور احوال) پر خوش ہے۔ المومنون آیت نمبر ۵۳) اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا بندگی کے کوئی لائق نہیں، جو کہ بلند آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے اور زمینوں اور ثری کا موجد ہے اس کے حکم کے فیصلہ کرنے والا اور اس کی تقدیر کو لوٹانے والا کوئی نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

سورۃ الانبیا آیت ۲۳۔ ”اس کے کاموں پر اس سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کرسکتا بلکہ لوگوں سے پوچھ گچھ ہوگی۔“

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے منتخب بندے اور اس کے پسندیدہ رسول (ﷺ) ہیں جنہیں اس نے چمکتے نور کے ساتھ اور رضا والے حکم کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ جبکہ رسولوں کا سلسلہ اور، راہ ہدایت کے اسباق بند تھے۔ چنانچہ ان کے ذریعے سرکشی تھم گئی ایمان کامل ہوا اور اس دین کو دوسرے تمام ادیان پر غالب کر

دیا۔ بت پرستوں کا قلع قمع ہوا۔

لہٰذا جب تک آسمان میں تارے گھوم رہے ہیں اور ملکوت میں کوئی فرشتہ تسبیح کر رہا ہے تب تک اللہ تعالیٰ ان پر درود و سلام بھیجتا رہے اور ان کی آل پر سب پر۔

امابعد۔

زمانہ عقلمند کے لئے اپنا تغیر واضح کر چکا ہے اور سمجھدار کے سامنے اس کا تغیر و تبدل واضح ہے کیونکہ تھن بھرے ہونے کے بعد خشک ہو جاتے ہیں، شاخیں ہری ہونے کے بعد سوکھ جاتی ہیں ٹہنیاں گیلی ہونے کے بعد خشک ہو جاتی ہیں مٹھاس بدمزگی میں بدل جاتی ہے۔

بعض لوگ عقل کے مالک ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اس کی ضد یعنی اپنی دلی خواہشات کو استعمال کرتے ہیں اور عقل کے موجب کو ترک کرکے دل کے برے خیالات کو اپنا لیتے ہیں یہ لوگ مشکل کاموں میں عقل کی اساس نفاق اور مداہنت کو سمجھتے اور مصائب اور پریشانیوں کے وقت اچھے لباس اور خوش گوئی کو عقل کی فرع سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ جو شخص ان چار چیزوں کو اختیار کرلے وہ عقلمند ہے جس کی اقتداء واجب ہے اور جو ان چیزوں سے روگردانی کرے وہ شخص احمق و بیوقوف ہے جس سے دور رہنا ضروری ہے۔

جب میں نے گھٹیا اور جاہل لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے افعال و اعمال سے دھوکہ کھا رہے ہیں اور کوئی رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ہی جیسے لوگوں کی دیکھا دیکھی عمل کئے جا رہے ہیں تو ان کی اس حالت نے مجھے ایک ایسی کتاب لکھنے پر اکسایا جس کے مضامین پر لطف معانی اور ان باتوں پر مشتمل ہوں جن کی عقلمند اور باشعور لوگوں کو اپنے روزمرہ کے معاملات اور اپنے اوقات کے احوال کی معرفت میں ضرورت پڑتی ہے۔ تاکہ عقل والوں کے لئے ان کی موجودگی میں یاد دلانے والی اور غیر موجودگی میں سمجھداروں کے لئے مددگار ثابت ہو۔ عالم اپنے ہمعصروں پر اس کے ذریعے فائق ہو جائے۔ حافظ اپنے ہمسروں سے بڑھ جائے اور یہ کتاب عقلمند کی تنہائی میں اس کا سچا

دوست اور بیابانوں میں اس کی محافظ غمگسار ہو اگر وہ کسی دوست کو اس کتاب سے خاص کرے تو وہ اسے اپنے دیوان سے خارج نہ کر سکے اور اگر وہ اپنے دوستوں کے بجائے خود کو ترجیح دے تو اپنے جیسوں سے بڑھ جائے۔"

میں اس کتاب میں وہ قابل تعریف خصال بیان کروں گا جن کو عمل میں لانا عقلمند کے لئے "حسن" ہو اور بری عادات جن پر عمل کرنا اس کے لئے قبح ثابت ہوگا پوری بات میں اختصار کو ملحوظ رکھوں گا اور بہت زیادہ باتوں سے اکتاہٹ پیدا نہیں کروں گا تاکہ پڑھنے والے کے لئے آسان ہو اور سننے والے کے دل میں بیٹھ جائے۔ کیونکہ واقعات و اشعار کا طریقہ اگر محنت کرنے والا اسی میں لگ جائے تو مقصود کی انتہا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور جسے زیادہ باتوں کی وجہ سے بات مکمل ہونے کی امید نہ ہو اسے اختصار پر ہی قناعت کرنا زیب دے گا۔

اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستے کی توفیق دینے والا اور ہدایت کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے ہم اسی سے اسرار کی اصلاح کا سوال کرتے اور گناہوں پر سزا معاف کرنے کی دعا کرتے ہیں کیونکہ وہی کریم، بڑا سخی بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

باب (۱)

عقل سے جڑے رہنے کی ترغیب اور عقل مند اور سمجھدار شخص کی صفت کا بیان

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ بلند اخلاق کو پسند کرتا اور نیچ اور برے اخلاق کو ناپسند کرتا ہے۔"[1]

ابو حاتم کہتے ہیں کہ مجھے عقل کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد نہیں ہے۔[2]

انسان کا بلند اخلاق سے محبت کرنا اور برے اخلاق کو ناپسند کرنا ہی "عقل" ہے انسان عقل ہی کے ذریعے محظوظ ہوتا اجنبیت میں انس حاصل کرتا اور فاقہ کو دور کرتا ہے اس سے افضل کوئی دولت نہیں اور کسی کا دین اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی عقل کامل نہ ہو جائے۔

عقل کی تعریف

"عقل" چلنے کے لئے درست سمت کی پہچان اور غلطیوں سے بچنے کے علم کا نام ہے۔

انسان جب عقل کے پہلے درجہ میں ہوتا ہے تو اسے ادیب کہا جاتا ہے اس

۱۔ مستدرک حاکم (ص ۱/۴۸) حلیۃ الاولیاء ۳/۲۵۵ وص ۸/۱۳۳، ابو الشیخ نے بھی روایت کی ہے اس کا شاہد طبرانی کبیر میں موجود ہے، مکارم اخلاق خرائطی میں بھی حدیث آئی ہے حدیث حسن ہے۔

۲۔ حازمی نے کہا ہے کہ عقل کی فضیلت کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ یہ قول ضعیف اور موضوع کے درمیان دائر ہے۔ مگر علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ عقل کی تمام احادیث جھوٹی ہیں۔ (المنار المنیف)

کے بعد اریب، پھر لبیب اور آخر میں عاقل کہا جاتا ہے۔

اور جب انسان مکاری کے پہلے درجے میں ہوتا ہے تو اسے شیطان کہا جاتا ہے۔ پھر جب وہ سرکشی میں بڑھتا ہے تو ''مارد'' کہا جاتا ہے۔ اس حد سے بڑھے تو عبقری[2] اور پھر جب اس کی خباثت میں شر کی شدت جمع ہو جاتی ہے تو اسے عفریت کہا جاتا ہے۔

اسی طرح جاہل کو پہلے درجے میں مائق پھر رقیع پھر انوک اور پھر احمق کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو سب سے افضل تحفہ ''عقل'' ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

وافضل قسم الله للمرء عقله — فليس من الخيرات شئي يقاربه

اذا اكمل الرحمن للمرء عقله — فقد كملت اخلاقه و مآربه

يعيش الفتى فى الناس بالعقل انه — وان كان محظورا عليه مكاسبه

(ترجمہ) ''انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کا بہترین عطیہ اس کی عقل ہے۔ بھلائی (اچھی چیزوں) میں کوئی چیز اس کے برابر نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کی عقل کامل کر دے تو اس کے اخلاق اور تمام ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں۔ انسان لوگوں کے درمیان عقل کے ذریعے زندہ رہتا ہے اگرچہ کمائی کے ذرائع اس سے روک دیئے گئے ہوں۔''

ابن مبارکؒ سے پوچھا گیا کہ انسان کو سب سے اچھی چیز کیا ملنی چاہئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ عقل کی جبلت۔ پوچھا گیا کہ اگر وہ نہ ہو تو؟ فرمایا ''اچھا ادب'' اس نے پھر پوچھا کہ اگر یہ نہ ہو تو؟ انہوں نے فرمایا طویل خاموشی۔ پھر پوچھا گیا کہ

[2] عبقری۔ عبقر کی طرف نسبت ہے اصل عرب کے خیال کے مطابق یہ جنات کا مسکن ہے وہ جسے عظیم سمجھتے اور اپنی دسترس سے باہر دیکھتے ہیں اسے عبقری کہہ دیتے ہیں۔

اگر وہ بھی نہ ہو تو؟ فرمایا فوری موت۔

ابوحاتم کہتے ہیں کہ عقل کی دو قسمیں (۱) مطبوع (طبعی و فطری) (۲) مسموع (تجربہ سے حاصل ہونے والی)

مطبوع عقل زمین کی طرح ہے اور مسموع بیج اور پانی کی طرح۔ اور عقل مطبوع کے لئے کوئی بھی عمل کرنے کے لئے عقل مسموع پر پیش کئے بغیر انجام دینے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہی عقل اسے بیدار کرتی اور کند ذہنی سے نجات دلاتی ہے۔

عقل طبعی انسان کے باطن میں ایسی ہے جیسے درخت کی جڑیں زمین میں گڑی ہوتی ہیں اور عقل مسموع کی ظاہری مثال درخت کی شاخوں پر پھلوں کا نظر آنا ہے۔

مجھے محمد بن اسحاق بن حبیب واسطی نے یہ شعر سنائے

رائیت العقل نوعین فمطبوع و مسموع
ولا ینفع مسموع اذا لم یک مطبوع
کما لا تنفع الشمس وضوء العین ممنوع

(ترجمہ) ''میں نے عقل کو دو قسم کی پایا مطبوع اور مسموع۔ مسموع کا کوئی فائدہ نہیں اگر مطبوع عقل نہ ہو۔ جس طرح سورج کا اس وقت کوئی فائدہ نہیں۔ جبکہ آنکھ میں روشنی نہ ہو''

ابن عامر سے مروی ہے کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کہ اے ابو محمد وہ کونسی بہترین چیز ہے جو انسان کو ملی ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے عقل۔

مجھے احمد بن عبداللہ صنعانی نے عبداللہ بن عکراش کے یہ اشعار سنائے۔

یزین الفتیٰ فی الناس صحة عقله
وان کان محظوراً علیه مکاسبه
یشین الفتیٰ فی الناس حفة عقله
وان کرمت اعمراقه و مناسبه

(ترجمہ) ''نوجوان لوگوں میں اپنی عقل کی صحت کی وجہ سے
خوبصورت ہوتا ہے اگرچہ اس کے لئے کمائی کے ذرائع بند ہوں۔
اس کی عقل کی خفت اسے عیب لگاتی ہے اگرچہ اس کا خون اور
نسب بہت ہی مکرم ہوں۔''

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند پر واجب ہے کہ جس حکمت کی وجہ سے اس کی عقل زندہ ہے اس سے جسم کو زندہ رکھنے والی خوراک سے زیادہ محبت کرے اس لئے کہ جسموں کی قوت کھانے ہیں اور عقل کی قوت حکمتیں ہیں۔ اور جس طرح اجسام کھانے پینے کے نہ ہونے سے مر جاتے ہیں اسی طرح عقلیں بھی اپنی خوراک حکمت کے نہ ملنے سے مر جاتی ہیں۔

مختلف شہروں میں آنا جانا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے عبرت حاصل کرنا ان باتوں میں سے ہے جس سے انسان کی عقل بڑھتی ہے۔

حاتم بن اسماعیل کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس بندے کو عقل و دیعت کرتے ہیں کسی نہ کسی دن اس عقل کے ذریعے اسے بچا لیتے ہیں۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقل دلوں کی دوا، محنت کرنے والوں کی سواری اور آخرت کی کھیتی کا بیج ہے۔ دنیا میں مومن کا تاج اور مصائب سے اس کی بچت ہے۔ جسے عقل نہ ہو اسے حکومت بھی عزت نہیں دے سکتی نہ ہی دولت اس کے مرتبہ کو بڑھاتی ہے۔ اس شخص کو عقل کا کوئی فائدہ نہیں جسے دنیا کی لذتیں آخرت سے غافل کر دیں۔ جس طرح زمانے میں سب سے سخت چیز جہالت ہے اسی طرح سب سے بڑا فاقہ عقل کا نہ ہونا ہے۔

عقل اور خواہش نفس دو دشمن ہیں انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی رائے (عقل کی سوچ) کا مددگار رہے اور خواہش نفس کو ٹالتا رہے۔ اور جب اس پر دو معاملے مشتبہ ہو جائیں تو وہ اس معاملے سے اجتناب کرے جو اس کی خواہش نفس کے زیادہ قریب ہو۔ کیونکہ خواہش نفس سے اجتناب کرنے میں اس کے باطن کی اصلاح

ہے اور چھپی چیزیں (یا ضمیر) عقل کے ذریعے درست ہوتی ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک طویل عمر بوڑھے شخص سے پوچھا کہ آپ نے اتنی عمر میں جو سب سے اچھی چیز دیکھی وہ بتایئے؟ تو اس نے جواب دیا کہ وہ عقل جس کے ذریعے مروت کو اللہ تعالیٰ کے تقوے اور آخرت کے ساتھ تلاش کیا جائے۔

مجھے عبدالعزیز بن سلیمان ابرش نے یہ شعر سنائے۔

اذا تم عقل المرء تم اموره وتمت ایادیه و تم بناؤه

فان لم یکن عقل تبین نقصه ولو کان ذا مال کثیر اعطاؤه

(ترجمہ) ''جس شخص کی عقل مکمل ہو جاتی ہے اس کے سب معاملات مکمل ہو جاتے ہیں اس کی نعمتیں کامل اور تعمیر مکمل ہو جاتی ہے۔ اور اگر عقل نہ ہو تو اس کا نقص واضح ہو جاتا ہے اگر چہ وہ بڑا مالدار ہو اس کی عطاء بھی کثیر ہو۔''

عمران بن خالد خزاعی کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری کو یہ فرماتے سنا کہ کسی بندے کا دین اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی عقل کامل نہ ہو جائے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمندوں میں مرتبہ کے اعتبار سے سب سے افضل شخص وہ ہے جو مستقل طور پر اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور بہت کم اس سے غافل ہو۔

چنانچہ عقل کے ذریعے دلوں کی تعمیر ہوتی ہے جس طرح علم کے ذریعے بردباری حاصل ہوتی ہے۔ خوش بختی کا ستون عقل ہے عقل کی چوٹی اختیار ہے اگر عقل کی صورت بنائی جائے تو اس کی روشنی کے سامنے سورج ماند پڑ جائے۔ عقلمند کے قرب میں ہر حال میں خیر کی امید ہے اسی طرح جاہل کے قرب میں ہر حال میں اس کے شر کا خوف ہے۔

عقلمند کی صفات

عقلمند کو کسی بات کا غم نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ غم فائدہ مند نہیں اور غم کی کثرت عقل میں عیب لگا دیتی ہے۔ اور نہ ہی رنج کرنا چاہئے کیونکہ رنج مصیبت کو دور نہیں کرتا اور رنج کا مستقل ہونا عقل میں کمی کر دیتا ہے۔

عقلمند تو بیماری کو لگنے سے پہلے ہی مٹا دیتا ہے اور مصیبت کو اس کے وقوع سے پہلے ہی دور کر دیتا ہے اور اگر مصیبت میں پڑ جائے تو راضی برضا رہتا اور صبر کرتا ہے۔ اسی طرح عقلمند حتی الوسع کسی سے کبھی نہیں ڈرتا جب وہ اپنے آپ پر ذلت سے خوف کھاتا ہے تو اس کا نفس اپنی قدیم و جدید ملکیت (صفات کی) سے خوش ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی عفت کو لازم رکھتا ہے کیونکہ وہ عقل کی شاخوں کا محور و مدار ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا عقل کو منتخب کرنا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا تو ان کے پاس جبریل آئے اور ان سے کہا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تین چیزوں میں ایک چیز آپ کی پسند کے مطابق آپ کو دیدوں لہٰذا حیاء، دین اور عقل میں سے ایک چیز پسند کر لیجئے۔ حضرت آدم علیہ اسلام نے فرمایا کہ میں عقل کو اختیار کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ اسلام نے حیا اور دین سے کہا کہ تم دونوں چلی جاؤ اور عقل کو چھوڑ دو تو ان دونوں نے جواب دیا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ عقل جہاں کہیں ہو ہم اس کے ساتھ رہیں۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام فرمایا کہ اپنے حال پر رہو۔ یہ کہہ کر وہ آسمانوں میں چلے گئے۔

عقلمند کو غربت پر غم نہیں کرنا چاہیے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ جس شخص کی عقل حسین اور چہرہ بدصورت ہو تو اس کے نفس کے فضائل اس کے چہرے کی بدصورتی کو ختم کر دیں گے اور جس کا چہرہ حسین ہو مگر اس کی عقل کم ہو تو اس کے چہرے کے محاسن کو اس کے نفس کے نقائص ختم کر دیں گے۔ لہٰذا عاقل کو چاہیے کہ اگر وہ غریب ہو تو غم نہ کرے اس لئے کہ عقلمند کے لئے دولت مل جانے کی امید ہوتی ہے لیکن جاہل مالدار کے بارے میں اعتماد نہیں ہوتا کہ اس کا مال و دولت باقی رہے گا اور عقلمند کی دولت اس کی عقل ہے اور اس کے کئے ہوئے نیک اعمال اس کا سرمایہ ہیں۔

عقل کی آفتیں

عقل کی آفتیں تکبر، ہلاک کرنے والی مصیبت اور بے انتہا دولت مندی ہیں۔ کیونکہ مصائب اگر پے در پے آئیں تو اس کی عقل کو برباد کر دیتے ہیں۔ دولت اگر تواتر سے ملتی رہے تو اسے اتراہٹ اور ناز میں مبتلا کر دیتی ہے اور عقلمند دشمن انسان کے لئے جاہل دوست سے بہتر ہے۔

ابوحاتم کہتے ہیں کہ لوگوں کی عقلیں اپنے زمانے کے بقدر ہوتی ہیں اور عقلمند اپنی عمر کا اچھا حصہ پسند کرتا ہے اگرچہ وہ کم ہو۔ کیونکہ وہ تنگ زندگی سے بہتر اور افضل ہے اگرچہ زندگی طویل ہو۔ وہ عقل جس سے فائدہ نہ اٹھایا جا سکے وہ بیکار پڑی قابل کاشت زمین کی طرح ہے۔

عقلمند کی گفتگو

عقلمند کلام کی ابتداء نہیں کرتا جب تک اس سے پوچھا نہ جائے اور نہ ہی زیادہ بحث و مباحثہ کرتا ہے سوائے یہ کہ قبول کیا جائے اور نہ ہی جواب فوراً دیتا ہے سوائے ثابت قدمی و مضبوطی کے وقت۔

عقلمند تحقیر نہیں کرتا

عقلمند کسی کی تحقیر نہیں کرتا کیونکہ جو شخص بادشاہ کی تحقیر کرے وہ اپنی دنیا خراب کر لیتا ہے اور جو کسی متقی دیندار کی تحقیر کرے اپنے دین کو برباد کر لیتا ہے جو دوستوں کی تحقیر کرے مروت کو برباد کرتا ہے جو عوام کی تحقیر کرتا ہے اس کی حفاظت اور بچاؤ ختم ہو جاتا ہے۔

عقلمند اپنے عیوب جانتا ہے

عقلمند پر اپنا عیب مخفی نہیں رہتا کیونکہ جس شخص پر اپنے عیب مخفی ہو جائیں اسے دوسرے کے محاسن نظر نہیں آتے اور کسی کے لئے یہ سخت سزا ہے کہ اس پر اس کے عیوب مخفی ہو جائیں کیونکہ جو شخص اپنے عیوب کو نہیں جانتا وہ انہیں ختم بھی نہیں کر سکتا اور

نہ ہی وہ لوگوں کے محاسن کو حاصل کرسکتا ہے جو ان کے محاسن کونہیں جانتا ہو۔نوآموز کے لئے تجربہ بہت ہی مفید ہوتا ہے۔

سوءِ ظن سمجھداری ہے

حکم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ عرب کہتے ہیں کہ عقل تجربوں کا نام ہے اور سمجھداری سوءِ ظن کا نام ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ انسان معاملات میں کامیاب تجربوں سے ہوتا ہے اور عقلمند بچپن میں اچھا سیکھنے والا، لڑکپن میں اچھی نصیحت حاصل کرنے والا، بلوغت میں اچھی عفت اور پاکباز رہنے والا، جوانی میں اچھے اخلاق و عادات والا، بڑھاپے میں ذی رائے اور سمجھ والا، اپنے مقصود کے پیچھے قدم بڑھاتا جاتا ہے پھر اپنے لئے ایک غایت و مقصود بنا کر اس پر کھڑا ہو جاتا رک جاتا ہے کیونکہ جو شخص بھی غایت سے تجاوز کرتا ہے وہ نقص کی طرف گامزن ہو جاتا ہے۔

عقل استعمال سے فائدہ دیتی ہے

عقل استعمال ہوئے بغیر فائدہ نہیں دیتی جس طرح کہ مددگار صرف فرصت میں ساتھ دیتے ہیں اور رائے غور و فکر اور انتخاب کے بغیر فائدہ نہیں دیتی جس طرح کہ فرصت صرف مددگاروں کی موجودگی سے مکمل ہوتی ہے۔

جس کی عقل پر خصال خیر (بھلائی کی عادات) غالب نہ ہوں اس شخص کی موت اس کی قریبی چیزوں میں ہوتی ہے۔

عقل کی معراج

عقل کی معراج یہ ہے کہ کسی بات کے ہونے سے پہلے اسے جان لیا جائے۔

عقل مند کے لئے تین چیزوں سے بچنا ضروری ہے جو کہ عقل کی خرابی میں سوکھے پتوں میں لگنے والی آگ سے زیادہ خطرناک ہیں۔

۱۔ ہنسی میں منہمک ہونے سے

۲۔ آرزو کثرت سے کرنے سے

۳۔ بری سوچ بری بات پر جمنے سے

اس لئے کہ عقلمند طاقت سے زیادہ بات اختیار کرنا پسند نہیں کرتا اور لا حاصل چیز کے پیچھے نہیں بھاگتا، قدرت سے باہر کوئی وعدہ نہیں کرتا، آمدن سے زیادہ خرچ نہیں کرتا، بدلہ اپنے فائدے سے زیادہ طلب نہیں کرتا، اور کسی چیز کے پانے پر خوش نہیں ہوتا سوائے یہ کہ وہ چیز اسے فائدہ پہنچائے۔

عقلمند کے کام

عقلمند اپنے دوست پر اپنا مال اور جان خرچ کرتا ہے اپنی پہچان کے لئے اپنی مہمان نوازی اور سخاوت کو دشمن کے لئے اپنے انصاف اور نیکی کو عام لوگوں کے لئے اپنی مسکراہٹ اور سلام کو استعمال کرتا ہے۔ اور اس کی مدد کرتا ہے۔ جس کی ضرورت پوری ہونے کو چاہتا ہے صرف اس سے بات کرتا ہے۔ جس سے بات کرنا مفید سمجھتا ہے سوائے یہ کہ مجبوری ہو (تو کسی ایرے غیرے سے بھی گپ شپ کرنی پڑ جائے) جو بات اچھی طرح نہیں جانتا اس کا دعویٰ نہیں کرتا۔ اس لئے کہ لوگوں کے فضائل وہ نہیں ہیں جن کا وہ دعویٰ کریں لیکن فضائل وہ ہوتے ہیں جو لوگ ان کی طرف منسوب کریں۔ دنیا کی کوئی چیز کھو جانے کی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ اسے عقل میں بڑا حصہ نصیب ہو چکا ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کو فضیلت کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ اس کی غلطیوں کو اس کے محاسن کی جانب پھیر دیا جائے۔ لہٰذا کند ذہنی کو حلم سے مکر کو عقل سے فضول گوئی کو فصاحت و خطابت سے، تیز طراری کو ذہانت سے عاجز ہونے کو خاموشی، سزا کو تادیب، جرات کو عزم سے، بزدلی کو سستی سے، اسراف کو سخاوت سے، امساک کو اندازے و حساب کتاب سے تعبیر کر دیا جائے۔

عقلمند کے اوصاف

آپ عقلمند کو رؤسا کے ہاں بااعتماد، ہمسر ساتھیوں کے لئے خیر خواہ، دوستوں

کا ہمنوا، دشمنوں سے احتراز کرنے والا، ساتھیوں سے حسد نہ کرنے والا، احباب کو دھوکہ نہ دینے والا، شر پسندوں سے تعلق نہ رکھنے والا، دولت میں کنجوسی نہ کرنے والا، فاقے میں ندیدہ پن نہ دکھانیوالا، خواہش نفس کے تابع نہ چلنے والا، غصہ میں بے قابو نہ ہونے والا، عہدوں پر نہ اترانے والا، جو چیز پاس نہیں اس کی تمنا نہ کرنے والا، جب پالے تو اس کو جمع نہ کرنے والا، کسی دعوے میں داخل نہ ہونے والا، دکھاوے میں شریک نہ ہونے والا، نہ ہی قاضی بننے کے لئے دلائل کی نمائش کرنے والا، اپنی تکلیف کا ہر ایک کے سامنے اظہار نہ کرنے والا سوائے اس کے جس سے شفاء ملنے کی توقع ہو، کسی کے ایسے کمال پر تعریف نہ کرنے والا پاؤ گے جو اس میں نہ ہو، کیونکہ وہ اگر کسی کی تعریف کرے جو اس میں نہ ہو تو گویا اس نے اس کی خوب ہجو کر دی اور ایسی مدح کو قبول کرلے تو اس نے مذاق اڑوانے کے لئے خود کو ہدف بنا دیا۔

عقلمند کی دولت کے بغیر بھی عزت کی جاتی ہے جیسا کہ شیر کی ہیبت اس وقت بھی ہوتی ہے جب وہ بے انتہا موٹا ہو کر بیکار ہو جائے ہل بھی نہ سکے۔

عقلمند کی گفتگو صحیح جسم کی طرح معتدل ہوتی ہے اور جاہل کی گفتگو بیمار کے جسم کے اختلاط کی طرح بے ربط اور دوغلی ہوتی ہے۔

عقلمند کی گفتگو اگرچہ کم ہو مگر عظیم فائدہ دیتی ہے جس طرح کہ گناہ سے آلودہ ہونا اگرچہ گناہ معمولی ہو مگر بڑی مصیبت ہوتا ہے۔

عقل مندی کا ایک کام یہ بھی ہے کسی بھی عمل میں داخل ہونے سے پہلے اچھی طرح سوچ بچار کرے۔

عقل کی آفت

عقل آفت، خود پسندی ہے بلکہ عقلمند کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو صبر پر راضی کرے کہ وہ برے پڑوسی، برے خاندان، برے ہمنشین کو برداشت کرے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو زمانہ گزرنے کے ساتھ اسے تکلیف دینے والے نہ رہیں گے۔

عقلمند کو ناموری کا دلدادہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ جو شخص چالاک مشہور ہوتا ہے اس

سے لوگ ڈر کر دور رہتے ہیں۔ عقل مند کی عقلمندی یہ بھی ہے کہ اپنی عقل کو چھپانے کی کوشش کرے کیونکہ بیج اگرچہ کچھ عرصہ زمین میں دبا رہے اپنے وقت میں اسے ظاہر ہونا ضرور ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح عقل منداپنی عقل لاکھ کوشش کے باوجود چھپا نہیں سکتا۔

بلند اخلاق و صفات میں سے سب سے پہلی چیز عقل کا لزوم ہے جو انسان کو عطا ہوتا ہے۔

مجھے علی بن محمد بسامی نے یہ اشعار سنائے۔

ان المکارم ابواب مصنفة فالعقل اولها والصمت ثانيها
والعلم ثالثها والحكم رابعها والجود خامسها والصدق سادیها
والصبر سابعها، والشكر ثامنها واللين تاسعها، والصدق عاشيها

(ترجمہ) ''مکارم مختلف النوع ابواب ہیں۔ عقل ان میں سے پہلا باب، خاموشی دوسرا، علم تیسرا، بردباری چوتھا، سخاوت پانچواں، سچ چھٹا، صبر ساتواں، شکر آٹھواں، نرمی نواں، اور سچائی دسواں۔''[1]

شعبہ کہتے ہیں۔ ''ہماری عقلیں تو ویسے ہی کم ہیں پھر اگر ہم ایسے شخص کے پاس بیٹھ جائیں جو کم عقل ہے تو یہ تھوڑی سی عقل بھی ختم ہو جاتی ہے۔'' اور میں کم عقل شخص کے پاس بیٹھنے والوں کو دیکھتا ہوں وہ پھر اس سے نفرت کرنے لگتا ہے۔

عقلمند پر واجب ہے کہ وہ اچھا نظر آئے زیادہ تر خاموش رہے کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے۔ اسی طرح برا حلیہ اور خاموشی کو ترک کرنا بدبختوں کا طریقہ اور اخلاق ہیں..... عقلمند اپنی امیدیں طویل نہیں کرتا کیونکہ جس کی امیدیں قوی ہوتی ہیں عمل کمزور ہو جاتے ہیں اور جس کا وقت پورا ہو جائے اسے امید کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

عقلمند بغیر تیاری کے نہیں لڑتا نہ ہی بغیر دلیل کے جھگڑتا ہے اور نہ ہی طاقت

---

[1] یہاں چھٹا اور دسواں باب ''صدق'' کو لکھا گیا ہے۔ یہ کاتب کی غلطی ہے جبکہ یہ شعر المستطرف ص پر اس طرح لکھا ہے۔

کے بغیر مقابلہ کرتا ہے کیونکہ عقل کے ذریعے نفوس زندہ ہوتے ہیں اور دل منور ہوتے ہیں معاملات نمٹتے ہیں اور دنیا کی تعمیر ہوتی ہے۔

عقلمند جہان دیدہ کے ذریعے نہ دیکھی دنیا کو قیاس کرتا ہے اور شنیدہ کو نامعلوم کی طرف اور غیر حاصل کو حاصل کی طرف منسوب کرتا ہے۔ باقی عمر کو گزری عمر کے ساتھ ملاتا ہے اور مال و دولت پر بھروسہ نہیں کرتا اگرچہ وہ اس کے پاس پورے طریقے سے موجود ہو کیونکہ مال آنی جانی شے ہے اور عقل برقرار رہتی ہے اگر عقل درخت ہوتی تو بہت خوبصورت درخت کی شکل میں ہوتی اور اگر صبر پھل ہوتا تو سب سے بہترین رس بھرا پھل ہوتا۔ عقل جن چیزوں سے بڑھتی ہے وہ یہ ہے کہ عقل کی اشکال (اس جیسی چیزوں اور باتوں) کے قریب اور اس کی اضداد سے دور رہا جائے۔

محمد بن مالک غزنی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے سنا کہ عقلمند اور سمجھدار لوگوں کے ساتھ بیٹھا کرو کیونکہ عقلیں ہی دوسری عقلوں کو فائدہ پہنچاتی اور منور کرتی ہیں۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمندوں کی مجالست اختیار کرنا دو باتوں سے خالی نہیں۔

۱۔ یا تو اس حالت کی یاددہانی ہوتی ہے جس کی طرف عقلمند کو توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

۲۔ یا پھر اس قیمتی بات یا چیز کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جس کی پہچان کی جاہل کو ضرورت ہوتی ہے۔

چنانچہ عقلمند کی قربت ہر حال میں اس جیسوں کے لئے غنیمت اور اس کی اضداد (الٹ لوگوں) کے لئے عبرت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے بنا دے جن کو عقل کا بہترین وجود عطا کیا گیا اور وہ کامل نعمتوں کے ساتھ اپنے رب کا تقرب حاصل کرنے والے خصائل کے رستے چلا ہو دونوں جہانوں میں یہی طرز اختیار کی ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اسے کر گزرتا ہے۔

باب نمبر (۲)

تقوے کے ذریعے باطن کی اصلاح کا بیان

حضرت اسامہ بن شریک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جس کام کو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ناپسند کرتے ہیں اپنی تنہائی میں (بھی) اس کام کو مت کرو۔"[۱]

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقل و سمجھ رکھنے والے پر واجب ہے کہ اسے معلوم ہو کہ عقل کے لئے کچھ احکام و نواھی ہیں۔ جن کا جاننا ضروری اور ان کو ان کے اوقات پر استعمال کرنا عام اور اوباش قسم کے لوگوں سے امتیاز رکھنے کے لئے لازم ہے۔

اور میں اس کتاب میں آگے (انشاء اللہ) یہ ذکر کروں گا کہ عقل کے اوامر و نواھی کے پچاس شعبے ہیں تا کہ کتاب پچاس ابواب پر مشتمل ہو اور ہر باب سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر مبنی ہوگا پھر ہر سنت کے ذکر کے بعد ہم حسب توفیق اس پر گفتگو کریں گے۔

عقل کا پہلا شعبہ

چنانچہ عقل کا پہلا شعبہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنا یعنی تقوے کو لازم رکھنا اور باطن کی اصلاح کرنا ہے کیونکہ جو شخص اپنے باطن کی اصلاح رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو اچھا بنا دیتے ہیں اور جو شخص اپنے باطن کو خراب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو خراب بنا دیتے ہیں۔

---

[۱] الفوائد للفلا کی ا/ص۹۰ المختارہ للضیاء ا/ص ۴۴۹ اور اس حدیث کا ایک شاہد ابن وھب کی جامع میں موجود ہے ص ۶۵ یہ حدیث حسن ہے السلسلۃ الصحیحۃ (نمبر ۱۰۵۵)

کسی شاعر نے خوب کہا ہے[1]:

اذا ما خلوت الدهر یوما فلا تقل　　خلوت ولکن قل! علی رقیب
ولا تحسبن اللّٰه یغفل ساعة　　ولا ان مایخفی علیه یغیب
الم تران الیوم اسرع ذاهب　　وان غدا للناظرین قریب؟

(ترجمہ) ''جب تو زمانے (کی نظروں) سے کسی دن (چھپ کر) تنہائی میں ہو تو یہ مت کہہ کہ میں تنہا ہوں لیکن یہ کہہ کہ مجھ پر ایک نگہبان موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کو ایک لمحے کے لئے بھی غافل گمان مت کر اور نہ یہ کہ جو کچھ چھپا ہے وہ اس سے مخفی ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ ''آج'' تیزی سے جا رہا ہے اور دیکھنے والوں کے لئے ''کل'' قریب ہے؟

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت فرمانبرداری کو تجارت کی طرح اپنا لے تجھے بغیر سامان کے منافع ملیں گے''۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ کسی بھی انسان کے لئے دنیا میں فرمانبرداری کا محور و مدار باطن کی اصلاح اور تنہائی کے بگاڑ کو ترک کرنا ہے۔

باطن کی اصلاح کیجئے

عقلمند کو اپنے باطن کی اصلاح کیلئے اہتمام کرنا چاہئے اور دل کے معیار کی بلندی اور تنزل و حرکت و سکون کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔ اس لئے کہ اوقات کا تکدر اور لذتوں کی کمزوری صرف دل کی خرابی کی بناء پر ہوتے ہیں۔

اگر باطن کی اصلاح کے لئے کوئی سبب نہ ہوتا جو عقلمند کو اس کے استعمال تک لیجاتا سوائے اللہ تعالیٰ کے کہ اس کی کیفیت باطن کو اس پر ظاہر کرنے کے چاہے وہ بری ہوتی یا اچھی تو اس شخص پر اپنے معمولات سے بے توجہی اور غفلت کو کم کرنا ہی واجب

---

[1] یہ اشعار ابو العتاھیہ کے ہیں حضرت امام احمد انہیں بہت پڑھتے تھے۔

ہوتا۔ (یعنی اگر صرف ایسا ہوتا ہے انسان اصلاح باطن کا سبب اختیار نہ کرتا اور اللہ تعالیٰ اس کے نتیجے میں اس کی تنہائی اور باطن کی حالت کو اس کے ظاہر پر جاری کر دیتا جو کہ حقیقت ہے کہ کسی شخص کی باطنی کیفیت کو اگر وہ اس کی اصلاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر پر آشکار کر دیتے ہیں جو لوگوں کو نظر آتی ہے (چاہے اچھی ہو یا بری ہو) تو پھر انسان خود اپنی اصلاح کرنے پر مجبور ہو جاتا)

اللہ تعالیٰ دلوں کے راز لوگوں کی زبان پر لے آتے ہیں

اعمش ابراہیم رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کوئی بات زبان سے نکالتا ہے اور اس میں بھلائی کی نیت ہوتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ بندوں کے دل میں القاء کر دیتے ہیں حتیٰ کہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اس شخص کا اس بات سے مقصد صرف بھلائی ہے۔ اور جو شخص برائی کی نیت سے کوئی بات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے دل میں القاء کر دیتے ہیں اور لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اس شخص کی مراد صرف برائی ہے۔

دل کی پاکیزگی اعضاء کی پاکیزگی ہے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ تقویٰ اور عمل صالح کو اختیار کرنے کے بعد باطن کی اصلاح کی فکر کرے اس پر توجہ دے اور دل قبول کرے یا نہ کرے فرمانبرداری میں فساد کے خلل کو دور کرے اگر درستگی کا کوئی راستہ اس کی توجہ کے وقت موجود ہو تو اسے اپنے اعضاء پر نافذ کر دے اور موجود نہ ہو تو اس کو اس خرابی سے روکے۔ کیونکہ اعضاء دل کی پاکیزگی سے ہی پاک ہوتے ہیں۔

حضرت لقمان کی عملی نصیحت

حضرت لقمان نسلاً حبشی اور غلام تھے ایک مرتبہ انہیں ان کے آقاء نے بکری ذبح کرنے کو کہا، انہوں نے ذبح کر دی تو اس نے کہا کہ اس کے سب سے اچھے (اعضاء) حصے مجھے کھلاؤ، تو وہ بکری کی زبان اور اس کا دل اس کی خدمت میں لے چلے۔ پھر کچھ دن بعد اس نے دوبارہ بکری ذبح کروائی اور کہا کہ میرے پاس اس کے سب سے

برے اعضاء لاؤ، تو وہ پھر زبان اور دل لیکر آ گئے۔ تو اس نے کہا کہ یہ کیا؟ میں نے جب سب سے اچھا حصہ کھلانے کا کہا تو تم بکری کا دل اور زبان لے آئے تھے اور اب جب کہ سب سے برے حصے لانے کا کہا تو بھی تم زبان اور دل لے آئے ہو؟ اس پر حضرت لقمان نے جواب دیا کہ اگر یہ دونوں حصے اچھے ہوں تو ان سے اچھا حصہ اور عضو کوئی نہیں اور اگر یہ دونوں خراب ہوں تو ان سے زیادہ خراب کوئی عضو نہیں۔"

عقلمند دل کا جائزہ لیتا رہے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص مختلف اوقات میں اپنے دل کا جائزہ لیتا رہتا ہے اور اپنے نفس کو تمام نواھی سے بچاتا رہتا ہے اور احکامات (اوامر) کو بجالانے پر اسے مجبور کرتا ہے اگر حالات میں کوئی گڑبڑ ہو تو وہ فوراً متنبہ ہوتا ہے اور ایسا کوئی شخص جائزہ اسی وقت لے پاتا ہے جب افعال پر صحیح غور و فکر کرتا ہو۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ

"بہترین عمل تقویٰ اور غور و فکر ہے"

زبان اور دل کو تقوے کا پابند بنائیے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص صحیح تقوے سے اپنے احوال کی تدبیر کرتا ہے اور اپنی زبان کو تقوے کا پابند بناتا ہے اس لئے کہ یہ عقل کا پہلا شعبہ ہے اور دل کی اصلاح و درستگی کے سوا اس کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

عقلمند کے دل کی مثال "جب وہ عقل کی رعایت کو لازم رکھے" جیسا کہ ہم کتاب میں آگے ذکر کریں گے (انشاء اللہ) ایسی ہے جیسے اسکے دل کو تقوے کی چھری سے چیر کر اس پر خشیت کا نمک ملایا گیا ہو اور اسے عظمت کی ہواؤں سے سکھایا گیا ہو اور پھر قربت کے پانی سے اسے دھو کر زندہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ اب اس میں مولیٰ کی رضا کے خلاف کچھ نہیں۔ (وہی ہے جو مولیٰ جل شانہ چاہتا ہے) اور جو شخص ان اوصاف کا حامل ہو اسے کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ لوگوں کی نظر میں کمتر اور نکو ہے۔ (اور ایسا ہونا تو ہمیشہ کے لئے محال ہے)

مجھے ابو بدر احمد بن خالد بن عبداللہ بن عبدالملک بحران نے یہ اشعار سنائے۔

یانفس ماھو الا صبرا یںام   کأن لذاتھا اضغاث احلام

یانفس جوزی عن الدنیا مبادرۃ   وخل عنھا فان العیش قدامی

(ترجمہ) ''اے نفس زندگی کیا ہے سوائے صبر کے، گویا کہ اس کی لذتیں الجھے ہوئے خواب ہیں۔ اے نفس دنیا کو جلدی سے پار کر لے اور اسے چھوڑ دے کیونکہ زندگی تو آگے ہے۔''

معن کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان دلوں کی کبھی چستی اور رضا کی حالت ہوتی ہے اور کبھی سستی اور ناراضگی کی۔ لہٰذا رضا کی حالت میں اسے تھام لو اور ناراضگی کی حالت میں چھوڑ دو۔ (نیک اعمال اس کی رضا و رغبت میں کرو)

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند پر واجب ہے کہ اپنے دل کی دیکھ بھال سختی لانے والے کسی سبب کے آنے کی وجہ سے نہ چھوڑے اس لئے کہ بادشاہ ٹھیک ہو تو لشکر بھی ٹھیک رہتا ہے اور اس کی خرابی کے وقت لشکر بھی خراب ہو جاتا ہے۔ اور جب دل کسی دو خصلتوں کو چاہے تو اس کی خواہش کے قریب والی خصلت (معاملے) کو چھوڑ دے اور ہلاکت سے بچنے کے لئے دل کی خواہش سے دور والے معاملے کو اختیار کر لے۔

عون بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''توبہ کرتے رہنے والے لوگوں کے ساتھ اٹھا بیٹھا کرو کیونکہ وہ نرم دل ہوتے ہیں۔''

ایک شخص نے حضرت حسن بصری سے فرمایا کہ اے ابو سعید آپ کیسے ہیں؟ کیا حال ہے؟ تو انہوں نے فرمایا ''اس شخص کا حال کیا ہو جو صبح و شام موت کا منتظر ہو اور اسے معلوم ہی نہ ہو کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟

اسماعیل بن زیاد کہتے ہیں کہ ہمارے شہر میں ایک مرتبہ عبدالعزیز بن سلیمان عبادان آئے تو ہم بھی ان کو سلام کرنے پہنچے۔ انہوں نے فرمایا منعم (حقیقی جل شانہ)

کے لئے دل کو خالص کر دو تم جو سوچو گے وہ آسان کر دیگا۔'' اور فرمایا، کیا اگر تم کسی کی خوب خدمت کرو اور بہت عرصے کرو تو کیا وہ تمہاری خدمت کا احترام نہیں کرے گا؟ تو ذرا سوچو کہ وہ (منعم حقیقی) تم پر انعام واکرام کرتا رہے اور تم اس کی نافرمانی کرتے رہو اس کی نعمتوں سے لطف اندوز بھی ہوتے رہو اور اس کو ناراض بھی کرتے رہو؟ افسوس، افسوس یہ باطل پرستوں اور ضائع کرنے والوں کا کام ہے۔ تمہیں اس لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے سمجھدار بنو سمجھدار بنو۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے اور سلیمان سمندر کے پانی سے افطار کیا کرتے تھے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ دلوں میں موجود میل کی وجہ سے دل پاکیزہ و خالص نہیں ہو سکتے جب تک اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایک ہی سوچ نہ ہو جائے اور جب ایسا ہو جائے گا تو یہ سوچ وفکر دوسری تمام فکروں اور غموں کے بدلے کافی ہو جائے گی جس کا انجام اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف لیجاتا ہے۔ اور ایسا تنہائی اور مجلس میں اللہ تعالیٰ کے خوف (تقوی) کو اختیار کرنے سے ہوگا کیونکہ یہی عقلمندوں کا دونوں جہاں میں توشہ اور دونوں احوال میں دانا لوگوں کی سواری ہے۔''

☆☆☆

باب (۳)

علم کے لزوم اور طلب علم پر مداومت کا بیان

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں حضرت صفوان بن عسال کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا "کیسے آئے؟" میں نے عرض کیا علم حاصل کرنے آیا ہوں۔ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص طلب علم کے لئے گھر سے نکلتا ہے فرشتے ان کے اس عمل کی وجہ سے اس کے پاؤں کے نیچے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔"

طلب علم عقلمند کے لئے ضروری ہے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ اپنے باطن کی اصلاح سے فارغ ہو تو طلب علم اور اس پر مداومت پر متوجہ ہو جائے۔ کیونکہ دنیاوی اسباب میں کسی چیز کو خالص اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک خالص علم اس میں نہ ہو اور عقلمند کا فیصلہ یہ ہونا چاہئے کہ وہ اس کام میں کوتاہی نہ کرے جس کی عظمت کی وجہ سے فرشتے اس کے قدموں تلے پر بچھا دیتے ہیں۔

اور طلب علم کی کوشش میں حکمرانوں سے قربت یا دنیا کے حصول کو نہ ڈھونڈے کیونکہ عالم کے لئے بدترین کام اہل دنیا کے سامنے سر جھکانا ہے۔

عالم کا کام امیر اور قاضی سے کیا؟

عبدالرحمن بن عفان سے مروی ہے کہ میں نے فضیل بن عیاضؒ کو یہ فرماتے سنا کہ عالم کے لئے بدترین وقت وہ ہے جب کوئی اس کے گھر جائے اور پوچھے کہ عالم کہاں ہے؟ اور جواب ملے کہ امیر کے پاس گئے ہیں۔ عالم کہاں ہے؟ قاضی کے پاس گئے ہیں، عالم کا قاضی اور امیر سے کیا کام؟ عالم کا تو کام یہ ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہ میں ہو اور قرآن کی تلاوت کر رہا ہو۔

علم ذی عقل اور زاہد حاصل کرتا ہے

شعبی کہتے ہیں کہ اے علم کے طلب گارو علم کو بے وقوفی اور جلد بازی سے حاصل مت کرو، بلکہ اسے سکون اور وقار اور حوصلے سے حاصل کرو۔

شعبی کا قول ہے کہ اس علم کو وہ شخص حاصل کرسکتا ہے جس میں دو خصلتیں جمع ہوں۔ (۱) عقل (۲) نسک۔ (دنیا سے بے رغبتی زہد) چنانچہ اگر عقل ہو لیکن زہد وعبادت نہ ہو تو کہا جائے گا کہ اس علم کو صرف زاہد و عابد حاصل کر سکتے ہیں لہٰذا وہ شخص علم حاصل نہیں کر سکے گا۔

شعبی کہتے ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں کوئی ایسا دن نہ آجائے کہ اسے وہ لوگ حاصل کریں جن کے پاس نہ عقل ہو اور نہ زہد وعبادت۔

عقلمند علم کو نہیں بیچتا

ابوحاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص علم کے ذریعے اپنی آخرت کی نعمت کو دنیاوی سامان کے حصول کے بدلے نہیں بیچتا کیونکہ علم سے مقصد خود اس کا نفع ہے کسی اور کا نہیں...... کیونکہ چیزوں سے مقصود خود ان کا نفع ہوتا ہے اور علم اور نفس علم دو الگ چیزیں ہیں چنانچہ جو شخص علم کے نفع سے نگاہ پھیر لے وہ نفس علم سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا لہٰذا وہ ایسا ہو جائے گا جیسے کوئی شخص کھانا کھائے مگر اس کا پیٹ نہ بھرے۔ اور علم اول اور آخر دونوں مرحلوں میں مقصود ہے۔

چنانچہ حضرت سفیان کا قول ہے علم کا پہلا مرحلہ خاموشی، دوسرا غور سے سننا، تیسرا یاد کرنا پھر اس پر عمل کرنا پھر اسے پھیلانا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

تعلم فليس المرء يولد عالما وليس اخو علم كمن هو جاهل

وان كبير القوم لاعلم عنده صغير اذا التفت اليه محافل

(ترجمہ) ”علم حاصل کر اس لئے کہ انسان عالم پیدا نہیں ہوتا اور علم کا دوست جاہل کی طرح نہیں ہے۔ اور قوم کا وہ بڑا جس کے

پاس علم نہ ہو چھوٹا ہے جس وقت اس کی طرف محفلیں متوجہ ہوں۔''

علم سے عمل کے سوا کسی اور چیز کا قصد نہ کرو

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے'' تم عالم اس وقت تک نہیں بن سکتے جب تک کہ طالبعلم نہ بن جاؤ اور علم حاصل کر کے عالم اس وقت نہیں بن سکتے جب تک کہ اس پر عمل نہ کرو۔''

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص طلب علم میں اس وقت تک مشغول نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا مقصود اس پر عمل کرنا نہ ہو۔ کیونکہ جو شخص عمل کے علاوہ کسی اور چیز کا قصد کرتا ہے تو اس میں صرف فخر، ظلم بڑھتا ہے اور علم کو ترک اور ضائع کرتا ہے اور پھر اس کی خرابی اسے دیکھ کر عمل کرنے والوں میں خود اس سے زیادہ بڑی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ﴾

(ترجمہ)'' اور ان کے بوجھ بھی جنہیں وہ بغیر علم کے گمراہ کرتے تھے۔ سنو یہ بوجھ بہت برے ہیں۔''

حضرت مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص علم اس لئے حاصل کرتا ہے تا کہ اس پر عمل کرے تو اسے اس کا علم مسرت عطا کرتا ہے اور جو عمل کے سوا کسی اور بات کے لئے علم حاصل کرنے تو اس میں فخر (وتکبر) بڑھتا ہے۔

دنیا کی محبت سے آخرت کا خوف نکل جاتا ہے

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص دنیا سے محبت کرتا ہے اور دنیا اسے اچھی لگتی ہے تو اس کے دل سے آخرت کا خوف نکل جاتا ہے اور جو شخص علم کا ارادہ کرتا ہے پھر اسے دنیا کی حرص زیادہ ہو جائے تو اس کا اللہ تعالیٰ سے صرف بعد ہی بڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہی بڑھتی ہے۔

محمد بن منذر نے اپنی سند سے بیان کیا کہ ابراہیمؒ نے ایک ہاتف غیبی کو یہ شعر پڑھتے سنا۔

یا طالب العلم باشر الورعا   وباین النوم واهجر الشبعا

ما ضر عبدا صحت ارادته   اجاع یوما فی الله اوشبعا

(ترجمہ) ''اے علم کو حاصل کرنے والے تقوے کو لازم کر لے اور نیند کو چھوڑ اور پیٹ بھرنا بند کر دے جس بندے کا ارادہ صحیح ہو اس کو یہ بات نقصان نہیں دیتی کہ وہ اللہ کی رضا کے لئے ایک دن بھوکا رہا یا اس نے پیٹ بھرا۔''

حضرت سفیان ثوریؒ کا ارشاد ہے کہ عالم دین کا طبیب ہے اور درہم دین کی بیماری ہے چنانچہ جب طبیب خود بیماری کو اپنی طرف کھینچنے لگے تو دوسروں کا علاج کون کرے گا؟

ابن مبارکؒ کے اشعار

محمد بن عبداللہ بعلبکی کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن زید کو یہ کہتے سنا کہ میں بغداد میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے ہمراہ تھا تو انہوں نے اسماعیل ابن علیہ کو حاکم کے دروازے کے پاس خچر پر سوار دیکھا تو فرمایا:

یا جاعل الدین له بازیا   یصطاد اموال السلاطین

لاتبع الدین بدنیا کما   یفعل ضلال الرهابین

احتلت للدنیا ولذاتها   بحیلة تذهب بالدین

وصرت مجنونا بها بعدما   کنت دواء للمجانین

فکر الناس جمیعا بأن   زل حمار العلم فی الطین

(ترجمہ) ''اے دین کو باز بنا کر اس کے ذریعے بادشاہوں کا مال شکار کرنے والے۔ دین کو دنیا کے ساتھ لاحق مت کر جس طرح گمراہ راہبین نے کیا، تو نے دنیا اور اس کی لذتوں کے لئے وہ حیلہ اختیار کیا جو دین کو ختم کر دیتا ہے اور تو پاگلوں کی دوا ہونے

کے بعد خود بھی پاگل ہو گیا، تو سب لوگ یہ سوچتے ہیں کہ علم کا گدھا کیچڑ میں گر گیا۔

احمد بن عبداللہ تستری کہتے ہیں کہ جب ابن علیہ بصرہ میں اونٹوں اور بکریوں کے صدقات کی وصولی کے نگران بنے تو عبداللہ بن مبارک نے انہیں یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

یا جاعل الدین له بازیا ... یصطاد اموال المساکین
احتلت للدنیا ولذاتها ... بحیلة تذهب بالدین
یا فاضح العلم ومن کان ذا ... لب ومن عاب السلاطین
این روایاتک فی سردها ... عن ابن عون و ابن سیرین؟
ان قلت اکرهت فماذا کذا ... زل حمار العلم فی الطین

(ترجمہ) ''اے دین کو باز بنا کر مسکینوں کے اموال کا شکار کرنے والے تو نے دنیا اور اس کی لذتوں کے لئے وہ حیلہ اختیار کیا جو دین ختم کر دیتا ہے اے علم کو رسوا کرنے والے اور اے وہ جو سمجھدار تھا حکمرانوں کو عیب لگاتا تھا۔ تیری اس (دنیا) کو جمع کرنے کے بارے میں روایات کہاں گئیں؟ جو ابن عون اور ابن سیرین سے تھیں؟ اگر تو کہے کہ مجھے مجبور کیا گیا ہے تو کیا ہوا؟ اسی طرح علم کا گدھا کیچڑ میں گرتا ہے۔''

چنانچہ جب ابن علیہ نے ان کے یہ اشعار پڑھے تو وہ رونے لگے اور اس کا جواب لکھا اور اس کے آخر میں یہ اشعار لکھے۔

اف لدنیا ابت تواتینی ... الا ینقضی لها عری دینی
عینی لحسینی تدیر مقلتها ... تطلب ماسرها لتر دینی

''اف ہے دنیا کے لئے جس نے میرے پاس آنے سے بغیر اس کے انکار کیا کہ اس کی خلاف ورزی کرنے سے میری دینی حالت برہنہ ہو جائے، میری آنکھ اپنی پتلی کو میری ہلاکت کے لئے

گھماتے ہوئے اپنی پسند کی وہ چیز ڈھونڈ رہی ہے جس سے مجھے
ہلاک کر دے۔"

علم کے اٹھنے سے پہلے اسے حاصل کرلو

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "تم پر علم کے اٹھ جانے سے پہلے علم حاصل کرنا لازمی ہے اور علم کا اٹھ جانا یہ ہے کہ علم والے ختم ہو جائیں گے اور تم عنقریب ان لوگوں کو دیکھو گے جو یہ گمان کریں گے کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلا رہے ہیں حالانکہ وہ اسے پس پشت ڈال چکے ہوں گے۔ علم حاصل کرو اس لئے کہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کب علم کا محتاج ہو جائے یا اس کی طرف کوئی علم کا محتاج ہو جائے۔ اور علم حاصل کرو اور خبردار بدعتوں سے بچنا اور سیدھے راستے پر چلنا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ
"علم کثرت روایت کا نام نہیں علم خشیت کا نام ہے۔"

علم پر ضرور عمل کرو چاہے تھوڑے پر کرو

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم کو آلودہ کرنے والے دنیاوی اسباب سے بچنے اور علم کے حصول سے حتی المقدور عمل کرنے کا ارادہ رکھے اگرچہ دو سو میں سے پانچ احادیث پر ہی عمل کر لے تو گویا اس نے علم کی زکوٰۃ ادا کر دی۔ اور جو شخص حاصل کردہ علم پر عمل کرنے سے عاجز ہو جائے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ علم کی حفاظت کرنے سے بھی عاجز ہو جائے۔

علی بن خشرم کا قول ہے کہ میں نے وکیعؒ (بن جراح) کو فرماتے سنا کہ (حافظے) یادداشت پر گناہ ترک کر کے مدد حاصل کرو۔

افضل علم حاصل کرو

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص کے لئے ضروری ہے کہ افضل علم حاصل کرے اس لئے کہ زیادہ علم کا پڑھنا عقلمند کے نزدیک علم یاد رکھنے سے زیادہ قابل ترجیح ہے۔ علم خوشحالی میں زینت اور تنگی میں نجات ہے۔ جو علم حاصل کرے گا بڑھے گا۔ جس طرح

کہ جو شخص بردبار ہو وہ سردار بنتا ہے۔

علم کی کثرت

خیر و بھلائی کے سوا مزید علم ہلاکت ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ میں ادب کی کثرت مہلک ہے۔ عقلمند شخص ان فنون میں کوشش کرتا ہے جو اسے دونوں جہانوں میں زیادہ فائدہ پہنچائیں اور جب اسے تھوڑا سا علم بھی حاصل ہوتا ہے وہ دوسرے کو اس کا فائدہ پہنچانے میں کنجوسی نہیں کرتا کیونکہ علم کی پہلی برکت ہی فائدہ پہنچانا ہے۔ اور میں نے جب بھی کسی کو علم سے فائدہ پہنچانے میں کنجوسی کرتے دیکھا وہ علم سے خود بھی فائدہ اٹھا نہ سکا۔

جس طرح زمین میں موجود پانی سے اس کے اوپر آئے بغیر، یا لال سونے سے معدن سے نکالے بغیر، موتی کو سمندر سے نکالے بغیر فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا، بالکل اسی طرح چھپے ہوئے علم سے جو نہ پھیلایا جائے اور نہ افادہ کے لئے پیش کیا جائے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔

علم حدیث سے بخل کرنے کی ہلاکتیں

عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے کہ جو شخص علم حدیث سے کنجوسی کرتا ہے وہ تین باتوں میں سے ایک میں مبتلا ہو جاتا ہے یا تو وہ مر جائے گا اور اس کا علم ختم ہو جائے گا یا وہ بھول جائے گا، یا حکمران (کا چمچایا درباری بننے) میں مبتلا کیا جائے گا۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے ”لوگ یا تو عالم ہوں یا طالب علم ان دونوں کے درمیان والے لوگوں میں کوئی خیر نہیں۔“

علم کا ایک باب دنیا سے بہتر ہے

حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ کوئی شخص علم کا ایک باب پڑھ کر اس کے ذریعے اپنے رب کی بندگی کرے۔ ایسا ہونا اس بات سے بہتر ہے کہ کسی شخص کو دنیا اسے شروع سے آخر تک ملے (یعنی مال اور آسائشیں ملیں) اور اسے دنیا آخرت میں نیچا کر دے۔“

باب (۴)

﴿خاموشی اختیار کرنے اور زبان کی حفاظت کرنے کا بیان﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ بھلی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص پر واجب ہے کہ جب دو باتوں (باطن کی اصلاح اور علم حاصل کرنے) کا ذکر ہو تو اس وقت اپنی ہمت کو زبان کی حفاظت میں لگائے حتیٰ کہ وہ اس کے لئے درست ہو جائے۔ کیونکہ یہی وہ چیز ہے جو انسان کو ہلاکت کی گھاٹیوں میں اتارتی ہے اور خاموشی، محبت اور وقار عطا کرتی ہے۔ جس شخص نے اپنی زبان کی حفاظت کی خود کو آرام دیا۔ خاموشی سے رجوع کرنا (پھرنا) بات سے (پھرنے) اسے واپس لینے سے بہتر ہے۔ خاموشی عقل کی نیند (آرام) اور گویائی اس کی بیداری ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت لقمان نے ارشاد فرمایا خاموشی حکمت ہے اور بہت کم لوگ اسے کرتے ہیں۔

کریزی کے اشعار ہے۔

اقلل کلامک واستعذ من شره — ان البلاء ببعضه مقرون

واحفظ لسانک واحتفظ من غبه — حتی یکون کانه مسجون

وکل فؤادک باللسان و قل له — ان الکلام علیکما موزون

فزناه ولیک محکما اذا قلة — ان البلاغة فی القلیل تکون

(ترجمہ) ''اپنی گفتگو کم رکھو اور اس کے شر سے پناہ مانگو کیونکہ مصیبت اس کے بعض حصے سے ملی ہوئی ہے۔ اور اپنی زبان کی

حفاظت کرو اور اس کی بے وقوفی سے اپنی حفاظت کرو حتیٰ کہ زبان قیدی کی طرح ہو جائے۔ اپنے دل کو زبان کے ساتھ ملا دو اور ان کو کہہ دو کہ گفتگو تم دونوں پر تولی جائے گی لہٰذا اس کو تولو۔ اور تم کم بولنے اور پکی بات کہنے والے بنو کیونکہ بلاغت کم گفتگو میں ہوتی ہے۔

زیادہ گفتگو نقصان دہ ہے

حضرت امام مالکؒ بن انس فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا زائد ہونا فائدہ مند ہے۔ سوائے گفتگو کے کیونکہ اس کا زیادہ ہونا مضر ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ زندگی میں صرف دو آدمیوں میں ''خیر'' ہے ایک خاموش رہنے والا جو علم کو سننے والا ہو، دوسرا عالم جو بات کر رہا ہو۔

لوگوں کی گفتگو پر اعتراض نہ کرو

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کی گفتگو پر حاوی نہ ہو اور نہ ہی ان کی گفتگو پر اعتراض کرے اس لئے کہ گفتگو اگرچہ اپنے وقت میں غلطی ہو مگر باعزت ہوتی ہے اور خاموشی اپنے وقت میں ایک عالی مرتبہ ہے۔ جس شخص کو اس کی خاموشی کی وجہ سے جاہل کہا جائے وہ بولنے میں بھی عاجز ہوتا ہے۔

زبان نہ ہوتی تو

انسان یا تو بنائی ہوئی تصویر ہوتا یا بے جان مجسمہ، اگر زبان نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ نے زبان کو تمام انسانی اعضاء پر بلند فرمایا ہے چنانچہ اگر یہ فرمانبردار ہو تو اس سے زیادہ اجر حاصل کرنے والا کوئی عضو نہیں اور اگر یہ گناہ کرے تو اس سے بڑا گناہ گار کوئی عضو نہیں۔

مسیّب بن واضح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو یہ فرماتے سنا۔

تعاهد لسانك ان اللسان سريع الى المرء في قتله
وهذا اللسان بريد الفؤاد يدل الرجال على عقله

(ترجمہ) ''اپنی زبان کی حفاظت کرو کیونکہ زبان انسان کے قتل میں بہت جلدی کرتی ہے اور یہ زبان دل کی ترجمان ہے لوگوں کو ان کی عقل کے بارے میں بتاتی ہے۔''

دل کو سخت بنانے والی چیزیں

حضرت فضیل بن عیاض کا قول ہے کہ

دو چیزیں انسان کے دل کو سخت بناتی ہیں، کثرت کلام (زیادہ بولنا) اور زیادہ کھانا۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ

پہلی عبادت خاموشی ہے پھر علم حاصل کرنا، پھر اس پر عمل کرنا اور پھر اس کی حفاظت (یاد رکھنا وغیرہ) اور پھر اس کی اشاعت کرنا۔

خاموشی انسان کا رعب ہے

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ

خاموشی لفظی تحریف سے امان گفتگو کی کجی سے حفاظت، فضول گوئی سے سلامتی اور خاموش رہنے والے کا رعب اور ہیبت ہے۔

جب تک بولنا ضروری نہ ہو نہ بولو

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ وہ خاموشی کو لازم کرلے حتیٰ کہ اسے بولنا لازم ہو جائے (جب تک بولنا ضروری نہ ہو اس وقت تک خاموش رہنا ضروری ہے) کیونکہ بولنے والے ہی زیادہ تر نادم ہوتے ہیں اور جو چپ رہتے ہیں بہت کم نادم ہوتے ہیں..... لوگوں میں سب سے زیادہ بدنصیبی والا اور بڑی مصیبت والا وہ شخص ہے جو آزاد (کھلی) زبان میں مبتلا کیا جائے اور اسے بند دل دیا جائے۔

زبان کے دس اوصاف

زبان کی دس خصلتیں ہیں جن کی پہچان عقلمند کے لئے ضروری ہے اور یہ کہ ہر خصلت کو اس کے موقع اور جگہ میں رکھا جائے۔

چنانچہ زبان کبھی ''الفاظ'' ہوتی ہے جس کے ذریعے بیان کو ظاہر کرتی ہے۔

۲۔ کبھی گواہ ہوتی ہے جو مافی الضمیر کی خبر دیتی ہے۔

۳۔ کبھی ''ناطق'' ہوتی ہے جو جواب دیتی ہے۔

۴۔ کبھی ''حاکم'' ہوتی ہے جو دلیل کے ساتھ فیصلہ کرتی ہے۔

۵۔ کبھی شافع ہوتی ہے جس کے ذریعے ضرورتوں کو حاصل کیا جاتا ہے۔

۶۔ کبھی ''واصف'' (وصف بیان کرنے والی) ہوتی ہے جس کے ذریعے اشیاء کا تعارف ہوتا ہے۔

۷۔ کبھی حاصد (کاٹنے والی) ہوتی ہے جو کینے کو ختم کرتی ہے۔

8۔ کبھی نازع (کسی طرف میلان رکھنے والی) ہوتی ہے جو محبت کو کھینچتی ہے۔

۹۔ کبھی مسل (تسلی دینے والی) ہوتی ہے جو دلوں کو صاف کرتی ہے۔

۱۰۔ کبھی معزی (تعزیت کرنے والی) ہوتی ہے جو غموں اور رنج کو ختم کرتی ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے۔

ان کان یعجبک السکوت فانہ قد کان یعجب قبلک الاخیارا
ولئن ندمت علی سکوت مرۃ فلقد ندمت علی الکلام مرارا
ان السکوت سلامۃ ولربما زرع الکلام عداوۃ و ضرارا
واذا تقرب خاسر من خاسر زاد بذاک خسارۃ و تبارا

(ترجمہ) ''اگر تجھے سکوت اچھا لگتا ہے تو تجھ سے پہلے نیک لوگوں کو بھی اچھا لگتا تھا اگر تو خاموشی پر ایک مرتبہ نادم ہوگا تو گفتگو پر کئی بار نادم ہوگا۔ اور بیشک خاموشی سلامتی ہے جبکہ گفتگو دشمنی یا نقصان کے بیج بو دیتی ہے اور جب خسارے والے سے خسارے والا

قریب ہوتا ہے تو اس سے خسارہ اور ہلاکت ہی بڑھتی ہے۔

مالک بن دینارؒ، احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

جس کی گفتگو (کلام) زیادہ ہو اس کی غلطیاں بھی زیادہ ہو جاتی ہیں اور جس کی غلطیاں زیادہ ہوں اس کی حیاء کم ہو جاتی ہے جس کی حیاء کم ہو جائے۔ اس کا تقویٰ کم ہو جاتا ہے اور جس کا تقویٰ کم ہو جائے اس کا دل مر جاتا ہے۔''

علی بکار کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے دو دروازے بنائے ہیں لیکن زبان کے چار ہیں، دونوں ہونٹ دو پٹ ہیں اور دانتوں کی دو روئیں دو پٹ ہیں۔

وہیب بن ورد سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ایک نوجوان بھی حاضر ہوتا تھا اور گفتگو بیان وغیرہ بڑے غور سے سنتا لیکن خود کوئی بات کئے بغیر مجلس ختم ہونے پر چلا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات محسوس کر لی اور اس سے فرمایا کہ ''تم ہماری مجلس میں آتے ہو اور بہت اچھی طرح سنتے بھی ہو لیکن کوئی بات کئے بغیر کیوں واپس چلے جاتے ہو؟ تو اس نوجوان نے جواب دیا میں حاضر ہو کر گناہوں سے بچتا اور نکھرتا ہوں اور خاموش رہ کر سلامتی حاصل کرتا ہوں۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ کانوں کو منہ سے دو گنا استعمال کرے اور یاد رکھے کہ اسے دو کان اور ایک منہ دیا گیا ہے تاکہ وہ بات کرنے سے زیادہ سنے۔ کیونکہ جب وہ بولے گا تو اکثر نادم ہوگا اور جب نہیں بولے گا تو نادم نہ ہوگا اور نہ کہی ہوئی بات کا جواب دینے پر کہی ہوئی بات کا جواب دینے سے زیادہ قادر ہے۔ اور لفظ کو جب تک نہ بولا جائے وہ شخص اس کا مالک رہتا ہے اور لفظ کہے جانے کے بعد لفظ اس شخص کا مالک ہو جاتا ہے اور بولنے والے کی عجیب بات یہ ہے کہ اگر وہ بلند آواز سے جملہ بولے تو کبھی کبھار اس کو وہ نقصان دیتا ہے اور بلند آواز سے نہ کہا جائے تو اسے نقصان نہیں دیتا۔

ابراہیم بن علی ذھلی بنو ربیعہ کے ایک شخص کے اشعار نقل کرتے ہیں۔

لعمرک ماشیٔ علمت مکانہ　　احق بسجن من لسان مذلل
علی فیک مما لیس یعنیک شأنہ　　بقفل وثیق ما استطعت فأقفل
فرب کلام قد جری من ممازح　　فساف الیہ سھم حتف معجل
وللصمت خیر من کلام بمأثم　　فکن صامتا تسلم و ان قلت فاعدل

(ترجمہ) ''تیری عمر کی قسم جن چیزوں کی تجھے جگہ و مرتبہ معلوم ہے ان میں زبان سے زیادہ اور کوئی چیز ذلت حاصل کرنے والی زبان سے زیادہ قید کی حقدار نہیں (اسے قید کردے) تیرے منہ میں ان باتوں سے جن سے تیرا کوئی سروکار نہیں مضبوط تالے میں جہاں تک ممکن ہو سکے اسے ''تالا بند'' کردے۔ کیونکہ بہت سی باتیں جو مذاق کرنے والا کرتا ہے وہ فوری موت کا تیر اس تک پہنچا دیتی ہیں اور یقیناً خاموشی گناہ کی گفتگو سے بہتر ہے لہٰذا چپ ہو جا اور اگر بولے بھی تو انصاف کر۔''

زیادہ بولنا جھوٹا ہونے کو کافی ہے

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ تیرے ظالم ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ تو ہمیشہ جھگڑا کرتا رہے اور تیرے گناہ گار ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ تو ریا کاری کرتا رہے اور تیرے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ تو بولتا رہے سوائے اللہ تعالیٰ کے بارے میں گفتگو کے۔

سعید بن ابی سعید حضرت کعب سے روایت کرتے ہیں کہ عافیت کے دس اجزاء ہیں اور ان میں سے نو خاموشی میں ہیں۔

اہل عقل کی تقسیم

حضرت شعبہ فرماتے ہیں کہ

لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جن کی عقل ان کے آس پاس ہوتی ہے۔ بعض وہ

ہیں جن کی عقل ان کے ساتھ ہوتی ہے اور بعض وہ ہیں جنہیں عقل ہی نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ شخص جس کی عقل اس کے ساتھ ہوتی ہے یہ وہ شخص ہے جو بات کرنے سے پہلے اس پر غور کرتا ہے۔ اور جس شخص کی عقل ان کے آس پاس ہوتی ہے یہ وہ شخص ہے جو بات کرنے کے بعد غور کرتا ہے اور بعض وہ شخص ہیں جنہیں عقل نہیں (یعنی وہ بات کرنے سے پہلے بھی نہیں سوچتے اور بات کرنے کے بعد بھی نہیں سوچتے)

(راوی کہتا ہے) چنانچہ یہ بات جب ہم یحییٰ کے پاس سے لوٹے تو میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی کو کہی تو اس نے کہا ہاں یہ ہماری صفت ہے۔ (یعنی جس کی عقل (آس پاس ہوتی ہے) عبدالرحمٰن کو یہ بڑی پسند آئی۔ کہنے لگا کہ یہ بات شعبہ کی ہونا ضروری نہیں یہ ہوسکتا ہے یہ بات انہوں نے کسی اور (بڑے) سے سنی ہو۔

لاتقل القول ثم تتبعه یالیت ما کنت قلت لم اقل

(ترجمہ) ''ایسی بات مت کہو کہ اس کے بعد تم یہ کہو کہ کاش میں نے جو کہا ہے وہ نہ کہا ہوتا۔''

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ کسی بھی شخص کو زبان درازی سے زیادہ دین کو نقصان دہ مصیبت نہیں دی جاتی۔

خالد بن حارث کہتے ہیں کہ خاموشی عقلمند کی زینت اور جاہل کے لئے عیب ہے۔

خاموشی کو اختیار کرنا بہر صورت ضروری ہے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ اگر خاموشی میں اس کے سوا کوئی اور اچھی خصلت نہ ہوتی کہ وہ عقلمند کی زینت اور جاہل کا عیب ہے تب بھی انسان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ جس حد تک ہو سکے خاموشی کو نہ چھوڑے۔ اور جو شخص گناہوں سے سلامتی کو پسند کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ بات کہے جو قبول کی جائے اور ایسی بات بھی کم کہے۔ کیونکہ زیادہ بولنے پر یا تو برتر شخص جرأت کرتا ہے یا پھر بے وقوف۔ اسی وجہ سے اصل علم میں بہت سے لوگوں نے زیادہ فضول بولنے والوں کی حدیث قبول نہیں کی ہے۔ (اس سے مراد

ایسی باتیں ہیں جوان کے شایانِ شان نہیں)

چنانچہ راوی سعید سے مروی ہے کہ میں نے حکم سے کہا کہ آپ زاذان کی حدیث کیوں نہیں لکھتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ بہت زیادہ بولتا تھا۔

عقلمند کی زبان دل کے پیچھے ہوتی ہے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہوتی ہے چنانچہ جب وہ بولنے کا ارادہ کرتا ہے تو دل کی طرف رجوع کرتا ہے اگر اس کی مرضی کے مطابق ہو تو کہتا ہے ورنہ نہیں کہتا۔ اور جاہل کا دل زبان کے ایک طرف ہوتا ہے چنانچہ جو زبان پر آتا ہے وہ کہہ ڈالتا ہے۔ اور جو شخص اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرسکتا وہ اپنے دین کو بھی نہیں روک سکتا۔"

زبان جب اچھی ہو تو اس کی اچھائی دوسرے اعضا پر ظاہر ہو جاتی ہے اور جب خراب ہو تو بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

امام اوزاعی نے امام یحییٰ بن کثیر کا قول نقل کیا ہے کہ کسی شخص کی جب زبان اچھی ہوتی ہے تو وہ اس کے سارے اعمال میں پہچانی جاتی ہے۔

عقلمند بات کی ابتداء کب کرتا ہے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند اپنی بات کی ابتداء اس وقت کرتا ہے جب اس سے کچھ پوچھا جائے اور صرف وہ بات کہتا ہے جو قبول کی جائے۔ جب اسے برا بھلا کہا جاتا ہے تو جواب نہیں دیتا۔ جب کسی کو بات کہتا ہے تو حد سے زیادہ نہیں کہتا۔ کیونکہ شروع میں چپ رہنا اگرچہ بہت اچھا ہے لیکن بری بات کے وقت خاموش رہنا اس سے بھی زیادہ اچھا ہے۔

اسیر بن جابر کا قول ہے کہ میں نے کسی کمینے کو کبھی منہ نہیں لگایا لیکن اگر میں یہ کہتا کہ میں کمینے کو منہ نہیں لگاؤں گا تو مجھے ڈر ہوتا کہ مجھے یہ کہنے کی وجہ سے مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ مصیبت قول کے تابع ہوتی ہے۔

زبان قید کی زیادہ حقدار ہے

عیسی بن عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ کوئی چیز زبان سے زیادہ لمبی قید کی حقدار نہیں۔

ابوطعمہ نے اپنے ایک قبیلے والے کی بات نقل کی ہے کہ میں ربیع بن خثیم کے ہاں حسین کی وفات کی خبر دینے گیا تو لوگوں نے کہا کہ آج ان کا بیان ہے چنانچہ انہوں نے اپنی آواز بند کی اور فرمایا۔

اے اللہ زمین اور آسمان کو بنانے والے غیب اور عالم حاضر کے جاننے والے تو ہی ہے جو اپنے بندوں کے درمیان ان کی اختلافی باتوں کا فیصلہ کرتا ہے۔

زبان کی حفاظت کرنے والی ایک خاتون کا واقعہ

ابراہیم بن عمرو بن حبیب کہتے ہیں کہ ہمیں اصمعی نے بیان کیا کہ ایک دن میں جنگل میں گھوم رہا تھا کہ اچانک میں نے اعرابی عورت کو دیکھا کہ وہ اکیلی اپنے اونٹ پر چلی جا رہی ہے تو میں نے اس سے پوچھا۔

اے امتہ الجبار (اللہ کی بندی) آپ کسے تلاش کر رہی ہیں اس نے جواب دیا۔

﴿مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَا هَادِیَ لَهٗ﴾

''جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو وہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔''

چنانچہ میں سمجھ گیا کہ یہ اپنے قافلے کے ساتھیوں کو گم کر بیٹھی ہے میں نے کہا آپ ساتھیوں کو گم کر بیٹھی ہیں؟ اس نے جواب دیا۔

﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ وَ كُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا﴾ (النمل)

''تو ہم نے اس کی سلیمان کو سمجھ عطا کر دی اور ہر ایک کو ہم نے

حکمت اور علم عطا کیے۔''

تو میں نے اسے کہا کہ آپ کہاں سے آئی ہیں؟ تو اس نے جواب دیا۔

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ﴾ (الاسراء)

''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے ارد گرد کو ہم نے برکت عطا کی ہے۔''

تو میں سمجھ گیا کہ یہ بیت المقدس کی رہنے والی ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ آپ بات کیوں نہیں کرتیں؟ اس نے جواب دیا۔

﴿مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ﴾ (ق)

''وہ جو بھی لفظ کہتا ہے اس پر ایک نگران موجود رہتا ہے۔''

پھر مجھے میرے ایک ساتھی نے کہا کہ کہیں یہ عورت خوارج میں سے نہ ہو؟ تو اس عورت نے کہا:۔

﴿فَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾ (لقمٰن)

''ایسی بات کے پیچھے مت پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک سماعت بصارت اور دل ان سب کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔''

چنانچہ ہم اس کے ساتھ چلتے رہے اچانک ہمیں سامنے خیمے اور قبے نظر آئے تو وہ کہنے لگی۔

﴿وَعَلٰمٰتٍ وَّبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ﴾

''اور بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں اور ستاروں سے بھی لوگ راہ پاتے ہیں۔''

میں اس کی بات نہ سمجھ سکا تو کہنے لگا کہ آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں؟ اس نے کہا:

﴿وَ جَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَى دَلْوَهُ قَالَ يَا بُشْرَى هَذَا غُلَامٌ﴾ (سورہ یوسف)

(ترجمہ) ''اور ایک قافلہ آیا تو انہوں نے اپنا پانی لانے والا بھیجا، اس نے ڈول ڈالا (اور) کہا خوشخبری ہو یہ تو ایک بچہ ہے۔''

میں نے پوچھا کہ میں کیسے آواز دوں؟ کیسے بلاؤں؟ تو اس نے کہا۔

﴿يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ. يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ﴾

''اے یحییٰ کتاب کو قوت سے تھام لے، اے زکریا ہم تجھے بیٹے کی بشارت دیتے ہیں۔ اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنا دیا ہے۔''

اصمعی کہتے ہیں کہ پھر ہمارے سامنے تین موتیوں جیسے نوجوان آ کھڑے ہوئے اور وہ کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب کعبہ کی قسم ہم انہیں تین دن سے گم کئے ہوئے ہیں تو وہ کہنے لگی۔

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ وَ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ﴾ (فاطر)

''تمام حمد و ستائش اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے رنج کو دور کیا، اور ہمارا رب مغفرت والا شکر والا ہے۔''

پھر ان میں سے ایک کو اشارہ کر کے کہنے لگی۔

﴿فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكَى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ﴾

''تو تم میں سے کسی ایک کو یہ سکے دے کر بھیجو تاکہ وہ دیکھ لے کون سا اچھا کھانا ہے تو اس میں سے کچھ کھانے کو لے آئے۔''

تو میں نے کہا کہ اس عورت نے ان کو ہمارا اکرام کرنے کا کہا ہے چنانچہ وہ

روٹیاں وغیرہ لے آئے تو میں نے کہا ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر میں نے ایک لڑکے سے پوچھا کہ یہ تمہاری کون ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ ہماری والدہ ہیں اور انہوں نے چالیس سال قرآن کریم کے علاوہ کوئی بات نہیں کی اس ڈر سے کہ زبان سے کہیں جھوٹ نہ نکل جائے۔ چنانچہ میں اس خاتون کے قریب ہوا اور عرض کیا اے اللہ کی بندی۔ مجھے نصیحت کیجئے تو وہ بولی۔

﴿مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾

اس کے یہ کہنے سے میں یہ سمجھا کہ یہ شیعان علی میں سے ہے۔ چنانچہ میں وہاں سے اپنے راستے لوٹ آیا۔

مؤرق عجلی کہتے ہیں کہ میں اس کی تلاش میں دس سال سے ہوں اور اب تک اس کی تلاش نہیں چھوڑی ہے تو کسی نے پوچھا اے ابو معتمر وہ کیا چیز ہے تو مؤرق عجلی نے فرمایا: یہ ''لایعنی باتوں سے سکوت''۔

ابراہیم بن رستم کہتے ہیں کہ میں نے خارجہ کو یہ کہتے سنا کہ میں پندرہ سال عبداللہ بن عون کی مصاحبت میں رہا اور میں نہیں سمجھتا کہ فرشتوں نے ان کے خلاف کچھ لکھا ہوگا۔

☆☆☆

باب (۵)

﴿سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کی ترغیب﴾

ابوسفیانؒ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''تمہیں لازم ہے کہ سچ بولو کیونکہ سچ نیکی کے راستہ پر لے جاتا ہے اور نیکی جنت کے راستے پر لے جاتی ہے اور ایک شخص اتنا سچ بولتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے سچا لکھ دیا جاتا ہے اور تمہیں لازم ہے کہ جھوٹ سے بچو اس لئے کہ جھوٹ ''فجور'' کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور ایک شخص اتنا جھوٹ بولتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

زبان کو سچ کی عادت ڈالئے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے زبان کو دوسرے تمام اعضاء پر فضیلت عطا فرمائی ہے اس کا درجہ بلند کیا اور فضیلت کو اس طرح واضح فرما دیا کہ تمام اعضاؤ جوارح کے درمیان اسے گویائی عطا کی۔

عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان کو جھوٹ کا عادی بننے سے بچائے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کا اظہار کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان کو ہمیشہ سچ کا خوگر بنائے اور اس کی نگرانی کرے اور یہ کہ جس کا نفع اسے دونوں جہان میں ملے اسے اس کی عادت ڈالے اس لئے کہ زبان اسی کا تقاضا کرتی ہے جس کی اسے عادت ڈالی گئی سچ کی عادت ڈالی تو سچ کا اور جھوٹ کی عادت ڈالی تو جھوٹ کا تقاضا کرے گی۔

عبدالملک کی بچوں کی تربیت میں وصیت

اسماعیل بن عبداللہ کہتے ہیں کہ

خلیفہ عبدالملک بن مروان نے مجھے حکم دے رکھا تھا کہ میں اس کے دونوں بیٹوں کو گھی سے دور رکھوں اور دوسرے یہ کہ میں انہیں اس وقت تک کھانا نہ کھلاؤں جب تک کہ وہ بیت الخلاء سے نہ ہو آئیں۔ اور وہ یہ کہا کرتا تھا کہ

میرے بچوں کو اس طرح سچ بولنا سکھاؤ جس طرح انہیں قرآن کریم سکھاتے ہو اور انہیں جھوٹ سے دور رکھو اور یہ بتاؤ کہ اس سے آدمی قتل تک ہو جاتا ہے۔

مجھے ابرش نے یہ شعر سنائے۔

الکذب مردیک و ان لم تخف　　والصدق منجیک علی کل حال

فانطق، بماشئت تجد غبہ　　لم تبتخس وزنۃ مثقال

(ترجمہ) ”جھوٹ تجھے ہلاک کرنے والا ہے اگرچہ تو نہ ڈرے

اور سچ ہر حال میں تجھے نجات دینے والا ہے چنانچہ جو چاہے بول

تجھے اس کا بدلے ملے گا اور رائی برابر بھی کمی نہیں کی جائے گی۔“

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خطبہ

حمید بن عبدالرحمن سے مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے پہلے سال میں ہمیں خطاب کیا اور فرمایا کہ لوگوں کو یقین کے بعد درگزر سے بڑھ کر [illegible] افضل چیز عطا نہیں کی گئی۔ سو سچ اور نیکی جنت میں ہوں گے اور جھوٹ اور فجور جہنم میں ہوں گے۔

منافق کون؟

طیسلہ بن علی بہدلی کہتے ہیں کہ

میں عرفہ کے دن اصول اراک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھا کہ ان کے سامنے ایک عراقی شخص نے آکر کہا اے ابن منافق! تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے

فرمایا تیرا ستیاناس ہو، منافق تو وہ ہوتا ہے جو جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ ادا نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ گوشت

محمد بن خلف بن ابواز ہر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت فضیل بن عیاض کو یہ فرماتے سنا کہ

اللہ تعالیٰ کو گوشت کا کوئی ٹکڑا سچی زبان سے زیادہ پسند نہیں اور گوشت کا کوئی ٹکڑا جھوٹی زبان سے زیادہ ناپسند نہیں۔

زبان سے جھوٹی خوبصورتی حاصل نہیں ہو سکتی

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

کسی بھی چیز کو مستعار لے کر (عارضی طور پر اختیار کر کے) اس سے خوبصورتی اپنانا بڑا ہی آسان ہے سوائے زبان کے کیونکہ زبان وہی بات ظاہر کرتی ہے جس کی اسے عادت ڈالی گئی ہو۔ اور سچ نجات دیتا ہے اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے۔ اور جو شخص اپنی زبان پر غالب آ جائے اسے اس کی قوم امیر بنا لیتی ہے اور جو شخص زیادہ جھوٹ بولتا ہے وہ اپنے لئے کوئی چیز باقی نہیں چھوڑتا جس پر اسے سچا کہا جائے۔ اور جھوٹ وہی شخص بولتا ہے جسے اپنے آپ کی کوئی قدر نہ ہو۔

محمد بن کعب قرضی کہتے ہیں کہ۔

جھوٹا شخص جھوٹ اپنے نفس کی بے وقعتی کی وجہ سے بولتا ہے۔

جھوٹا شخص بھولتا اور ناقابل اعتناء ہو جاتا ہے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ

اگر جھوٹ کا عیب صرف یہی ہوتا کہ وہ جھوٹ بولنے والے کو اتنا گرا دیتا ہے کہ اگر وہ سچ بھی بولے تو سچ نہیں سمجھا جائے گا۔ تب بھی تمام مخلوق پر ہمیشہ سچائی کے لئے غور و فکر کرنا اور اسے اپنانا لازم ہوتا۔ جھوٹ کی ایک آفت یہ بھی ہے کہ جھوٹا شخص

ناقابل اعتناء ہو جاتا ہے اور جب ایسا ہے تو وہ ایسا ہو گیا وہ اپنے اوپر ہر لحہ ہر آن اپنی رسوائی کو آواز دیتا ہو۔

میں نے احمد بن محمد بن ازہر کو یہ کہتے سنا کہ نصر بن علی جہضمی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جھوٹوں کے خلاف ''بھول'' کے ذریعے مدد کی ہے۔ (یعنی جھوٹے اپنی بات کہہ کر بھول جاتے ہیں)

محمد بن عبداللہ بغدادی نے مجھے یہ شعر سنائے۔

اذا ما المرء اخطأه ثلاث　　فبعه ولو بكف من رماد

سلامة صدر والصدق منه　　وكتمان السرائر في الفؤاد

(ترجمہ) ''جب کسی شخص میں تین چیزیں ختم ہو جائیں تو اسے بیچ دو چاہے ایک مٹھی راکھ کے بدلے ہی ہو۔ سینے کی سلامتی، اس کی سچ گوئی، اور دل میں رازوں کا چھپانا۔''

ہر بات مت کرو

ابوحاتم کہتے ہیں کہ

زبان کاٹنے والا درندہ ہے اگر اس کا مالک اسے باندھ کر رکھے تو محفوظ رہے گا اگر کھلا چھوڑ دیا تو وہ اسے کاٹ کھائے گا۔ جھوٹا اپنے منہ کے ذریعے ہی رسوا ہوتا ہے۔ عقلمند شخص ان باتوں میں نہیں پڑتا۔ (گفتگو نہیں کرتا) جس کے بارے میں علم نہ ہو ورنہ اسے اس کے بارے میں بھی عیب لگایا جائے گا جس کا علم اسے ہے کیونکہ جھوٹ تمام گناہوں کی بنیاد اور اصل ہے اور جھوٹ رسوائیوں کو ظاہر کرتا ہے اور محاسن کو چھپاتا ہے۔ چنانچہ انسان کے لئے ضروری ہے کہ اگر اسے کسی ایسی بات کا پتہ چلے جو اس کا عیب بیان کر رہی ہو تو وہ اس کے بارے میں باتیں کرتا نہ پھرے کیونکہ جو شخص ہر بات کرتا ہے اسے اس کی رائے پر عیب لگایا جاتا ہے اور سچائی فاسد ہو جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، مومن کے لئے جھوٹ میں سے اتنا کافی ہے کہ وہ جو بات سنے اسے بیان کر دے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے مروی ہے کہ خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جو اپنی زبان کو روکے رکھے۔ اپنے گھر میں رہے اور اپنے گناہوں پر روئے۔

سچ بولنے کا انعام

منصور بن ربعی سے کسی نے پوچھا کہ اے ابوسفیان آپ کسے ذکر کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا میں نے ربعی کا ذکر کیا ہے جانتے ہو کہ ربعی کون تھے؟ یہ ایک بہادر شخص تھے۔ ان کی قوم کا ان کے بارے میں یقین تھا کہ یہ شخص جھوٹ نہیں بولتا۔ پھر ایک چغلخور نے حجاج کے پاس ان کی چغلی کر دی کہ یہاں ایک بہادر شخص ہے اس کی قوم سمجھتی ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا مگر وہ آج جھوٹ بولے گا کیونکہ آپ نے اس کے دونوں بیٹوں کو بلوایا تھا مگر وہ نہیں آئے اور اب وہ گھر میں ہیں۔ حجاج کے ہاں غلطی کی سزا تلوار کی ضرب تھی چنانچہ اس نے انہیں بلوایا دیکھا ایک کمزور سا بوڑھا شخص ہے۔ پوچھا کہ آپ ربعی ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ پوچھا تمہارے دونوں بیٹے کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا وہ تو وہ رہے گھر میں؟ حجاج نے ان کا جواب سن کر انہیں سواری دی پوشاک دی اور نیکی اور بھلائی اور مہربانی کرتے ہوئے رخصت کیا۔

سچ بولنے والی خاتون فاروقی خاندان کی بہو بنی

عبیداللہ بن محمد تیمی اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منی میں پیاس لگی تو وہ (پانی ڈھونڈتے ہوئے) ایک بوڑھی عورت کے پاس پہنچے۔ اور پوچھا کہ کیا پانی ہے؟ اس نے کہا ہمارے پاس نہیں ہے۔ آپ نے پھر پوچھا کہ دودھ ہے؟ اس نے کہا وہ بھی نہیں ہے۔ اتنے میں ایک لڑکی آئی اور اس نے کہا اماں جھوٹ بولتے ہوئے حیا نہیں آتی؟ پھر اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس برتن میں دودھ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر اس لڑکی کے بارے میں پوچھا تو پتہ چلا کہ اس کا باپ بنوثقیف سے تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عاصم کے لئے اس کا رشتہ مانگ لیا چنانچہ اسی لڑکی

کی ایک بیٹی ام عاصم بنت عاصم ہوئی جس کا نکاح بعد میں عبدالعزیز بن مروان سے ہوا اور پھر ام عاصم کے ہاں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی پیدائش ہوئی۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

غلط بات کرنے سے عاجز ہونا بہتر ہے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ سچ دونوں جہانوں میں انسان کو بلند کرتا ہے اسی طرح جھوٹ دونوں جہان میں گرا دیتا ہے۔ اگر سچ میں اس کے سوا کوئی اور قابل تعریف خصلت نہ ہوتی کہ انسان کا سچ جب معروف ہو جائے تو اس کا جھوٹ بھی قبول کر لیا جاتا ہے اور سننے والے کو وہ سچ ہی لگتا ہے۔ تو بھی عقلمند شخص پر واجب ہوتا کہ اپنی زبان کو سچ کی مشق کرانے میں خوب کوشش سے کام لے حتیٰ کہ وہ سچ پر چلنے لگے۔ جھوٹ اور عاجزی سے بچنا بعض اوقات بولنے سے بہتر ہوتا ہے کیونکہ ہر وہ کلام (گفتگو) جسے کرنے والا اس کی جگہ پر غلطی کرے تو بولنے سے عاجز شخص اس وقت اس سے بہتر ہوتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بندہ ایمان کی حقیقت سے اس وقت تک روشناس نہیں ہوتا جب تک کہ وہ حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے کو نہ چھوڑ دے اور مذاق میں بھی جھوٹ بولنا نہ چھوڑے اگرچہ اس کا خیال ہو کہ اگر وہ چاہے تو غالب ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس بات سے تمہارا تعلق نہیں اس کو چھوڑ دو اور جس سے تمہارا سروکار نہیں اس پر بات نہ کرو اور اپنی زبان کو ایسے محفوظ رکھو جیسے دراہم کو محفوظ رکھتے ہو۔

ابن سیرینؒ کا قول ہے کہ

"(گفتگو) کلام میں اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ اس میں جھوٹی باتیں ملائی جائیں۔"

باب (۶)

حیاء کے لزوم اور بے حیائی کے ترک کرنے کی ترغیب

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا پہلی نبوتوں کا جو پیغام لوگوں کو پہنچا وہ یہ تھا کہ جب تم حیا نہ کرسکو تو جو جی چاہئے کرو۔[۱]

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کو باحیا ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ عقل کی بنیاد اور بھلائی کا بیج ہے اور حیاء کا ترک کرنا جہالت کی بنیاد اور شر کا بیج ہے۔ حیاء عقل پر دلالت کرتی ہے اسی طرح حیاء کا نہ ہونا جہالت کی دلیل ہے۔ جس شخص سے لوگ اس کی حیاء سے کچھ حاصل نہ کرسکیں وہ اپنی بے حیائی کی وجہ سے ان سے کچھ حاصل نہیں کرسکتا۔

کسی شاعر نے کہا ہے کہ جو شخص علم اور عقل کی طرف منسوب ہو اور اس میں چار صفات نہ ہوں تو وہ شخص عالم و عاقل نہیں ہے۔ تقویٰ جو خیر و فضیلت کا جامع ہے، سچی حیاء جو اہل مروت کی طبیعت ہے۔ بردباری جو اسے لوگوں کے فجور کے نقصانات سے بچاتی ہے۔ سخاوت جو برائیوں کی دافع ہے۔

مجھے محمد بن عبداللہ بغدادی نے یہ اشعار سنائے۔

اذاقل ماء الوجه قل حياءه   فلا خير في وجه اذا قل ماءه

حياءك فاحفظه عليك فانما   يدل على وجه الكريم حياؤه

(ترجمہ) ''جب چہرے کا پانی کم ہو جائے تو اس کی حیاء بھی کم ہو جاتی ہے چنانچہ اس چہرے میں کوئی خیر نہیں جس کا پانی کم ہو جائے۔ اپنی حیاء کی حفاظت کر کیونکہ کریم شخص کے چہرے پر اس

---

[۱] بخاری ۱/۴۳۴، ابوداؤد حدیث ص نمبر ۴۷۹۷

کی حیاء دلالت کرتی ہے۔"

عبداللہ کا قول ہے۔ "مومن میں سب سے زیادہ ملامت والی خصلت "بے حیائی" ہے۔"

ابو حاتم کہتے ہیں حیاء ناپسندیدہ خصال سے بچنے کا نام ہے۔

حیاء دو قسم کی ہوتی ہے

(۱) بندے کی اپنے رب جل شانہ سے کسی پرخطر (از گناہ وغیرہ) کام کا ارادہ کرنے پر حیاء کرنا۔

(۲) بندے کا لوگوں کے ناپسندیدہ کسی قول اور فعل میں پڑنے سے حیاء کرنا۔

یہ دونوں قسم کی حیاء قابل تعریف ہے الا یہ کہ ان میں سے ایک تو فرض ہے اور دوسری فضیلت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نواہی سے بچتے وقت حیاء فرض ہے اور لوگوں کے ناپسندیدہ اقوال و افعال میں پڑنے سے حیاء کرنا فضیلت ہے۔

محمد بن خلف تیمی کہتے ہیں کہ بنوخزاعہ کے ایک شخص نے یہ اشعار سنائے۔

اذا لم تخش عاقبة الليالي ولم تستحي فاصنع ماشئت

فلا واللّٰه مافي العيش خير ولا الدنيا اذا ذهب الحياء

(ترجمہ) "جب تو راتوں کے انجام سے نہ ڈرے اور حیاء نہ کر سکے تو جو چاہے کر سو خدا کی قسم زندگی میں کوئی بھلائی نہیں نہ ہی دنیا میں جب حیاء ختم ہو جائے۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے حیاء کرو خدا کی قسم میں نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اس وقت سے میں اگر قضائے حاجت کے لئے نکلتا ہوں تو اللہ تعالیٰ سے حیاء کے باعث سر ڈھانکے رہتا ہوں۔

ابو حاتم کہتے ہیں، حیاء ایمان میں سے ہے اور مومن جنت میں ہوگا۔ اور بے حیائی جفا ہے جفا کار جہنم میں ہوگا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس پر فضل کر دے اور وہ جہنم سے چھوٹ جائے۔

چنانچہ جب انسان حیاء کو اختیار کرے تو خیر کے اسباب اس میں موجود رہتے ہیں لیکن جب بے حیائی فحش گوئی کے ساتھ مل جائے تو خیر کا وجود معدوم ہو جاتا ہے اور شر مسلسل موجود رہتا ہے کیونکہ حیاء انسان اور گناہوں کے درمیان رکاوٹ ہے۔ چنانچہ حیاء کی قوت کی وجہ سے گناہوں کا ارتکاب کمزور پڑ جاتا ہے اور حیاء کے ضعف کی بناء پر گناہوں کا ارتکاب قوی ہو جاتا ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ورب قبيحة ما حال بينى وبين ركوبها الا الحياء
فكان هو الدواء لها ولكن اذا ذهب الحياء فلا دواء

(ترجمہ) ”بہت سی برائیاں ہیں کہ جن کے اور میرے درمیان
صرف حیاء حائل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ ان کی دوا بن جاتی ہے
لیکن جب حیاء ختم ہو جائے تو کوئی دوا نہیں۔“

یزید بن ثابت کہتے ہیں کہ جو شخص لوگوں سے حیاء نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ سے بھی حیا نہیں کرتا۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کو لوگوں سے حیاء کے لزوم کا عادی بنائے اور حیاء کی سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ نفس اچھے خصائل اپنانے اور بری خصلتوں سے بچنے کا عادی بن جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کی سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ انسان جہنم سے بچنے میں (نواہی کے ارتکاب کے وقت اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کی وجہ سے) کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ انسان کی طبیعت اللہ اور اس کے درمیان اور مخلوق کے ساتھ معاملے کرنے کے دوران کرم اور ملامت دونوں پر ایک ساتھ ڈھالی گئی ہے۔

اور جب حیاء قوی ہوگا اور ملامت کمزور ہوگی اور جب حیاء کمزور ہوگی تو ملامت قوی اور کرم کمزور ہوگا۔

جب انسان کی حیاء زبردست ہو تو عزت محفوظ رہتی ہے اس کی برائیاں دفن ہو جاتی ہیں محاسن پھیل جاتے ہیں اور جس کی حیاء ختم ہو جائے اس کی خوشی ختم ہو جاتی ہے اور جس کی خوشی ختم ہو جائے وہ لوگوں کی نظروں میں بے وقعت اور عیب دار ہو جاتا ہے۔ جسے عیب لگایا جائے اسے اذیت دی جاتی ہے اور جسے اذیت دی جائے وہ رنجیدہ ہوتا ہے۔ جو رنجیدہ ہوتا ہے اس کی عقل گم ہو جاتی ہے اور جس کی عقل میں خرابی ہو جائے اس کے اکثر اقوال اس کے اپنے خلاف جاتے ہیں حق میں نہیں جاتے۔

جس میں حیاء نہ ہو اس کا کوئی علاج نہیں، جس میں وفا نہ ہو اس میں حیاء نہیں جس میں دوستی نہ ہو اس میں وفا نہیں۔ اور جس کی حیاء کم ہو وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جو من میں آئے کہہ دیتا ہے۔

یحییٰ بن جعدہ کہتے ہیں کہ جب تم کم حیاء والے شخص کو دیکھو تو جان لو کہ اس کے نسب میں کوئی خرابی ہے۔

باب (۷)

تواضع اختیار کرنے اور تکبر سے بچنے کی ترغیب

علاء بن عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ

صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا، درگزر کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت ہی بڑھاتا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلند فرما دیتا ہے۔[1]

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ تواضع اختیار کرے اور تکبر سے دور رہے۔ اگر تواضع میں اس کے سوا اور کوئی اچھی خصلت نہ ہوتی کہ جو شخص جتنا زیادہ تواضع اختیار کرتا ہے اس کی شان بلند ہی ہوتی ہے، تو بھی بندے کے لئے واجب ہوتا کہ اس کے علاوہ کسی اور حالت کو اختیار نہ کرے۔

تواضع (اپنے آپ کو کمتر سمجھنا و ظاہر کرنا) کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قابل تعریف ہے دوسری قابل مذمت ہے۔ جو تواضع قابل تعریف ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندوں پر اپنی برتری دکھانا ترک کرے اور ان کو عیب لگانا اور برا سمجھنا چھوڑے۔ اور قابل مذمت یہ ہے کوئی شخص مالدار شخص کے سامنے اس کی دولت میں رغبت کی وجہ سے اس کے سامنے خود کو دنیاوی دولت کے اعتبار سے کم ظاہر کرے۔

چنانچہ عقلمند شخص قابل مذمت تواضع سے ہر حال میں دور رہتا ہے اور قابل تعریف تواضع کو اس کی تمام جہات پر اختیار کئے رکھتا ہے۔

عبید اللہ بن عدی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد

---

[1] مؤطا امام مالک (۲/۲٦۰)، مسند احمد (۲/۳۸٦)، مسند مسلم (۴/۲۰۰۱)

فرمایا کہ جب کوئی شخص اللہ کی رضا کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حکمت[۲] کو بلند فرما دیتے ہیں اور کہتے ہیں بلند ہو جا اللہ تجھے بلند کرے" تو وہ شخص اپنی نظروں میں چھوٹا اور لوگوں کی نظروں میں بڑا ہو جاتا ہے۔ اور جب بندہ تکبر کرے اور سرکش ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے نیچے گرا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دھنس جا اللہ تجھے اور دھنسائے۔" تو وہ شخص اپنے تئیں بڑا اور لوگوں کی نظروں میں چھوٹا ہو جاتا ہے۔"

ابو حاتم کہتے ہیں کہ تواضع انسان کی قدر بلند کرتا ہے اور مرتبہ عظیم کرتا ہے اور عزت و وقار بڑھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کی دو قسمیں ہیں

(۱) بندے کا اپنے رب کے سامنے اس وقت تواضع کا اظہار جب وہ احکامات کی بجا آوری کرے۔ چنانچہ اس وقت خود پسندی کا شکار ہو نہ ہی ریاء کاری کرے بلکہ ایسی حالت ہو جو اسباب ولایت کی موجب ہوتی ہے۔ بلکہ خیال یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس پر ان احکام کی بجا آوری کی توفیق دیکر فضل فرمایا ہے۔

یہ وہ تواضع ہے جو فرمانبرداری کے کاموں پر خود پسندی کو دور کرتا ہے۔

(۲) دوسرا تواضع وہ ہے کہ جب گناہوں کو یاد کرتے تو بندہ خود کو حقیر اور عیب دار سمجھے اور دنیا میں ہر ایک شخص سے فرمانبرداری میں خود کو کمتر سمجھے اور گناہوں میں اس سے زیادہ جانے۔

قرآن کی آیت وَ كَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ (سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۸۹) "اور وہ لوگ ہمارے لئے خشوع رکھتے تھے۔" کے بارے میں حضرت مجاہد کا قول ہے کہ خاشعین کا مطلب "متواضعین" ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص تکبر سے دوری کو اس کے مذموم خصال کی وجہ سے اختیار کئے رکھتا ہے۔ اس کے مذموم خصال یہ ہیں۔

(۱) جو شخص بھی تکبر اختیار کرتا ہے وہ خود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے اور دوسروں سے

---

[۲] حکمت بلند ہونا اعزاز ملنے عزت بڑھنے سے کنایہ ہے۔

خود کو برتر سمجھتا ہے۔

(۲) وہ سارے جہاں کو حقیر و عیب دار سمجھتا ہے کیونکہ جو شخص جب تک کسی کو حقیر نہ سمجھے خود کو اس سے برتر نہیں سمجھ سکتا اور حقیر سمجھنے کی خرابی کے لئے اتنا کافی ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے عزت عطا کی ہے یہ اس کے خلاف اور سرکش ہے۔

(۳) وہ گویا اللہ تعالیٰ سے اس کی صفات میں جھگڑتا ہے کیونکہ کبریائی اور عظمت اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں (اور یہ خود کو عظیم سمجھتا ہے) جو شخص اللہ تعالیٰ سے ان صفات میں جھگڑے گا اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ڈال دیں گے الا یہ کہ اپنے فضل سے اسے معاف فرما دیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

التیسہ مفسدۃ للدین، منقصۃ للعقل مھتکۃ للعرض فانتبہ
لاتشرھن فان الذل فی لشرہ والعز فی الحلم لا فی البطش والسفہ

(ترجمہ) ''تکبر دین کے لئے مفسد ہے عقل کو کم کرتا ہے عزت خراب کرتا ہے، لہٰذا متنبہ ہو جا لالچ مت کر کیونکہ لالچ میں ذلت ہے اور عزت بردباری میں ہے نہ کہ سختی اور بے وقوفی میں۔

یحییٰ بن خالد برمکی کا قول ہے۔ معزز آدمی جب زہد و عبادت میں لگتا ہے تواضع اختیار کرتا ہے۔ اور رذیل نیچ آدمی جب عبادت میں لگتا ہے تو تکبر کرتا ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں تواضع سے کوئی شخص باز نہ رہے تواضع سلامتی عطا کرتا اور اپنے پیچھے محبت چھوڑتا ہے کینہ دور کرتا اور رکاوٹیں ختم کرتا ہے۔ تواضع کا ثمرہ و نتیجہ محبت ہے جس طرح قناعت کا ثمرہ راحت ہے اور معزز انسان کا تواضع اس کی عزت میں اضافہ کرتا ہے۔ جس طرح نیچ آدمی کا تکبر اس کے گھٹیا پن میں اضافہ کرتا ہے۔

اور وہ شخص کیسے تواضع نہ کرے جو ایک گندے نطفے سے بنا ہے اور آخر کار ایک بدبودار مردار بنے گا اور اس دوران وہ گندگی کو اٹھائے پھرتا ہے۔

کریزی نے کیا خوب کہا ہے۔

ولا تمش فوق الأرض الا تواضعا　　فکم تحتها قوم هم منک ارفع
فان کنت فی عز و خیر و منعة　　فکم مات من قوم هم منک امنع

(ترجمہ) ''زمین میں تواضع کے بغیر مت چل زمین کے نیچے کتنے ہی لوگ (دفن ہوئے) جو تجھ سے زیادہ بلند تھے۔ اگر تو عزت خیر اور قوت والا ہے تو (تجھ سے پہلے) کتنے ہی لوگ مر گئے جو تجھ سے زیادہ قوت والے تھے۔''

جعفر بن محمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پیدل دس حج کئے اور ان کے اونٹ ان کے پہلو میں چلتے رہتے تھے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ لوگوں میں سب سے افضل وہ شخص ہے جو بلند قدر ہونے کے باوجود تواضع کرے اور قدرت کے باوجود بے رغبتی (زہد) اختیار کرے اور قوت کے باوجود لوگوں سے انصاف کرے۔ کوئی بھی تواضع کو اس وقت ترک کرتا ہے جب تکبر مستحکم ہو جائے اور لوگوں سے خود کو برتر جب سمجھتا ہے جب خود پسندی میں مبتلا ہو جائے اور خود پسندی عقل کی حاسد ہے اور جس شخص کو تم خود کو دوسروں سے برتر سمجھتے دیکھو گے (دیکھنا کہ) اللہ تعالیٰ اسے اس سے برتر کسی شخص کے سامنے ذلیل کر دے گا۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ تکبر کی طرح کوئی چیز نفرت کو نہیں کھینچتی اور تواضع کی طرح کوئی چیز محبت حاصل نہیں کرتی۔ جو شخص دوستوں سے خود کو برتر سمجھے گا وہ ان سے خلوص کی توقع نہ کرے۔ متکبر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اچھی تعریف کی طمع نہ کرے اور تم متکبر کو گھٹیا شخص ہی پاؤ گے۔

چنانچہ عقلمند شخص وہ ہے جو عمر میں خود سے بڑے شخص کو دیکھتا ہے تو خود کو کمتر سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ اسلام میں مجھ سے آگے نکل گئے ہیں اور جب عمر میں خود سے چھوٹے شخص کو دیکھتا ہے تو خود کو اس سے کمتر سمجھتا اور کہتا ہے کہ میں گناہوں میں اس سے آگے نکل گیا ہوں۔ اور جب عمر میں اپنے برابر کے شخص کو دیکھتا ہے تو اسے اپنا بھائی شمار کرتا ہے۔

لہٰذا کوئی شخص اپنے بھائی سے خود کو کیسے برتر سمجھ سکتا ہے؟ (تکبر کر سکتا ہے؟) اور کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس لئے کہ پھینکی ہوئی چھوٹی سی لکڑی بھی کبھی کبھار کام آ جاتی ہے اور کوئی شخص اسے اپنا کان کھجانے کے کام میں لے لیتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ

اگر ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کے خلاف سرکشی کرے تو اللہ تعالیٰ سرکش پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیں۔"[1]

---

[1] ھناد نے اسے کتاب الزہد میں روایت کیا ہے۔ حدیث نمبر ۱۲۴۵۔ بخاری الادب المفرد حدیث نمبر ۲۰۶۔ حلیۃ الاولیاء (۳۲۲/۱) بعض جگہ موضوع بیان ہوئی ہے مگر اس کی اسناد صحیح نہیں۔

باب (۸)

﴿گناہوں سے بچتے ہوئے لوگوں سے محبت کرنیکا استحباب﴾

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر باوقار نرم خو، قریب اور آسان (روادار) شخص پر جہنم کی آگ حرام ہے۔"

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ حسن خلق کو اختیار کرتے ہوئے بداخلاقی کو ترک کرتے ہوئے لوگوں سے محبت کرے (اور اس کا اظہار کرے) کیونکہ اچھے اخلاق گناہوں کو پگھلا دیتے ہیں جس طرح کہ سورج کی شعاعیں برف کو پگھلا دیتی ہیں اور برے اخلاق عمل کو یوں خراب کر دیتے ہیں جیسے کہ سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے اور ایک شخص میں بہت سے اخلاق و صفات ہوں جو سب کے سب نیک ہوں مگر ایک بری صفت ہو تو وہ بری صفت ان تمام اچھے اخلاق کو خراب کر دیتی ہے۔

مجھے بغدادی نے یہ اشعار سنائے

خالق الناس بخلق حسن لا تکن کلبا علی الناس یهر

والقهم منک ببشر ثم صن عنهم عرضک عن کل قذر

(ترجمہ) "لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ اور کتا مت بنو جو لوگوں پر غراتا رہتا ہے اور ان سے خندہ روئی سے ملو پھر ان سے اور ہر گندگی سے اپنی عزت کو بچاؤ۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ رشتہ داری ٹوٹ جاتی ہے اور نعمتیں لوٹ جاتی ہیں لیکن میں نے دلوں کی قربت کی طرح کوئی چیز نہیں دیکھی۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا قول ہے کہ

اگر تم کسی سے میل ملاپ کرو تو حسن اخلاق سے کرو کیونکہ حسن اخلاق صرف

خیر کی طرف بلاتا ہے اور اچھے اخلاق کا مالک آرام میں رہتا ہے اور برے اخلاق سے میل ملاپ مت رکھو کیونکہ وہ صرف برائی کی طرف بلاتا ہے اور اس کا مالک ہمیشہ پریشانی میں رہتا ہے۔

مجھ سے کوئی برا آدمی اچھے اخلاق والا میرے سامنے مصاحبت اختیار کرے یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کوئی برے اخلاق والا نیک آدمی میرے ساتھ مصاحبت اختیار کرے''اگر فاسق آدمی اچھے اخلاق کا مالک ہو تو وہ اپنی عقل کے ذریعے زندگی گزارتا ہے لوگ اس سے مانوس رہتے ہیں اور محبت کرتے ہیں اور عبادت گزار جب برے اخلاق کا مالک ہوتا ہے تو لوگ اس سے پریشان رہتے ہیں اور اس سے نفرت کرتے ہیں۔

حضرت حماد بن سلمہ کا قول ہے کہ باغ میں روزے سے رہنا بھاری ہوتا ہے۔[1]

ابو حاتم کہتے ہیں کہ اچھے اخلاق محبت حاصل کرنے کا بیج ہے اسی طرح ہر سوء اخلاق نفرت کھینچنے کا بیج ہے۔ جس شخص کے اخلاق اچھے ہوں اس کی عزت محفوظ رہتی ہے اور جس کے اخلاق برے ہوں اس کی عزت برباد ہو جاتی ہے کیونکہ سوء خلق کینہ پیدا کرتا ہے اور جب کینہ دلوں میں جگہ پکڑ لے تو وہ دشمنی پیدا کر دیتا ہے اور جب دشمنی بے دین آدمی سے ظاہر ہوتی ہے تو وہ ایسے شخص کو جہنم میں لیجاتی ہے سوائے یہ کہ مولیٰ جل شانہ اپنے فضل اور درگزر کے ذریعے اسے معاف فرما دیں۔

زہری کا قول ہے کہ کیا برے اخلاق سے کوئی فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے؟

میمون بن مہران کا قول ہے کہ لوگوں سے محبت سے پیش آنا نصف عقل ہے اور سوال کرنے کا اچھا ڈھنگ نصف علم ہے اور تمہارا خرچ میں اعتدال برتنا آدھی محنت کم کر دیتا ہے۔

---

[1] یعنی باغ میں جہاں بہت زیادہ پھل وغیرہ ہوتے ہیں اگر کوئی عام دنوں میں وہاں رہ کر روزے سے رہنا چاہے تو بڑا مشکل کام ہے۔ کیونکہ ہر ایک کا دل للچاتا ہے اور دوسروں کو کھاتے دیکھ کر اپنے آپ کو قابو میں رکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کسی کا لوگوں کی طرف...... ان کی اس سے محبت کے ساتھ حاجت مند ہونا ان کی اس شخص سے نفرت کے ساتھ ہونے سے بہتر ہے۔ لوگوں کی کسی شخص سے محبت کے درمیان رکاوٹ اخلاق کی تنگی اور برے اخلاق ہوتے ہیں کیونکہ جس شخص کے اخلاق تنگ ہوں اس کے گھر والے اور پڑوسی اس سے بیزار ہو جاتے ہیں اور اس کے دوست اسے بوجھ سمجھتے ہیں اور ایسے میں اس سے چھٹکارے کی تمنا اور اس کی موت کی دعاء کرتے ہیں......

لوگوں کا کسی کو بوجھ اور بھاری سمجھنا دو سبب سے ہوتا ہے۔

(۱) کسی شخص کا اللہ تعالیٰ کے نواہی گناہوں وغیرہ کا ارتکاب کرنا۔ کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی حرمات سے تجاوز کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے اور جس سے اللہ ناراض ہو جائے فرشتے بھی اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور یہ ناراضگی زمین پر رکھ دی جاتی ہے چنانچہ جو اسے دیکھتا ہے اس شخص کو بوجھ اور گراں سمجھتا ہے۔[1]

(۲) کسی شخص کا ایسے افعال و خصائل کا ارتکاب و استعمال کرنا جنہیں لوگ ناپسند کرتے ہوں۔ چنانچہ اگر ایسا کرے گا تو ان کی نظر میں بوجھ بننے کا مستحق ہو جائے گا۔

ابو مسہر کہتے ہیں کہ ہمیں ہشام بن یحییٰ نے بیان کیا کہ تمہارے والد (ابو مسہر کے والد) کی انگوٹھی پر یہ عبارت کندہ تھی۔ ''تو نے بور کر دیا ہے لہٰذا اٹھ جا'' چنانچہ جب ان کے پاس کوئی شخص بیٹھا ہوتا اور جب گراں گزرنے لگتا تو وہ اپنی انگوٹھی کو گھماتے اور اسے کہتے کہ میری انگوٹھی کا نقش پڑھ لو۔ جب وہ پڑھ لیتا تو اٹھ کر چلا جاتا۔

میں نے محمد بن سری بغدادی کو کہتے سنا کہ ابوبکر مروزی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے ان بھاری اور بوجھ قسم کے لوگوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں

---

[1] دیکھئے تفسیر ابن کثیر آیت۔ اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (سورہ مریم)

نے فرمایا کہ میں نے بشر حافی سے پوچھا تھا تو انہوں نے فرمایا۔ ان کی طرف آنکھوں کو جلا دیتا ہے۔ میں (ابوبکر) نے امام احمد سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو فرمایا کہ ''اھل بدعت''

ابو حاتم کہتے ہیں کہ جو امام احمد نے فرمایا وہ خاص لوگوں کے بارے میں تھا کہ جب کسی شخص کو کسی کے سنت سے تجاوز کے بارے میں معلوم ہو تو وہ اس کی بدعت سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ لیکن عام لوگ جو نفرت کرتے ہیں یا محبت کرتے ہیں وہ پسندیدہ اور ناپسندیدہ افعال پر کرتے ہیں۔

محمد بن ابی الورد کہتے ہیں کہ یحیٰی بن مالویہ نے کہا کہ ثقیل شخص کی طرف دیکھنا وہ بخار ہے جو کھالوں کے درمیان ہوتا ہے۔

سلمہ بن شبیب کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسامہ کو کہتے سنا کہ میرے پاس ایسے لکھوانے والے کو لایا کرو جو دل پر ہلکا رہے خبردار بوجھ قسم کے لوگوں کو مت لانا۔ مت لانا۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے ایک دیہاتی شخص کو یہ کہتے سنا کہ ایک بور اور بوجھ قسم کے آدمی نے میری طرف دیکھا تو مجھ پر غشی طاری ہو گئی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب کسی شخص سے بور ہو جاتے تو فرماتے۔

اے اللہ ہمیں اور اس شخص کو معاف فرما اور ہمیں اس شخص سے عافیت میں آرام عطا کر۔''

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص کے لئے ضروری ہے وہ ایسے خصائل و عادات سے دور رہے جو لوگوں کو بور کرتے ہوں (اور اسے ان کی نظروں میں بوجھ بنا دیتے ہوں) اور ایسے خصائل و عادات کو اختیار کرے جو لوگوں میں اس کے لئے محبت پیدا کریں۔

وہ سب سے بڑی چیز جس کے ذریعے لوگوں تک رسائی اور ان کی محبت کا حصول ہوتا ہے۔ وہ ہے دنیاوی مال و دولت کو ان پر خرچ کیا جائے اور ان کی تکلیفوں کو

دور کرنے کی کوشش کرنا۔

اگر کسی شخص کے پاس دو قسم کے لوگ ہوں اور ایک قسم اس کو چاہتی ہو اور دوسری اس کو ناپسند کرتی ہو اور وہ ناپسند کرنے والے شخص سے بھلائی کرے اور محبت کرنے والے لوگوں سے برا سلوک کرے اور پھر اگر اسے کوئی مصیبت درپیش آ جائے تو اس کو رسوا کرنے میں پہل کرنے والے اور اس کی مدد کرنے سے اعراض کرنے والے لوگ وہ ہوں گے جو اس سے محبت کرتے تھے اور اس کی مدد کرنے والے اور رسوائی سے بچانے والے لوگ وہ ہوں گے جو اسے ناپسند کرتے تھے۔ کیونکہ کتے کا جب پیٹ بھرا ہو تو وہ طاقتور ہو جاتا ہے اور جب طاقتور ہو تو پر امید ہو جاتا ہے اور پر امید ہو کر اس کے تابع ہوتا ہے جس سے امید ہوتی ہے۔ اور جب بھوکا ہوتا ہے تو کمزور ہو جاتا ہے اور جب کمزور ہوتا ہے تو مایوس ہو جاتا ہے اور جب مایوس ہوتا ہے تو جس کا تابع تھا اس سے دور بھاگ جاتا ہے۔

اور جس شخص کے پاس مال نہ ہو وہ لوگوں سے کشادہ روئی سے پیش آئے اس کا یہ عمل بھلائی کرنے اور مال خرچ کرنے کے قائم مقام ہوگا بھلائی کا ایک پہلو یہ بھی ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے حسن اخلاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کشادہ روئی اور نیکی کرنا۔

منجہ بن عمرو کہتے ہیں ہمارا ایک غلام گھر کا چراغ یا کپڑا لیکر باہر ننگا ہی نکل پڑا۔ ادھر سعید بن جبیرؒ دروازے پر تھے انہوں نے غلام کو کہا۔ ''او خبیث اپنا تہبند پہن لے۔''

ابن ابی نجیح مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ ''جب مسلمان اپنے بھائی سے ملے اور مسکراہٹ کے ساتھ ملے تو اس کے گناہ یوں جھڑتے ہیں جیسے کھجور کے درخت سے کھجوریں گرتی ہیں۔ تو ایک شخص نے مجاہد سے کہا کہ اے ابو حجاج یہ بہت تھوڑے عمل سے ہو جاتا ہے تو مجاہدؒ نے فرمایا۔

﴿هُوَ الَّذِىٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ﴾ (سورۃ الانفال: ٦٢)

"وہ وہ ذات ہے جس نے اپنی مدد کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور مومنین کی تائید کی اور ان کے دلوں میں الفت پیدا فرمائی۔ اگر آپ وہ ساری دولت جو زمین کے اندر ہے خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت (جوڑ) پیدا نہ کر پاتے۔"

پھر مجاہد نے فرمایا کیا یہ بھی بہت تھوڑا ہے؟

باب (۹)

لوگوں سے مدارات یعنی نرمی سے پیش آنا اور مداہنت نہ کرنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''لوگوں سے نرمی سے پیش آنا صدقہ ہے۔''

ابو حاتم کہتے ہیں کہ ''عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ اچھا سلوک کرنے والے سے نرمی سے پیش آئے اور مداہنت اختیار نہ کرے اس لئے کہ نرمی برتنے والے شخص سے نرمی سے پیش آنا صدقہ ہے اور مداہنت کرنے والے سے مداہنت کرنا غلطی ہے۔

مدارات اور مداہنت میں فرق یہ ہے کہ انسان اپنے وقت کو اس وقت کی اصلاح کی کوشش میں لگائے جو اس پر مدارات (لوگوں سے نرمی سے پیش آنا) لازم کر رہا ہے اور اس میں کسی بھی طور سے دین کے تقاضوں کے خلاف کوئی کام نہ کرے۔

چنانچہ جب بھی کوئی شخص اپنے اخلاق میں کوئی ایسی چیز شامل کرلے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے تو یہ مداہنت ہے۔[1] کیونکہ اس کا انجام تنہائی کی طرف لیجاتا ہے۔ بلکہ انسان کو چاہے کہ مدارات سے کام لے، جو شخص مدارات (نرمی) سے کام نہیں لیتا لوگ اس سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ علی بن محمد بسامی نے مجھے یہ اشعار سنائے۔

دار من الناس ملا لاتهم من لم يدار الناس ملوه
ومكرم الناس حبيب لهم من اكرم الناس أحبوه

(ترجمہ) ''لوگوں سے ان کی تنگدلی پر نرمی سے پیش آؤ۔ جو شخص

---

[1] چنانچہ اس میں چاپلوسی جھوٹ، فریب، خوشامد، خلاف حق ظاہر کرنا بولنا، وغیرہ سب شامل ہو جائیں گے۔

لوگوں سے مدارات نہیں کرتا لوگ اس سے بیزار ہو جاتے ہیں
لوگوں کا اکرام کرنے والا شخص ان کا محبوب ہوتا ہے اور جو شخص
لوگوں کا اکرام کرتا ہے لوگ اس سے محبت کرتے ہیں۔''

محمد ابن الحنفیہ[1] فرماتے ہیں کہ وہ شخص دانا نہیں جو اس شخص کے ساتھ بھلائی کا معاملہ نہ کرے جس شخص کے ساتھ وقت گزارے بغیر کوئی چارہ نہ ہو (حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کشادگی عطا کرے یا اس سے جان چھڑائے)

ابو حاتم کہتے ہیں۔ جو شخص سب لوگوں کو راضی رکھنا چاہے تو وہ ایسی چیز تلاش کرتا ہے جو نہیں ملنے والی۔ لیکن عقلمند شخص اس شخص کو راضی رکھنے کا قصد کرتا ہے۔ جس شخص کے ساتھ زندگی گزارنے (یا معاملہ پڑنے) کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اگرچہ اسے راضی رکھنے میں وقت ایسی اشیاء اور باتوں کو اچھا سمجھنے کی طرف دھکیل دے جسے وہ ناپسند کرتا ہے اور ایسی چیزوں کو ناپسند کرنا پڑ جائے جنہیں وہ اچھا سمجھتا تھا (ایسا کرنے میں گناہ کی حد تک پہنچنے سے بچے) کیونکہ یہ مدارات ہی ہے اور جو شخص کثرت سے مدارات نہ کرے وہ محفوظ نہیں رہ سکتا لہٰذا جو بالکل مدارات نہ کرے وہ کیسے محفوظ رہ سکتا ہے۔

معاذ بن سعد الاعور کہتے ہیں کہ میں عطاء بن ابی رباح کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے ایک حدیث بیان کی تو ایک شخص نے اسی مجلس میں اس کی حدیث پر اعتراض کیا تو عطاء غصے میں آگئے اور فرمایا کہ یہ کیا طریقہ ہے؟ میں تو کسی شخص سے حدیث سنتا ہوں اور اس سے زیادہ جانتا بھی ہوں لیکن میں اسے یہ ظاہر کرتا ہوں کہ گویا میں اس سے اچھا علم نہیں جانتا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر میرے اور لوگوں کے درمیان ایک بال بھی ہو تو وہ نہیں ٹوٹے گا۔ کسی نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ تو جواب دیا کہ اگر لوگ اسے کھینچیں گے تو میں اسے ڈھیلا کر دوں گا اگر اسے لوگ ڈھیلا چھوڑیں گے تو

---

[1] حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے، محمد بن علی المعروف ابن الحنفیہ۔

میں اسے کھینچ لوں گا۔"

ابو حاتم کہتے ہیں کہ جو لوگوں سے اس طرح سلوک نہ رکھے کہ وہ لوگوں کی ناپسندیدہ باتوں سے چشم پوشی کرے اور اپنی پسندیدہ باتوں کی ان سے توقع رکھنا چھوڑ دے تو اس کی اچھی زندگی مکدر ہونے کے قریب ہو جائے گی اور قریب ہے کہ وقت اسے بجائے محبت کے عداوت اور نفرت کی طرف دھکیل دے۔" اور جو شخص برے دوست سے اس نرمی سے پیش نہیں آتا جس طرح وہ سچے دوست سے پیش آتا ہے تو وہ سمجھدار نہیں ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

تجنب صدیق السوء واصرم حباله　　و ان لم تجد عنده محیصا فداره

واحبب حبیب الصدق واحذر مراء ه　　تنل منه صفو الود مالم تماره

(ترجمہ) "برے دوست سے دور رہو اور اس کی رسی کاٹ دو اگر اس سے کوئی راہ فرار نہ ہو تو اس سے نرمی سے پیش آؤ اور سچے دوست سے محبت کرو اس سے جھگڑنے سے ڈرو تم اس سے محبت کا خلوص تب پاؤ گے جب تک اس سے نہ جھگڑو۔"

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے ام درداء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب مجھے غصہ آئے تو تم مجھے منا لینا اور جب تمہیں غصہ آئے تو میں تمہیں منا لوں گا۔ اگر ایسا نہ ہو تو ہم بہت جلدی جدا ہو جائیں گے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند وہ شخص ہے جسے اگر وقت ایسے دوست کی صحبت کی طرف دھکیل دے جو با اعتماد نہیں یا ایسے شخص سے دوستی پر مجبور کر دے جس کی دوستی پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تو اگر ان میں سے کسی کی کوئی غلطی سامنے آئے تو ایسا نہ کرے کہ اس کی غلطی کی وجہ سے اسے چھوڑ دے اور اکیلا ہو جائے اور پھر کوئی دوستی کرنے والا نہ پائے اور نہ ساتھ معاشرت رکھنے والا اسے ملے۔ بلکہ اسے چاہئے کہ وہ سچے دوست اور سچے بھائی کی غلطیوں سے درگزر کرے اور برے دوست سے اس کی غلطیوں کا حساب

کتاب نہ کرے کیونکہ اس طرح حساب کرنا غلطیوں پر مناقشہ کرنا محبت کی بنیاد میں دراڑیں ڈالنے کا زیادہ باعث بنتا ہے۔

مدارات (نرمی) کی ایک قسم وہ بھی ہے جو ابن شوذب نے بیان کی کہ ایک شخص نے کسی رات اپنی باندی سے (اپنی بیوی سے چھپ کر) ہمبستری کر لی اور پھر (راز افشاء ہونے سے بچانے کے لئے) اپنے بیوی سے کہا کہ حضرت مریم اس رات (اس تاریخ کو) غسل فرمایا کرتی تھیں لہٰذا آج سب غسل کرلو چنانچہ اس نے اس کی بیوی (وغیرہ سب) نے غسل کرلیا۔

ابن شوذب کہتے ہیں کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا روز رات کو غسل فرمایا کرتی تھیں۔[1]

مجھے منصور بن محمد کریزی نے یہ اشعار سنائے۔

اغمض عینی عن صدیقی، کاننی لدیه بما یأتی من القبح جاهل

وما بی جهل غیر ان خلیقتی تطیق احتمال الکره فیما احاول

(ترجمہ) ”میں اپنے دوست سے آنکھیں بند کر لیتا ہوں گویا کہ
جو وہ غلط کام کر رہا ہے اس کے نزدیک میں اسے نہیں جانتا۔
حالانکہ میں لاعلم نہیں ہوں مگر یہ کہ میری طبیعت میرے سامنے
ہونے والی ناپسند بات کو برداشت کرنے کا احتمال رکھتی ہے“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ دھوکے کا کام مت کرو کیونکہ یہ کمینوں کا طریقہ ہے۔ اپنے دوست کی خیر خواہی کر چاہے اچھی ہو یا بری۔ اس کی ہر حال میں مدد کر اور جہاں وہ جائے اس کے ساتھ ہو جا۔

---

[1] دیکھئے فراسة المؤمن لابن حبان

باب (۱۰)

سلام عام کرنے اور خندہ پیشانی و مسکراہٹ ظاہر کرنے کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سلام اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک نام ہے اسے اپنے درمیان عام کرو اور جب ایک مسلمان کچھ لوگوں کے پاس سے گزرتا اور انہیں سلام کرتا ہے اور وہ جواب دے دیتے ہیں تو اس شخص کو ان پر فضیلت کا ایک درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور اگر وہ جواب نہیں دیتے تو وہ تو جواب دیتا ہے جو ان سے بہتر اور پاک ہے۔"[1]

ابو حاتم کہتے ہیں کہ

عقلمند پر واجب ہے کہ وہ سلام کو عام کرنے کو اختیار کرلے کیونکہ جو شخص دس آدمیوں کو سلام کرے اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اور سلام ان باتوں میں سے ہے جو چھپے کینے کو دور کر دیتی ہیں، نفرت ختم کرتی ہیں اور جدائی ختم کر کے دوستی میں خلوص پیدا کرتی ہیں۔

سلام کی ابتداء کرنے والا دو نیکیوں کے درمیان ہوتا ہے۔

(۱) جس کو اس نے سلام کیا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص پر اسے فضیلت کا درجہ عطا فرماتے ہیں کیونکہ اس نے انہیں سلام یاد دلایا ہے۔

---

[1] اس حدیث کو بزار اور طبرانی نے روایت کیا۔ اور ہیثمی کہتے ہیں کہ بزار نے اس حدیث کو دو سندوں سے اور طبرانی نے کئی اسناد سے روایت کیا ہے۔ اور ایک سند کے رجال صحیح کے ہیں۔ (۲۹/۸)، الترغیب والترھیب (۲۶۷/۳) واشار الیہ فی فتح الباری (۵۰/۱۱)

(۲) اگر وہ جواب نہ دیں تو فرشتے اس کو جواب دیتے ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ انہیں جمع کرنے والا گویا ایمان کو جمع کر لیتا ہے۔ بے پناہ کنجوسی کے بجائے خرچ کرنا۔ اپنے آپ سے انصاف کرنا۔ سارے جہاں کو سلام کرنا۔[1]

ابو حاتم کہتے ہیں کہ مسلمان پر واجب ہے کہ جب وہ اپنے مسلمان بھائی سے ملے تو مسکراتے ہوئے اسے سلام کرے کیونکہ ایسا کرنے میں ان کے گناہ یوں جھڑتے ہیں جیسے سردی سے سوکھ کر درختوں کے پتے جھڑتے ہیں۔ اور جو شخص کسی سے خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے ملتا ہے وہ محبت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

سعید بن خمس سے کسی نے پوچھا کہ اتنے ہشاش بشاش کیوں رہتے ہو؟

انہوں نے کہا کہ یہ بہت سستے میں میری حفاظت کرتی ہے۔[2]

ابرش نے مجھے یہ اشعار سنائے:

اخو البشر محبوب علی حسن بشره ولن یعدم البغضاء من کان عابسا

ویسرع بخل المرء فی هتک عرضه ولم أر مثل الجود للمرء حارسا

(ترجمہ) ''خندہ پیشانی والا شخص اپنی اچھی بشاشت کے باعث پسند کیا جاتا ہے اور جو شخص تیوریاں چڑھا کر رکھے وہ نفرت سے بچ نہیں سکتا اور انسان کا بخل اسے عزت خراب کرنے میں بہت جلدی کرتا ہے اور میں نے سخاوت سے بڑھ کر کوئی چوکیدار نہیں دیکھا۔''

ابو حاتم کہتے ہیں کہ بشاشت علماء کا وطیرہ اور دانا لوگوں کی طبیعت ہے کیونکہ

---

[1] ابن ابی شیبہ فی الایمان ص ۴۴۔ بیہقی فی شعب الایمان (۱/ ۲۸)، مصنف عبدالرزاق۔

[2] یہ کہہ رہے ہیں کہ بشاشت بڑی سستی چیز ہے جس میں نہ مال کا تکلف ہے نہ کوئی مشقت حالانکہ یہ بہت قیمتی ہے کیونکہ یہ دلوں کو کھینچتی اور نفرت کے اسباب کو کھرچ دیتی ہے۔

مسکراتا چہرہ مخالف آگ کو بجھا دیتا ہے اور نفرت کے جوش کو مٹا دیتا ہے اس میں باغی سے حفاظت اور چغل خور سے نجات ہے۔ جو شخص لوگوں سے مسکراتے چہرے سے ملتا ہے لوگ اسے اس شخص سے کم درجہ نہیں دیتے جو ان پر اپنا ذاتی مال خرچ کرتا ہو۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ حکمت میں لکھا ہوا ہے کہ اے میرے بچے، تیرا چہرہ کشادہ ہونا چاہیے، تیری گفتگو پاکیزہ ہونی چاہیے۔ اس صورت میں تو لوگوں کو اس شخص سے زیادہ محبوب ہو جائے گا جو ان کو مال دولت کے عطا یا دیتا ہے۔[1]

سعید بن عبید طائی کا شعر ہے۔

الق بابشر من لقیت من الناس جمیعا ولا قهم بالطلاقة

تجن منهم جنی ثمار، فخذها طیبا طعمه لذیذ المذاقه

(ترجمہ) ''تو لوگوں میں جس سے ملے بشاشت سے مل اور کشادہ روئی سے ملاقات کر تو ان سے پھل پائے گا انہیں لے لے جو پاک ہیں اور ان کا ذائقہ و مزہ بڑا لذیذ ہے۔''

سعید بن عبدالرحمٰن زبیدی کہتے ہیں کہ مجھے قراء[2] میں سے نرم کشادہ رو اور مسکرانے والے ہنسنے بولنے والے لوگ اچھے لگتے ہیں اور جن سے تم مسکراتے ہوئے ملو اور وہ تم سے ترش روئی سے ملیں تم پر اپنے عمل کا احسان جتائیں تو اللہ تعالیٰ قراء میں اس قسم کے لوگ زیادہ نہ کرے۔''

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کو جب طاعت و فرمانبرداری کے میدان میں سلوک کی منزل عطا ہو جائے اور اسے کوئی دوسرا شخص سلوک (زہد و عبادت) میں کمزور و کوتاہ

---

[1] رواہ وکیع فی الزہد (۴۲۲) الفقیہ والمتفقہ للخطیب (۲/۱۱۳) بیہقی فی شعب الایمان۔

[2] یہاں قراء سے مراد قاری حضرات جو قرآن پڑھتے ہیں وہ نہیں بلکہ قراء کے معنی یہاں زاہدین و عابدین کی جماعت ہے۔

نظر آئے تو اسے اس شخص سے ترش روئی سے اور منہ چڑھا کر نہیں ملنا چاہئے بلکہ اس کو چاہئے کہ مسکراہٹ ظاہر کرے اور بشاشت سے ملے ہوسکتا ہے کہ اللہ کے علم میں یہ بات ہو کہ یہ شخص اپنی کسی خدمت کی توفیق کی بناء پر حمد وشکر کرنے کی وجہ سے توبہ تائب ہو جائے اور دوسرا شخص اس جیسی چیزوں سے محروم ہو جائے۔

حبیب بن ثابت سے مروی ہے فرمایا کہ

انسان کے حسن اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ جب اس کا کوئی ساتھی اس سے بات کرے تو یہ مسکرائے۔ (یا یوں کہہ لیجئے کہ جب اپنے ساتھی یا دوست سے بات کرے تو مسکرا کر کرے)

☆☆☆

باب (۱۱)

جائز مزاح اور ناپسند مزاح کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک خادم کا نام "انجشہ" تھا اس کی آواز بہت خوبصورت تھی تو ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا۔

"اے انجشہ ان کانچ کے برتنوں کو مت توڑ دینا۔"[1]

قتادہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی مراد کمزور عورتوں سے تھی۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے دل مزاح کے ذریعے اپنی طرف مائل کرے اور تیوریاں چڑھانا چھوڑ دے۔"

مزاح کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) قابل تعریف (۲) قابل مذمت

قابل تعریف مزاح یہ ہے کہ مزاح میں کوئی ایسی بات نہ ملائے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو نہ کوئی گناہ کی بات ہو اور نہ قطع رحمی کی کوئی بات ہو۔

قابل مذمت مزاح یہ ہے کہ جو دشمنی کو فروغ دیتا ہے، خوشی کو ختم کرتا ہے دوستی توڑتا ہے، نیچ آدمی اس کی وجہ سے جری ہو جاتا اور معزز شخص دل میں بات چھپا لیتا (کینہ رکھتا) ہے۔

ربیعہ کہتے ہیں کہ خبردار مزاح سے بچنا کیونکہ محبت کو خراب کرتا اور دل میں کینہ پیدا کرتا ہے۔

[1] بخاری (۱۰/ ۴۴۹) مسلم حدیث نمبر ۲۳۲۳۔ آپ ﷺ نے عورتوں کو ان کے کمزور ارادے وعزائم کی بناء پر قواریر پر (کانچ کے برتنوں) سے تشبیہ دی۔

عبداللہ بن حبیق کا قول ہے کہ

کہا جاتا تھا کہ معزز شخص سے مذاق مت کرو ورنہ وہ کینہ دل میں رکھے گا۔ اور نہ نیچے آدمی سے مذاق کرو ورنہ وہ تم پر جری ہو جائے گا۔

اکرم جلیسک لاتمازح بالأذی ان المزاح تری[1] بہ الاضغان

کم من مزاح جذجبل قرینہ فتجذمت من اجلہ الاقران

(ترجمہ) "اپنے ہمنشین کا اکرام کرو اس سے تکلیف دہ مذاق مت کرو کیونکہ اس سے کینے پیدا ہوتے ہیں۔ کتنے ہی مزاح ہیں جنہوں نے دوست کی رسی کو کاٹ ڈالا اور اس کی وجہ سے ہمسر فوراً ہی ٹوٹ گئے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ اللہ کی طاعت سے ہٹ کر مزاح کرنا خوشی سلب کرتا، دوستی کو توڑتا کینہ پیدا کرتا اور کھوٹ کو اگاتا ہے۔

مزاح کو مزاح اس لئے کہتے ہیں کہ حق سے دور ہوتا ہے (زاح یزیح کے معنی "دور جانا" ہیں) دو دوستوں کی جدائی دو محبت کرنے والوں کی دوری میں پہلا کردار مزاح کا ہی ہوتا ہے۔

حکم کہتے ہیں کہ "کہا جاتا تھا" اپنے دوست سے جھگڑا نہ کرو اور نہ ہی مذاق کرو۔ اس لئے کہ مجاہدؒ کا ایک دوست تھا انہوں نے آپس میں مذاق کیا تو دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے لہذا "السلام علیکم" سے زیادہ تعلق نہ رہا حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ بعض مذاق جھگڑا بھڑکانے کا سبب بن جاتے ہیں اور عقلمند کے لئے اس سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ جھگڑا تمام احوال میں مذموم ہے اور جھگڑنے والا شخص دو میں سے کسی ایک شخص کو کھو دیتا ہے۔

---

[1] "تری" اگر رؤیت سے ہو اس کا معنی ہے کہ کینہ ظاہر ہوگا، اور اگر "وری" سے تو اس کا معنی دشمنی کی آگ بھڑکے گی اور نفرت کی آگ روشن ہوگی۔

(۱) وہ شخص جو اس سے زیادہ جاننے والا عالم ہو۔ تو وہ کس طرح خود سے کم علم شخص سے جھگڑا کر سکے گا۔

(۲) یا خود سے کم علم شخص کو کھو دے گا۔ تو پھر خود سے زیادہ جاننے والے سے بحث اور جھگڑا کر سکے گا۔

جعفر بن عون کہتے ہیں کہ میں نے سعر بن کدام کو ان کے بیٹے کدام کو نصیحت کرتے سنا، وہ کہہ رہے تھے۔

انی تخلتک یا کدام نصیحتی فاسمع مقال اب علیک شفیق

ام المزاحة والمراء فدعهما خلقان لا أرضا هما لصدیق

انی بلوتهما فلم احمدهما لمجاور جارا ولا لشقیق

والجهل یزری بالفتی فی قومه وعروقه فی الناس ای عروق

(ترجمہ) ”اے کدام میں نے اپنی خیر خواہی کو تیرے لئے خالص کیا ہے چنانچہ تجھ پر شفیق باپ کی بات سن۔ مذاق اور جھگڑا چھوڑ دے یہ دو ایسی صفتیں ہیں جنہیں میں دوست کے لئے نہیں چاہتا۔ میں نے ان دونوں صفتوں کو آزمایا ہے اس لئے میں انہیں اچھا نہیں سمجھتا کسی پڑوسی کے لئے نہ ہی کسی بھائی کے لئے اور جہالت جوان کو قوم میں عیب دار کر دیتی ہے چاہے لوگوں میں اس کا نسب کچھ بھی کیوں نہ ہو؟

ابو الاخفش کنانی نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

أبنیّ لاتک ماحییت ممار یا ودع السفاهة انها لا تنفع

لاتحملن ضعینة لقرابة ان الضعینة للقرابة تقطع

لا تحسبن الحلم منک مذلة ان الحلیم هو الاعز الامنع

(ترجمہ) ”میرے بچے، جب تک تو زندہ ہے جھگڑالو مت بننا اور

بے وقوفی چھوڑ دے کیونکہ یہ فائدہ نہیں دیتی، رشتہ داری میں کینہ مت پالنا کیونکہ کینہ رشتہ داری وتعلق کو توڑ دیتا ہے بردباری کو اپنے لئے ذلت مت سمجھنا اس لئے کہ بردبار شخص ہی سب سے زیادہ معزز اور طاقتور ہے۔"

اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ بلال بن سعد نے فرمایا، جب تم کسی شخص کو خوشامدی جھگڑالو اور خود پسند دیکھوتو (سمجھ لوکہ) اس کا خسارہ مکمل ہوگیا۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ جب مذاق میں گناہ ہوتو وہ چہرے کو کالا اور دل کو مردہ کر دیتا ہے نفرت پیدا کرتا اور کینہ کو جگاتا ہے۔ اور مذاق جب گناہ سے خالی ہوتو غم سے تسلی دیتا محبت کی اصلاح کرتا دلوں کو زندہ کرتا ہے اور شرم وانقباض کو دور کرتا ہے۔ لہٰذا عقلمند پر واجب ہے کہ وہ ایسا مذاق کرے جس سے اس کے فعل کو حلاوت ومٹھاس کی طرف منسوب کیا جاسکے۔ اور اس مذاق سے کسی کو تکلیف دیکر کسی کو خوش کرنے یا تکلیف دینے کی نیت نہ کرے۔

اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ "تم سے صرف وہ مذاق کرے جو تم سے محبت کرتا ہے۔"

محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ مجھے میری والدہ نے "جب میں لڑکا تھا" تو فرمایا کہ لڑکوں سے مذاق مت کیا کرو ورنہ وہ تمہاری بے قدری کریں گے یا تم پر جری ہو جائیں گے۔

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے، جو زیادہ ہنستا ہے اس کی ہیبت کم ہو جاتی ہے اور جو مذاق کرتا ہے بے وقعت ہو جاتا ہے اور جو شخص کوئی کام زیادہ کرتا ہے اسی سے معروف ہو جاتا ہے (اسی سے پہچانا جاتا ہے)

راشد بن ابی اقبال کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

پانی مانگا تو میں ان کے لئے حل کیا ہوا ستو لے آیا تو انہوں نے فرمایا اے راشد میٹھے ہاتھوں سے یہ میٹھی چیز بن گیا ہے۔"

ابو حاتم فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے معیار سے نیچے کے کسی شخص سے مذاق کرے اس کی نظروں میں بے وقعت ہوتا ہے اور وہ شخص اس پر جری بھی ہو جاتا ہے۔ اگرچہ مذاق صحیح ہو کیونکہ کسی بھی چیز کو اس کے راستے سے ہٹا کر نہیں چلانا چاہئے اور اسے اس کے اہل لوگوں کے سامنے ہی ظاہر ہونا چاہئے۔

عام لوگوں کی موجودگی میں مذاق کرنا مکروہ ہے

ابو عبدالرحمن اعرج کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم بن ادھم ہم سے باتیں کرتے اور ہم کو خوب ہنساتے اور جب ہمارے سوا کسی اور کو دیکھ لیتے تو فرماتے یہ جاسوس ہے۔

☆☆☆

باب (۱۲)

لوگوں سے بالکل الگ ہو رہنے کا بیان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔" اس شخص نے پھر پوچھا پھر کونسا عمل؟ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ کہ کوئی شخص کسی گھاٹی میں اللہ تعالیٰ کا خوف اختیار کر رکھے اور لوگوں کو ان کے شر کے باعث چھوڑ دے۔"[1]

ابو حاتم فرماتے ہیں عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں سے عام طور پر دور رہے اور ان کے ساتھ مخالطت سے بچے کیونکہ اگر لوگوں سے الگ تھلگ ہو جانے میں کوئی قابل تعریف خصلت سوائے اس کے نہ ہو کہ انسان اس سے گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رہتا ہے، تو بھی انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ سلامتی کے وجود کو مکدر کر کے ایسا سبب اختیار نہ کرے جو پوچھ گچھ کی طرف لے جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ علیحدگی میں سے اپنا حصہ حاصل کرلو۔[2]

حامد بن یحییٰ بلخی کہتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ کو یہ کہتے سنا کہ میں نے خواب میں سفیان ثوری کو دیکھا تو ان سے کہا کہ مجھے وصیت کرو۔ انہوں نے فرمایا کہ لوگوں سے جان پہچان کم کرو (یہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا)

مروروذی سے مروی ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ میں نے ابن سماک کو اپنے بھائی کے لئے خط لکھتے دیکھا انہوں نے لکھا تھا کہ اگر تم یہ کرسکو کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے بندے نہ بنو جب تک کہ کسی کی غلامی

۱۔ بخاری (۲۸۴/۱۱) مسلم (حدیث نمبر ۱۸۸۸)

۲۔ ابن سعد (۱۶۱/۴) ابن مبارک بیہقی فی الزہد۔

کے بغیر چارہ کار ہو تو ایسا کر گزرو۔"

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند اپنے جیسے لوگوں کے حقوق کی رعایت کرنے میں اپنے نفس کی بندگی (غلامی) نہ کرے اور ان کی طرف سے آنے والی تکلیفوں پر صبر کرے جب اس میں داخل نہ ہونا ممکن ہو۔ کیونکہ جب اپنے نفس سے دنیا سے اختلاط کے ترک کو دور کر دے اور ان سے ملنا جلنا چھوڑ دے گا تو دل کی صفائی و پاکیزگی حاصل ہو جائے گی۔ اور بندگی کے کاموں کے دوران اوقات میں تکدر پیدا نہ ہوگا (یعنی بے چینی اور کراہت نہ رہے گی) متقدمین کے بہت سے لوگوں نے عوام و خواص سب سے علیحدگی اور عزلت اختیار کر لی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ، حضرت داؤد طلائی رحمتہ اللہ علیہ کی عیادت کرنے گئے تو داؤد نے دروازہ بند کر لیا فضیل باہر کھڑے روتے رہے اور داؤد اندر بیٹھے روتے رہے۔[1]

---

[1] زاہدین جو عام لوگوں اور عام زندگی سے بالکل علیحدگی اختیار کرنے کی تعریف کرتے تھے اور اسے پسند کرتے تھے۔ بہرحال تمام اہل خیر کے لئے علیحدگی و عزلت اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ تو کمزور لوگوں کا حال ہے۔ جو معاشرے کے شرور کو خود سے دور نہیں کر سکتے تھے۔ یہ انبیاء کا حال نہیں نہ ہی ان کے سچے وارثوں کا حال ہے جو بڑے دل اور قوی عزم اور قوت برداشت والے حضرات تھے۔ کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے۔" یعنی اپنے نفس کے لئے بہتر ہے کیونکہ لوگوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے سے "طاقتور" ہوتا ہے۔ اور ان لوگوں کی خواہشات اور فساد کے ان کی عقلوں اور دین پر غلبے کو دیکھتے ہوئے جو ان سے اور ان کی حرکت سے بچتا ہے اس سے اس میں ہوشیاری بیداری اور نیکی بڑھتی ہے۔

چنانچہ اگر سارے اہل خیر عزلت و تنہائی اختیار کر لیں تو پھر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی باتیں کون پہنچائے گا۔ اور جب میدان سے تقوے کا دعویٰ کرنے والے بھاگ جائیں گے تو منکر کا مقابلہ کون کرے گا؟ چنانچہ ایسی صورت میں کیا یہ عزلت و تنہائی شیاطین کے لئے میدان خالی نہیں چھوڑ دے گی؟ اور وہ ایسے تنہائی پسند حضرات پر غالب نہیں آ جائیں گے۔ حالانکہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ مومن جو لوگوں سے ملتا جلتا ان کے درمیان رہتا اور ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے وہ اس مومن سے بہتر ہے جو لوگوں سے نہیں ملتا جلتا اور ان کی تکلیفوں پر صبر نہ کرتا ہو۔ اسی طرح صحیح مسلم میں ارشاد ہے کہ جس شخص نے کہا کہ فلاں شخص ہلاک ہو گیا "اسی نے اس کو ہلاک کیا" یعنی یہ شخص اس کی ہلاکت کا سبب ہے۔ (ابراہیم بن عبداللہ حازمی)

بکر محمد العابد کہتے ہیں کہ مجھے داؤد طائی نے ارشاد فرمایا کہ اے بکر، لوگوں سے اس طرح وحشت کھا جیسے تو جانوروں سے وحشت کھاتا ہے۔

عبدالعزیز بن خطاب کہتے ہیں حضرت مالک بن دینار کے قریب ایک بڑا، موٹا، کالا کتا بیٹھا دیکھا گیا تو ان سے کہا گیا کہ اے ابو یحییٰ آپ یہ کتا نہیں دیکھ رہے کیا؟ فرمانے لگے کہ یہ کتا میرے ہمنشین سے بہتر ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ داؤد طائی اور ان جیسے حضرات نے علیحدگی کا جو طرز اختیار کیا یعنی خاص لوگوں سے دور رہنے کا (جس طرح ان لوگوں نے عام لوگوں سے علیحدگی کو بھی اختیار کیا ہوا تھا) اس سے ان کا مقصد تنہائی پر صبر کرنا اور نفس کو اس کی ریاضت و مشق کرانا ہوتا تھا اور لوگوں سے ملنے جلنے پر اس کی ضد کو ترجیح دینا تھا۔ کیونکہ اگر کوئی شخص اپنے نفس کے کسی مباح کام کو ترک کرنے کی وجہ سے پکڑ نہیں کرتا تو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ شخص کسی ممنوع کام میں مبتلا نہ ہو جائے۔

البتہ وہ سبب جو سارے جہاں سے یکسر علیحدگی و عزلت کو واجب کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جب لوگوں میں یہ چیز پیدا ہو جائے کہ وہ خیر و بھلائی کو دفن کرتے ہیں برائی کو پھیلاتے ہیں نیکی کو چھپاتے اور برائی کو ظاہر کرتے ہیں چنانچہ اگر کوئی شخص عالم ہو تو اسے بدعتی کہیں۔ جاہل ہو تو اسے عار دلائیں اگر ان سے بلند مرتبہ ہو تو اس سے حسد کریں اور اگر ان سے کمتر ہو تو اسے حقیر سمجھیں۔ اگر وہ بولے تو کہیں کہ ''بکواس کرتا ہے۔'' اگر چپ رہے تو کہیں ''عاجز ہے'' اگر کم خرچ کرے تو کہیں کنجوس ہے اور اگر زیادہ خرچ کرے تو کہیں فضول خرچ ہے۔ جو شخص انجام اور آخر میں جا کر نادم ہو وہ مرتبہ سے گر جاتا ہے جو شخص ایسی قوم جس کی مذکورہ صفات ہوں کے دھوکے میں مبتلا ہو یا ایسی صفات کے لوگ اسے دھوکہ دیں چنانچہ یہ سبب اس کی عزلت و تنہائی کا بن جاتا ہے ایسے لوگوں سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔

ابراہیم بن شماس کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی حفص بن حمید اکاف نے مرو میں کہا کہ ''اے ابراہیم میں پچاس سال لوگوں کے ساتھ رہا مگر کسی کو ایسا نہیں پایا جو میری پردہ پوشی کرے، یا میں اگر قطع تعلق کروں تو وہ مجھ سے

جوڑے، اور نہ ہی ایسا جو غصہ کرے تو میں اس سے امن میں ہوں۔ ان لوگوں کے ساتھ مشغول ہونا بڑی حماقت ہے۔"

مجھے محمد بن مہاجر معدل نے علی بن حجر سعدی کے اشعار سنائے۔

زمانک ذا زمان دخول بیت وحفظ للسان وخفض صوت

فقد مرجت عھود الناس الا اقلھم، فبادر قبل فوت

فما یبقی علی الایام شیٔ وما خلق امرؤ الا للموت

(ترجمہ) "تیرا یہ زمانہ گھر میں گھس جانے زبان کی حفاظت کرنے اور نیچی آواز رکھنے کا زمانہ ہے لوگوں کے عہد و پیمان جھوٹ ہو گئے ماسوائے چند کے۔ لہٰذا کھو دینے سے پہلے جلدی کر۔ اس لئے کہ زمانے میں اب کچھ باقی نہ رہا اور انسان کو موت کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔"

حضرت مالک بن انس کو حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزلت کے بارے میں معلوم ہوا تو فرمایا کہ پہلے لوگ ایسے پتے تھے جن میں کانٹے نہ تھے اور آجکل لوگ ایسے کانٹے ہیں جن میں پتے نہیں۔"

مکحول کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے میں خیر بھی ہو تب بھی تنہائی زیادہ محفوظ ہے۔" حضرت مالک بن دینار فرماتے تھے کہ جو شخص مخلوق کی باتوں کی بجائے اللہ تعالیٰ سے بات چیت سے انس حاصل نہ کرے اس کا علم کم اس کا دل اندھا اور عمر ضائع ہے۔

محمد بن روح کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بخاری کو یہ فرماتے سنا کہ میں مسجد حرام میں مغرب کے بعد داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں چنانچہ ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے پوچھا کون ہے؟ میں نے عرض کیا ابراہیم۔ تو فرمایا کہ کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے آپ کو اکیلے بیٹھے دیکھا تو میں آپ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے فرمایا کیا تم غیبت کرنا، نام کمانا یا ریاکاری کرنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ تو فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔"

باب (۱۳)

کسی خاص شخص سے بھائی چارے کا استحباب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ (ایک کو دوسرے کا بھائی بنا دیا) اور حضرت عوف بن مالک اور صعب بن جثامہ کے درمیان مؤاخات[1] قائم فرمائی۔

ابو حاتم فرماتے ہیں کہ عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوستوں سے بھائی چارہ قائم کرنے میں غفلت نہ کرے اور انہیں اپنے مصائب وحوادث میں اپنا ساتھی و معاون بنائے کیونکہ جو شخص اپنے بھائی و دوست کو تسلی دینے کے وقت اس کے رنج وغم کے وقت اس سے دور ہو اس کی عقل عیب دار اور عقل کی نماء ناقص ہے۔

محمد بن واسع کہتے ہیں زندگی کی تین چیزیں ہی باقی رہتی ہیں۔

(۱) باجماعت نماز جس کی فضیلت حاصل ہوتی ہے اور اس میں کی جانے والی غلطی و بھول معاف ہوتی ہے۔

(۲) معاشی ضرورت کی کفایت، جس میں کسی شخص کا احسان نہ لینا پڑے۔ نہ ہی اللہ تعالیٰ کا کوئی حق ہو۔

(۳) اور ایک بھائی جو احسان کا تعلق رکھے (اس میں دوست بھائی سب شامل ہیں) اگر یہ تین چیزیں ہوں تو اپنی قوم کے سردار بن جاؤ گے۔

محمد بن عمران ضبی کہتے ہیں۔

وما المرء الا باخوانه　　کما تقبض الکف بالمعصم
ولا خیر فی الکف مقطوعة　　ولا خیر فی الساعد الأجزم

---

[1] مؤاخات کا مطلب ''بھائی چارہ'' ہے۔

(ترجمہ) ''اور انسان اپنے بھائیوں کے ساتھ ایسا ہے جیسا کہ ہتھیلی کلائی کو تھامے ہوئے ہے کٹی ہوئی کلائی میں کوئی بھلائی نہیں اور نہ ہی کوڑھ زدہ بازو میں کوئی بھلائی ہے۔''

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ وہ پریشانیوں میں اس شخص کی دوستی کو اپنا ہمدرد شمار نہ کرے جو اس کی تکلیفوں میں کام نہ آیا ہو اور نہ ہی اسے خوشحالی و خوشیوں میں شریک کیا ہو۔ بہت سے دوستی اور بھائی چارے والے بھائی نسبی بھائی سے بہتر ہوتے ہیں، اور بھائیوں کی دیکھ بھال سے زیادہ محبت کرنے والے کی دیکھ بھال زیادہ مکمل ہوتی ہے۔

صحیح محبت وہ ہے جو فائدے کی طرف مائل نہ ہو اور نہ ہی اسے طاقت فاسد کرے محبت امن ہے، اسی طرح نفرت خوف ہے۔

عقلمند شخص اس شخص سے محبت کا تعلق پیدا کرتا ہے جو نفسانی خواہشات پر اس کی مخالفت کرے اور رائے پر معاونت کرے اور کھلم کھلا اور چھپ کر اس کی اعانت کرے اس لئے کہ بہترین دوست وہ ہے جو پوچھ گچھ نہ کرے اسی طرح بہترین تعریف وہ ہے جو اچھے لوگوں کی زبان پر ہو۔

گھٹیا طبیعت کے شخص سے محبت نہیں کی جاتی اور اسی طرح بے اعتماد شخص سے تعلق نہیں جوڑا جاتا۔ چنانچہ جب کوئی شخص ایسے شخص سے مؤاخات قائم کرلے جس کی وفا خالص نہ ہو تو پھر ایسے شخص کی ضرورت پڑے گی جسے اس کی بے وفائی کے بارے میں بتا کر تسلی حاصل کرسکے، اس لئے ایسے شخص سے تعلق جوڑنا جس سے عموماً تعلق جوڑا نہیں جاتا چاپلوسی شمار کیا جاتا ہے اور اخوت میں انسان کو ان دو میں سے کوئی ایک آدمی کھو نہیں پاتا۔

(۱) وہ ذہین شخص جس نے اس کے حقوق میں کوتاہی کی ہو اور پھر مکاری سے اپنے جال میں پھر پھنسا لیا ہو۔

(۲) جاہل جو اس کے ساتھ مخلص نہیں اور اسے اپنی سوء معاشرت سے اذیت دیتا

ہو۔

اخوت کی حفاظت صرف اس طرح ہو سکتی ہے کہ دوستوں سے مستغنی رہا جائے (یعنی ان کی مدد اور مال کا محتاج نہ ہو نہ سوال کرے)۔

عباس بن عبید نے کیا خوب اشعار کہے ہیں:

کم من اخ لک لم یلده ابوکا   واخ ابوه ابوک قد یجفوک

صاف الکرام اذا اردت اخاء هم   و اعلم بأن أخاالحفاظ اخوک

کم اخوة لک لم یلدک ابوهم   وکأنما آباء هم ولدوکا

لم کنت تحملهم علی مکروهة   تخشی الحتوف بها لما خذلوکا

واقارب لو ابصروک   معلقا بنیاط قلبک ثم مانصروکا

الناس ما استغنیت کنت اخالهم   واذا افتقرت الیهم فضحوکا

(ترجمہ): تیرے کتنے ہی ایسے بھائی ہیں جو تیرے والد سے پیدا نہیں ہوئے اور وہ بھائی جس کا باپ تیرا باپ ہے تجھ سے جفا کر جاتے ہیں، معزز لوگوں سے مخلص ہو جا اگر تو ان سے بھائی چارہ چاہتا ہے۔ اور جان لے کہ حفاظت کرنے والا ہی تیرا بھائی ہے کتنے ہی تیرے بھائی ایسے ہیں کہ جن کے باپوں نے تجھے نہیں پیدا کیا گویا کہ ان کے آباء نے تجھے پیدا کیا ہے کہ اگر تو انہیں کوئی ناپسند بات برداشت کرنے (یا اس کا بوجھ برداشت کرنے) پر لگا دے جس میں تجھے موت کا خطرہ بھی ہو تو وہ تجھے رسوا نہیں کریں گے اور بہت سے قریبی رشتہ دار ایسے ہیں اگر وہ تجھے تیرے دل کی تار سے لٹکا دکھا بھی دیں تب بھی تیری مدد نہ کریں گے، لوگ تو ایسے ہیں کہ جب تک تو ان سے مستغنی ہے وہ تیرے بھائی ہیں اور جب تو ان کا محتاج ہو جائے وہ تجھے رسوا کر دیں گے۔''

عبدالرزاق نے معمر سے روایت کی ہے کہ میں قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا

تو سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ ان کے حجرے میں پانی کا ایک بڑا مٹکا رکھا تھا میں نے ان سے پوچھا کہ کیا میں آپ کا یہ پانی پی سکتا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ "آپ تو ہمارے دوست ہیں۔"...... قتادہ رحمتہ اللہ علیہ کے اس قول کے بارے میں عبدالرزاق کہتے ہیں کہ قتادہ رحمتہ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی آیت "اَوْ صَدِيْقِكُمْ" (سورہ نور آیت نمبر ۶۰) کی طرف اشارہ کیا تھا کہ جس میں ہے کہ تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم فلاں فلاں کے گھر کھاؤ پیو اور دوست کے گھر اور وہ بھی بغیر اجازت...... تو معمر کو اجازت لینا ضروری نہ تھا۔

ایوب سختیانی کہتے ہیں مجھے حج کی حرص اس وجہ سے اور بڑھ جاتی تھی کہ کچھ بھائیوں (دوستوں) سے ملاقات بغیر موسم حج کے نہ ہوتی تھی۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ جان لے کہ مؤاخات (بھائی چارے) کا مقصد جمع ہونا اور کھانا پینا نہیں ہے۔ چور بھی تو لوگوں کے پاس غلط مقصد سے آ کر یہی کرتے ہیں لیکن اس کھانے پینے کی وجہ سے کوئی محبت نہیں بڑھتی۔ بھائی چارے کے اسباب جنہیں انسان کو اختیار کرنا چاہئے وہ یہ ہیں، درمیانی رفتار سے چلنا (اعتدال) آواز نیچی رکھنا، خود پسندی میں کمی، تواضع اختیار کرنا اور مخالفت کم کرنا۔

اور انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دوستوں پر بوجھ کم ڈالے تا کہ وہ اس سے بیزار نہ ہوں کیونکہ دودھ پیتا بچہ بھی جب بہت زیادہ دیر لگا دیتا ہے تو ماں بھی تنگ ہو کر اسے لٹا دیتی ہے۔ اور جس شخص کو استطاعت ہو اسے چاہئے کہ اپنے دوست کو کسی ایسی چیز سے منع نہ کرے جس سے اس کی مصیبت دور ہو سکتی ہو یا اس کی تکلیف کم ہو سکتی ہو۔

عقلمند انسان کمینے شخص کو بھائی نہیں بناتا کیونکہ کمینہ شخص بہرے سانپ کی طرح ہوتا ہے وہ صرف ڈنگ مارے گا اور زہر چھوڑے گا۔ عقلمند شخص کمینے شخص سے اگر تعلق جوڑتا ہے یا بھائی چارہ اختیار کرتا ہے تو صرف کسی رغبت یا خوف کی بناء پر کرتا ہے اور کریم شخص دوسرے کریم شخص سے پہلی ملاقات ہی میں محبت کرنے لگتا ہے چاہے پھر زندگی بھر ملاقات نہ ہو سکے۔

چنانچہ یونس بن عبید کسی مصیبت میں مبتلا ہوئے تو کسی نے پوچھا کہ تمہارے

پاس ابن عوف نہیں آئے کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم جب کسی کی محبت پر اعتماد کر لیتے ہیں تو اس کا نہ آنا اس کے لئے مضر نہیں ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے اٹھارہ پرحکمت اقوال

حضرت سعید بن میتبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے لئے اٹھارہ کلمات وضع کئے جو سب کے سب حکمت سے پر تھے۔

آپ نے فرمایا:

(۱) برائی کا بدلہ اچھائی سے دو:

جو شخص تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تم اس کا بدلہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے کے جیسا اور کچھ ادا نہیں کر سکتے۔

(۲) حسن ظن رکھو:

اپنے بھائی کے معاملے کو اس کے اچھے محمل پر رکھو جب تک کہ کوئی اور بات غالب نہ ہو جائے۔

(۳) بھائی کی بری بات کا اچھا مطلب لو

مسلمان کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو شر گمان مت کرو جب کہ تم اس کی بات کا کوئی اچھا مطلب بھی لے سکتے ہو۔

(۴) تہمت کے لئے خود کو پیش نہ کرو:

جو شخص خود کو تہمت کے لئے پیش کر دے تو وہ برا گمان کرنے والوں کو ملامت نہ کرے۔

(۵) اپنا راز چھپاؤ:

جو شخص اپنا راز چھپائے اختیار اسی کے ہاتھ میں رہتا ہے۔

(۶) سچے دوست کے ساتھ رہو:

تمہیں لازم ہے کہ سچے دوست کے ساتھ رہو کیونکہ وہ خوشحالی میں زینت، مصیبت میں توشہ ثابت ہوتے ہیں۔

(۷) ہمیشہ سچ بولو:

ہمیشہ سچ بولو چاہے سچ تمہیں قتل کر دے۔

(۸) لایعنی باتوں سے گریز:

لایعنی باتوں کے پیچھے مت پڑو۔

(۹) انہونی بات کو مت پوچھو:

جو بات نہیں ہوئی اس کے بارے میں مت پوچھو کیونکہ یہ بات تمہیں ہونے والی بات سے غافل کر دے گی۔

(۱۰) دشمن سے ضرورت نہ مانگو:

ایسے شخص سے اپنی ضرورت کا سوال مت کرو جو اس سے تمہاری نجات نہیں چاہتا۔

(۱۱) گناہگار کے ساتھ مت رہو:

فاجر آدمی کے ساتھ مت رہو وہ تمہیں گناہ سکھا دے گا۔

(۱۲) دشمن سے دور رہو:

اپنے دشمن سے دور رہو۔

(۱۳) دوست سے ہوشیار:

دوست سے ہوشیار رہو سوائے یہ کہ وہ امانت دار ہو۔

(۱۴) متقی امانت دار ہے:

امین وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو۔

(۱۵) گفتگو میں خشوع:

بات کرتے وقت خشوع اختیار کرو۔

(۱۶) نیکی کرتے ہوئے عاجزی:

طاعت انجام دیتے وقت عاجزی اختیار کرو۔

(۱۷) ایمان تھامے رکھو:

گناہ کے نزدیک ایمان کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔

(۱۸) تقوے والے سے مشورہ کرو:

اپنے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں سے مشورہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صرف علماء ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔'' (سورۃ فاطر آیت نمبر ۲۷)

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص صرف رائے اور دین، علم اور حسن اخلاق میں فضیلت رکھنے والے ان لوگوں سے ہی بھائی چارہ اختیار کرتا ہے جو ساتھ ساتھ عقلمند ہوں اور صالحین کے ساتھ نشوونما پائی ہو کیونکہ اس کند ذہن شخص کی صحبت اختیار کرنا جو عقلاء کے ساتھ پلا بڑھا ہو اس عقلمند کی صحبت سے بہتر ہے جو جاہلوں کے ساتھ پلا بڑھا ہو۔

محبت کی اصل بھروسہ ہے

محبت کی اصل بھروسہ اور اعتماد ہے اور اس کی آفت ملال و اکتاہٹ ہے جو شخص محبت کی پاسداری کو ضائع کردے وہ دوستوں کے بھائی چارے کے ثمرات ضائع کردیتا ہے اور بھائیوں کو خود سے مایوس بھی کردیتا ہے اور جو شخص محبت کی پاسداری نہ

کر سکنے کے خوف سے بھائیوں کو (دوستوں کو) چھوڑ دے ہوسکتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے بغیر بھائیوں کے رہ جائے۔ بالکل اسی طرح کہ جیسے کوئی شخص رسی ٹوٹنے کے ڈر سے کنوئیں سے پانی کھینچنا چھوڑ دے تو ہوسکتا ہے وہ پیاس سے ہی مر جائے۔

دوستی کرنے سے پہلے پرکھ لو

عقلمند شخص دوستوں سے بھائی چارہ اختیار کرنے سے قبل ان کے احوال کی جانچ پڑتال ضرور کرتا ہے اور سب سے زیادہ صحیح جانچ پڑتال اس بات کی ہے کہ غصہ کے بعد محبت باقی رہتی ہے یا نہیں۔

حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے بچے اگر تو کسی سے دوستی کرنے لگے تو پہلے اسے غصہ دلا کر دیکھنا اگر وہ غصہ کے وقت انصاف سے کام لے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے چھوڑ دینا۔

حضرت سفیان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کے ساتھ چاہو مصاحبت اختیار کرلو پھر اسے غصہ دلاؤ اور اس کے بعد کسی کو بھیج کر اپنے بارے میں اس سے پوچھو (کہ اس کی اب کیا رائے ہے؟)

صالح بن عبدالقدوس کے اشعار ہیں:

اذا کان ود المرء لیس بزائد ... علی "مرحبا" او "کیف انت" وحالکا
او القول "انی وامق لک" او حافظ ... وافعالہ تبدی لنا غیر ذالکا
ولم یک الا کاشرا او محدثا ... فأف لود لیس الا کذالکا
ولکن اخاء المرء من کان دائما ... لذی الود منہ حیثما کان سالکا

(ترجمہ) ”جب کسی شخص کی محبت مرحبا، کیف انت اور کیف حالک سے زیادہ نہ ہو یا یہ کہے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں، یا نگہبان ہوں اور اس کے افعال اس کے برخلاف ظاہر کر رہے ہوں، اور وہ دانت نکالنے والا یا گپ شپ لگانے والا ہو تو ایسی محبت پر اف ہے جو صرف ایسی ہو، لیکن انسان کی محبت کرنے

والے سے محبت دائمی وہ ہوتی ہے کہ وہ جہاں ہو جاری رہے۔"

شعبہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگ میرے غم کی جلاء ہو۔ (تم کو دیکھ کر غم دور ہو جاتا ہے)

خالد بن صفوان کہتے ہیں کہ دنیا کی تین لذتیں ہی باقی رہ گئی ہیں۔ بیویوں کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنا، اولاد کو سونگھنا، دوستوں سے ملاقات کرنا۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ اگر میں اپنے دوست سے ملتا ہوں تو اس کی ملاقات کے بعد کئی دن عقلمند رہتا ہوں۔

دوستوں کی مجلس سے اچھی خوشی کوئی نہیں

چنانچہ عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ بات جان لے کہ خوشیوں میں کوئی چیز دوستوں کی صحبت کے برابر نہیں۔ نہ ہی کوئی غم ان کی جدائی کے غم کے برابر ہو سکتا ہے۔ بہترین دوست وہ ہے جس کی تو تعظیم کرے تو وہ تیری حفاظت کرے اور کسی غلطی پر اپنے دوست کو عیب نہ لگائے کیونکہ وہ اس کی طبیعت کا شریک ہے اسے تو درگزر کرنا چاہئے اور دوستوں سے حسد کرنے سے دور رہے کیونکہ دوست سے حسد کرنا دوستی کی بیماری اور مرض ہے اسی طرح محبت کی سخاوت کرنا بہترین عطیہ ہے کیونکہ صحیح محبت کسی بیمار دل سے ظاہر نہیں ہو سکتی اور انسان کو چاہئے کہ وہ دوست پر بھائی چارے میں اپنے بوجھ کی تکلیف نہ دے کیونکہ جو شخص اپنے دوست پر بوجھ ہو جائے وہ دشمن کی نظر میں ہلکا ہو جاتا ہے...... اور غم کی تسلی کے لئے بہترین مدد قضاء و تقدیر پر راضی ہونا اور دوستوں سے ملاقات کرنا ہے۔

زندگی کی رونق

حضرت سفیان سے کسی نے پوچھا کہ زندگی کی رونق کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ دوستوں سے ملاقات کرنا...... سفیان کہتے ہیں کہ میں کبھی اپنے کسی دوست سے ملتا

ہوں تو ایک مہینے تک اس کی ملاقات کی وجہ سے عقل نکھری رہتی ہے (یا فرمایا کہ مہینہ بھر تک اس کی ملاقات یاد رہتی ہے)

مروت کی دو اقسام

ربیعہ کہتے ہیں مروت دو قسم کی ہوتی ہے۔

(۱) سفر کی مروت، (۲) اقامت کی مروت

سفر کی مروت یہ ہے، اپنا توشہ دوسرے پر خرچ کرے، اپنے ساتھیوں کے برخلاف نہ چلے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کئے بغیر ہنسی مذاق کی خوب باتیں کرے۔

اقامت وحضر کی مروت یہ ہے کہ (نمازوں کی باجماعت) مساجد میں پابندی کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ دوستوں کی کثرت، اور قرآن کی تلاوت کرنا۔

☆☆☆

باب (۱۴)

خلق خدا سے نفرت وعداوت کی کراھیت کا بیان

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا بتوں کی عبادت کے بعد سب سے پہلے مجھے میرے رب نے جس چیز سے منع فرمایا وہ شراب نوشی، لوگوں پر طعن زنی اور لوگوں کو ملامت کرنا ہے۔

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عقلمند جان لے کہ جو شخص اس سے محبت کریگا تو وہ اس سے حسد نہ کریگا اور جو حسد نہیں کریگا وہ دشمنی بھی نہیں کریگا۔ یوں انسان ظاہری دشمن سے زیادہ مخفی دشمن سے اپنا بچاؤ کر سکے گا۔

دشمن اگر دھوکہ باز اور انتقامی مزاج رکھتا ہو تو انسان اس سے ہر معاملے میں انصاف کرے ورنہ ندامت ہی ہوگی۔

دشمن کو ہلاک کرنے میں بعض اوقات عقلمند کی رائے وہ کام کر جاتی ہے جو بڑے بڑے لشکر بھی نہیں کر پاتے۔

عقلمند کیلئے احتیاط اسی میں ہے کہ وہ عداوت اور دشمنی میں پڑنے کے بجائے تمام حالات میں اس سے دور ہی رہے۔

اسماعیل کہتے ہیں:

کہ ایک ہزار آدمی کی محبت دیکر بھی ایک آدمی کی دشمنی نہ خریدو۔

مہدی بن سابق نے اشعار کہے ہیں۔

تكثر من الاخوان ما استطعت انّهم ـــ عماد اذا استنجد تهم وظهور

وليس كثيراً ألف خلّ لصاحب ـــ وانّ عدوّاً واحدًا لكثيرٌ

(ترجمہ) ''جتنا بھی ہو سکے دوست بڑھاؤ کیونکہ مدد طلب کرنے کے وقت وہ پشت پناہی اور ستون کا کام دیتے ہیں۔

اگر ایک آدمی کے ہزار دوست ہوں تو یہ زیادہ نہیں ہیں البتہ اگر دشمن ایک بھی ہو تو وہ زیادہ ہے۔

امام ابو حاتم نے فرمایا:

عقلمند شخص کیلئے مناسب نہیں کہ وہ برائی کا بدلہ برائی سے دے اور سب وشتم کو اپنے دشمن کیخلاف بطور ہتھیار استعمال کرے اس لئے کہ دشمن کے خلاف جتنی اس کے عیوب کی اصلاح کر کے مدد لی جا سکتی ہے اتنی کسی اور ذریعے سے نہیں لی جا سکتی۔ کیونکہ اس صورت میں دشمن آپ کی طرف کوئی راستہ نہ پا سکے گا۔

محمد بن عبداللہ زنجی بغدادی نے اشعار کہے ہیں۔

أُخلُق بذي الصّبر أن يحظى بحاجته ومدمن القرع للأبواب أن يلجا
أبصر لرحلك قبل الخطوم موضعها فمن علاقلّة عن غرة زلجا

(ترجمہ) ''صابر کی صفات سے متصف ہو کر اپنی حاجت براری کرو۔ دروازوں کو مستقل کھٹکھٹانے والا داخل ہونے کا راستہ پا ہی لیتا ہے۔ پاؤں رکھنے سے قبل رکھنے کی جگہ کو دیکھو۔ غفلت سے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے والا پھسلے گا ہی۔''

عقلمند دشمنی نہیں کرتا

امام ابو حاتم نے فرمایا:

عقلمند شخص پاؤں رکھنے سے قبل پاؤں رکھنے کی جگہ کو دیکھتا ہے۔ پھر تھوڑا تھوڑا اپنے دشمن کے قریب ہوتا ہے تا کہ اپنی حاجت کو پا لے اور عقلمند ایک دم دشمن کے قریب نہیں ہوتا کہ وہ اس پر جرات کر سکے۔

عقلمند جب تک محبت کی طرف کوئی راستہ پائے تو دشمنی کی روش نہیں اپناتا۔

اور عقلمند اس سے دشمنی نہیں کرتا جس کی طرف وہ خود محتاج ہو۔

اور نہ اس سخت دشمن سے جس کے مقابلہ کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ اس کے ساتھ مقابلہ میں بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

اور دشمن پر غلبہ پانے کا حیلہ یہ ہے کہ انسان ایسے وقت کا انتظار کرے جب دشمن غافل ہوتا ہے۔

اور ایسا رویہ اختیار کرے کہ وہ اس کو اپنا دشمن ہی نہ سمجھے۔

اس کے دوستوں سے دوستی لگائے۔

اس کے اور اس کے دوستوں کے درمیان دخیل بن کر رہے۔

دشمن سے مقابلے کی مضبوط تر تدبیر یہ ہے کہ انسان فرصت و تنہائی کے کسی لمحے میں ہی اس کا برائی سے تذکرہ کرے۔

دشمن جب ایک دوسرے کے ساتھ مشغول ہوتا ہے تو کامیابی اس وقت زیادہ آسانی ہوتی ہے۔

دشمن کے دوست سے دوری اور اس کے دشمن سے قربت بھی بعض اوقات دشمن کے خلاف مددگار ہوتی ہے۔

جس سے امن میں ہو اس سے ڈرو

ابن السماک کہتے ہیں:

جس سے تم ہوشیار رہتے ہو اس سے ڈرنے کی بجائے جس سے امن میں ہو اس سے ڈرا کرو۔

دشمن کے آنسو نہیں کرتوت دیکھو

فضل بن موسیٰ کا بیان ہے:

کہ موسم بہار میں ایک شکاری شکار کر رہا تھا ہوائیں اس کی آنکھوں میں غبار ڈال رہی تھیں اور غبار کیوجہ سے اس کی آنکھیں بہہ رہی تھیں۔ وہ جب بھی کسی چڑیا کو شکار کرتا اس کا پر توڑ کر اس کو اپنی ٹوکری میں ڈال دیتا یہ دیکھ کر ایک چڑیا نے دوسری سے کہا کہ آنسوؤں کی طرف دیکھو یہ کتنا شفیق اور مہربان ہے۔ دوسری نے کہا اس کے آنسوؤں

کے بجائے اس کے ہاتھوں کی طرف دیکھو وہ کیا کر رہے ہیں۔

دشمن سے کبھی غافل نہ رہو

امام ابو حاتم نے فرمایا

عقلمند اپنے دشمن سے کسی حال میں بھی غافل نہیں رہتا کیونکہ دشمن اگر دور ہے تو اس کی بے وفائی کا خطرہ ہے۔ اگر دشمن قریب ہے تو اس کی چالبازی سے امن میں نہیں رہا جا سکتا۔ اور عاقل اپنے دشمن سے انتقام لینے کی فکر میں نہیں لگا رہتا کیونکہ اگر وہ دشمن کا پیچھا کرتے ہوئے مارا گیا تو کہا جائے گا۔ اضاع نفسہ یعنی اس نے اپنے آپ کو ضائع کر دیا۔ اور اگر اس نے دشمن کے خلاف کامیابی حاصل کر لی تو کہا جائے گا کہ قضائے الٰہی نے اس کا کام تمام کر دیا۔

محبت اور نفرت میں اعتدال رکھو

بعض اہل ادب نے اشعار کہے ہیں۔

أحبب اذا أحببت حبًا مقاربًا فانک لاتدری متٰی انت نازع؟
والبعض اذا ابغضت غیر مجانب فانک لاتدری متٰی انت راجع؟

(ترجمہ): ''جب کسی سے محبت کرو تو اعتدال سے کرو کیونکہ معلوم نہیں کب آپ کا اس سے جھگڑا ہو جائے اور جب کسی سے نفرت کرو تو بالکل یکسر نفرت نہ ہو کیونکہ معلوم نہیں کب آپ اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا لو''

وکن معدنًا للحلم واصفح عن الاذٰی فانک راءٍ ماعلمت وسامعٍ

(ترجمہ) ''بردباری کا معدن بنو اور ایذاء رسانی سے درگزر کرو۔ بے شک جو تم جانتے ہو وہ دیکھ اور سن لو گے۔''

دشمن سے صلح کی گنجائش باقی رکھو

منصور بن محمد الکریزی نے یہ اشعار سنائے۔

اذا انت عادیت أمرأ بعد خلّة فدع في غد للعود والصلح موضعًا
فانّک اذا نابذت من ذلّ ذلّة ذللت وحیدًا لم تجدلک مفزعاً

(ترجمہ) ''دوستی کے بعد جب تم کسی سے دشمنی کرو۔ تو کل کو صلح
اور رجوع کے لئے گنجائش چھوڑو کیونکہ جس سے لغزش ہوئی ہے
اگر آپ اسے بالکل پھینک دو گے تو آپ تنہا ہو کر اپنے لئے کوئی
جائے قرار نہ پاؤ گے۔''

پرحکمت اشعار کا مقابلہ

ابن شہاب کا بیان ہے۔

ایک دن مروان اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جمع تھے۔ دونوں ام المومنین رضی اللہ عنہا کے حجرے میں بیٹھ گئے۔ ام المومنین اور ان کے درمیان پردہ حائل تھا۔ دونوں نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے شعر اور حدیث کے بارے میں پوچھا۔ پھر مروان نے بصورت شعر کہا۔

من یشاء الرّحمٰن یخفض بقدرہٖ ولیس لمن یرفع اللّٰہ رافع

(ترجمہ) ''رحمٰن جسے چاہے اپنی قدرت سے پست کر دیتا ہے۔
اور جس کو اللہ بلند نہ کرے اس کو بلند کرنے والا کوئی نہیں۔''

حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

وفوّض الی اللّٰہ الامور اذا اعترت وبا اللّٰہ لا باالا قربین تدافع

(ترجمہ) ''مشکل حالات آئیں تو ان کا حل اللہ کے سپرد کرو۔
رشتہ داروں کے بجائے تم اللہ ہی کے ذریعہ اپنا دفاع کر سکتے ہو۔''

مروان نے کہا۔

وداو ضمیر القلب بالبرّ والتّقٰی ولا یستوی قلبان قاسٍ وخاشعٍ

(ترجمہ) ''قلبی وسوسوں کا علاج نیکی اور پرہیز گاری کے ذریعہ
کرو۔ سخت اور اللہ سے ڈرنے والا دل دونوں برابر نہیں۔''

ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

لایستوی عبدان عبدٌ مکلم عتلّ لارحام الاقارب قاطع

(ترجمہ) ''دونوں غلام برابر نہیں ہو سکتے، سخت مزاج، بداخلاق اور رشتہ داروں سے قطع تعلقی کرنے والا۔''

مروان نے کہا۔

وعبدٌ یجافی جنبہ عن فراشہٖ یبیت یناجی ربّہٗ وھو راکعٌ

(ترجمہ) ''اور وہ غلام جو اپنے پہلو کو بستر سے جدا رکھتا ہے رات گزارتا ہے رکوع کی حالت میں اپنے رب سے مناجات کرتے ہوئے۔''

ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

وللخیر اھل یعرفون بھدیھم اذا اجتمعت عند الخطوب المجامع

(ترجمہ) ''نیک لوگ اپنی سیرت سے پہچانے جاتے ہیں جب مشکل کے وقت لوگوں کے گروہ جمع ہوں''

مروان نے کہا۔

وللشر اھل یعرفون بشکلھم تشیر الیھم بالفجور الاصابعُ

(ترجمہ) ''شریر لوگ اپنی شکل سے پہچانے جاتے ہیں۔ انگلیاں ان کی طرف فسق و فجور کے ساتھ اشارہ کرتی ہیں۔''

ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہو گئے اور جواب نہ دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا عبداللہ تمہیں کیا ہوا؟ اپنے ساتھی کو جواب کیوں نہیں دیتے؟ واللہ جواب دینے میں جیسا مقابلہ تم نے کیا ایسا مقابلہ اس سے پہلے میں نے نہیں دیکھا۔ تمہارا مقابلہ مجھے پسند آیا ہے۔

ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کلام میں حد سے تجاوز اور ظلم کے خوف سے رک گیا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا شعر گوئی میں مروان کی مہارت تم سے زیادہ ہے۔

دشمنی سے گریز کرو

حضرت عبداللہ بن حسن نے اپنے بیٹے محمد سے کہا۔

لوگوں کی دشمنی سے دور رہو کیونکہ دشمن اگر برد بار ہے تو اس کی حیلہ بازی سے واسطہ پڑے گا۔ اور اگر جاہل ہے تو اس کی بکواس اور سب وشتم سے واسطہ پڑے گا۔

امام ابو حاتم نے فرمایا۔

عقلمند کسی بھی حالت میں دشمنی نہیں مول لیتا۔ کیونکہ دشمنی یا تو سمجھدار سے ہوگی یا جاہل سے۔ دشمن سمجھدار ہے تو وہ دھوکہ دے گا اگر جاہل ہے تو برا بھلا کہے گا۔

دشمن اگر آپ کے لطف و کرم کو دیکھ کر آپ کو ایذا نہیں دے رہا تو اس سے دھوکہ نہ کھائیں کیونکہ پانی جتنا بھی گرم ہو جائے آگ کو بجھانے کی صلاحیت اس میں باقی رہتی ہے۔

اگر فائدے کی امید ہو تو دشمن کو کندھے پر اٹھانے میں عار محسوس نہیں کرنی چاہئے کیونکہ سخت مزاجی کی بجائے نرمی اور خوش کلامی دشمن کو زیادہ جھکاتی ہے۔

آگ کو دیکھو اپنی حرارت کے باوجود درخت کے اوپر والے حصے کو ہی جلاتی ہے۔ لیکن پانی جبکہ زیادہ ہو اپنی ٹھنڈک اور نرمی کے باوجود درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دیتا ہے۔

معاشرت میں دشمن سے دور رہنا وقت آنے پر دشمن کے خلاف کام آتا ہے۔

احنف بن قیس نے کہا۔

جو دشمن کے ساتھ بیٹھا تو گویا اس نے دشمن کو اپنے عیوب یاد کروائے۔

☆☆☆

باب (۱۵)

صحبت صلحاء کی ترغیب اور صحبت اشرار سے ترہیب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا صالح ہمنشین کی مثال عطر فروش کی ہے اگر تمہیں اس سے عطر نہ ملے کم از کم خوشبو تو تم تک پہنچ ہی جائے گی۔

اور برے ہمنشین کی مثال لوہار کی ہے۔ اگر تم تک اس کی آگ نہیں پہنچتی تو چنگاریاں تو پہنچ ہی جاتی ہیں۔[1]

نیک لوگوں کی مجلس تلاش کرو

ابو حاتم نے فرمایا۔

عاقل نیک لوگوں کی مجلس کی تلاش میں رہتا ہے اور برے لوگوں کی صحبت سے دور بھاگتا ہے کیونکہ صلحاء کی محبت جلد حاصل ہوتی ہے اور دیر سے ختم ہوتی ہے اور برے لوگوں کی محبت دیر سے حاصل ہوتی ہے اور جلد ہی ختم ہو جاتی ہے۔

اور برے لوگوں کی محفل میں بیٹھ کر انسان نیک لوگوں سے بدظن ہو جاتا ہے۔

برے لوگوں سے دوستی کرنے والا ایک دن ان میں شامل ہو جاتا ہے۔

لہٰذا عاقل پر لازم ہے کہ شک کرنے والوں سے دور رہے ایسا نہ ہو کہ وہ بھی شک کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ کیونکہ جیسے نیک لوگوں کی مجلس انسان میں خیر کا مادہ پیدا کرتی ہے۔ اس طرح برے لوگوں کی صحبت انسان میں برائی پیدا کرتی ہے۔

1۔ بخاری ۹/ ۵۷۰، مسلم حدیث نمبر ۲۶۲۸، ابو داؤد حدیث نمبر ۴۸۲۹

محمد بن بغدادی نے کہا ہے۔

علیک باخوان الثقات فانّھم قلیل فصلھم دون من کنت تصحب

ونفسک اکرمھا وصنھا فانھا متٰی ماتجالس سفلة الناس تغضب

(ترجمہ) ''نیک لوگوں کے ساتھ رہو اگرچہ وہ کم ہیں۔ باقیوں سے توڑ کر انہی سے جوڑ لو۔ اپنے نفس کا اکرام اور اس کی حفاظت کرو۔ گرے ہوئے لوگوں کی صحبت غصے والا بنا دے گی۔''

سفیان بن عینیہ نے کہا۔

جس نے نیک آدمی سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔

خارث بن وجیہہ کہتے ہیں۔

میں نے مالک بن دینار کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نیک لوگوں کے ساتھ پتھر اٹھا کر لے جانا برے لوگوں کے ساتھ حلوہ کھانے سے بہتر ہے۔

﴿عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾

اس آیت کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بردبار، علماء صبر کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں۔

یہ لوگ ظلم کا بدلہ ظلم سے نہیں دیتے ان پر اگر کوئی زیادتی کرے تو یہ جواباً ان پر زیادتی نہیں کرتے۔

اللہ کے خوف نے ان کو تیر کی طرح لاغر کر دیا ہے۔

ابو عمرو بن العلاء کہتے ہیں کہ

مجھے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے نوجوانوں کے ساتھ بیٹھے دیکھ کر فرمایا تمہیں کس چیز نے نوجوانوں کے ساتھ بٹھایا ہے؟ بزرگوں کے ساتھ بیٹھا کرو۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

تنہائی سے نیک آدمی کی صحبت بہتر ہے اور تنہائی بری صحبت سے بہتر ہے۔

خیر کو لکھانے والا خاموش سے بہتر ہے اور شر کو لکھانے والے سے خاموش بہتر ہے۔

امام ابوحاتم نے فرمایا۔

عاقل برے لوگوں کو ساتھی نہیں بناتا کیونکہ بروں کی صحبت آگ کی چنگاری ہے جو اپنے ساتھ رقابتیں اور عداوتیں لاتی ہے۔

برے کی محبت سیدھی نہیں ہوتی اور برا شخص ایفائے عہد سے بھی دور ہوتا ہے۔

خوش نصیب انسان

آدمی کے لئے سعادت ہے اگر اسے چار خصلتیں مہیا ہوں۔

(۱) اس کی بیوی اس کی ہم خیال ہو۔

(۲) اس کی اولاد نیک ہو۔

(۳) اس کے دوست نیک ہوں۔

(۴) اس کی روزی اس کے اپنے شہر میں ہو۔

جس کی صحبت سے خیر کی توقع نہ ہو اس سے کتے کی صحبت بہتر ہے۔

بری جگہوں پر جانے سے جس طرح انسان تہمت سے نہیں بچ سکتا اسی طرح بروں کی صحبت میں رہتے ہوئے برائی سے نہیں بچ سکتا۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

اے شخص جو تجھے تیری پریشانی کے وقت اچھی رائے دے اور اچھی نصیحت کرے ایسا شخص تو بہت کم پائے گا۔

اگر مل بھی جائے تو اس کے دنیا سے جانے کے بعد تجھے اس کا بہترین جانشین نہ ملے گا۔

کچھ لوگوں کے دوسروں پر حقوق

جعفر بن محمد رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے۔

جس میں تین خصلتیں ہوں لوگوں پر اس کے چار حقوق ہیں۔ تین خصلتیں یہ ہیں۔

(۱) جب لوگوں سے ملے ان پر ظلم نہ کرے۔

(۲) جب ان کو بیان کرے جھوٹ نہ بولے۔

(۳) اس سے بھائی چارگی کریں۔

لوگوں پر اس کے چار حقوق یہ ہیں۔

(۱) اس کی عدالت کا اظہار کریں۔ (۲) اس کی مروت کا پورا خیال رکھیں

(۳) اس سے بھائی چارگی کریں۔ (۴) اس کی غیبت نہ کریں۔

بہترین ساتھی "عقلمند انسان" ہے

محمد بن اسحاق نے اشعار کہے ہیں۔

اصحب خیار الناس أین لقیتھم خیر الصحابة من یکون ظریفاً

والناس مثل دراھم میّزتھا فرأیت فیھا فضّة وزیوفاً

(ترجمہ) "صلحاء کی صحبت میں رہو جہاں بھی انہیں پاؤ۔ بہترین ساتھی وہ ہے جو عقلمند ہو۔ لوگ چھانٹے ہوئے درہم کی طرح ہیں جن میں تم نے چاندی اور کھوٹ دونوں پائے۔"

عبدالصمد نے وھب سے سنا۔

وہ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیک آدمی کی وجہ سے کئی قبیلوں کی حفاظت کرتا ہے۔

اصلاح میں مدد نہ کرنے والوں سے اللہ کی پناہ

ابو حاتم فرماتے ہیں۔

عقلمند کو چاہیئے کہ وہ اللہ سے ایسے لوگوں کی صحبت کی پناہ مانگے جو اللہ کی یاد

میں اس کی مدد نہ کریں۔ اگر انسان بھول جائے تو وہ یاد نہ کرائیں۔ غافل ہو جائے تو غفلت میں مزید اضافہ ہی کرائیں۔

جس کے دوست برے ہوں گے وہ ان میں بدترین ہوگا۔

جس طرح نیک آدمی نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرتا ہے اسی طرح فاجر فجار کی صحبت اختیار کرتا ہے۔

آدمی کو مجبوری میں بھی اہل مروت کی صحبت اختیار کرنی چاہئے۔

اہل مروت کی مصاحبت اختیار کرو

عبدالواحد بن زید کا قول ہے۔

دنیا داروں میں سے دین داروں کے ساتھ بیٹھو ان کے علاوہ سے دور رہو۔ اگر مجبوراً بیٹھنا پڑے تو اہل مروت کی محفل میں بیٹھنا کیونکہ وہ اپنی مجالس میں فحش گوئی نہیں کرتے۔

☆☆☆

باب (۱۶)

محبت میں تلوّن مزاجی کی کراہیت کا بیان

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی صحبت میں کوئی خیر نہیں جو تمہارے لئے ایسی بات پسند نہ کرے جیسی تم اس کے لئے پسند کرتے ہو۔

ابو حاتم فرماتے ہیں۔

عقلمند کو جب اللہ تعالیٰ صحیح محبت کرنے والے اور محبت کی پاسداری کرنے والے مسلمان کی محبت نصیب فرمادیں تو اسے چاہئے کہ وہ اسے مضبوطی سے تھام لے۔

پھر اپنے نفس کو اس محبت کے چھوڑنے کا عادی بنائے۔

اگر محبوب قطع تعلق کرے تو اس کی طرف بڑھنے کا عادی بنائے۔ (ایسا محبوب اگر پیچھے ہٹے تو عقلمند کو چاہئے کہ وہ آگے بڑھے)

اگر وہ ہاتھ کو روکے تو عاقل کو چاہئے کہ وہ اس پر خرچ کرنے کا نفس کو عادی بنائے اگر وہ دور ہو تو عقلمند کو چاہئے کہ وہ اس کے قریب ہو۔ گو کہ اس کے اعضاء میں سے ایک عضو بن جائے۔

کسی شخص میں سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ وہ محبت میں متلون المزاج ہو۔

دو غلے دوستوں کا شکوہ

منتصر بن بلال نے اشعار کہے ہیں۔

وکم من صدیق ودّهٗ بلسانه　　　خؤون بظهر الغیب لایتندّم

یضاحکنی کرهًا لکیما أودّهٗ　　　وتتبعنی منهٗ اذا غبت اسهم

(ترجمہ) ”اور کتنے ہی دوست ہیں جن کی محبت زبان تک محدود

ہے۔ پیٹھ پیچھے خیانت کرنے والے اور غمخواری سے خالی ہیں۔"
بتکلف مجھے ہنساتے ہیں تا کہ میں ان سے محبت کروں جب میں ان سے الگ ہوتا ہوں تو ان کے تیر میرا پیچھا کرتے ہیں۔

دوست کی محبت ضائع کرنے والا عاجز ہے

اصمعی ایک دیہاتی کا قول نقل کرتے ہیں۔
سب سے عاجز وہ شخص ہے جو دوست کی تلاش سے قاصر ہو۔ اس سے بھی زیادہ عاجز وہ ہے جس کو دوست ملا لیکن اس نے اس کی محبت ضائع کر دی۔
دوسرے کے لئے وہی صحیح انتخاب کرسکتا ہے جو اپنے لئے کر چکا ہو۔

عقلمند دورنگا نہیں ہوتا

ابو حاتم کہتے ہیں۔
عقلمند دوستی کی پاسداری میں کوتاہی نہیں کرتا نہ وہ دورنگا ہوتا ہے اور نہ وہ دو دلوں والا ہوتا ہے۔
بلکہ اس کا ظاہر اس کے باطن کے موافق اور قول عمل کے موافق ہوتا ہے۔
ان دو آدمیوں کی دوستی میں کوئی خیر نہیں جن کے درمیان خلل نمو پذیر ہو۔ اور دراڑیں پڑ رہی ہوں۔

انسان کی آنکھ دل کی بات ظاہر کر دیتی ہے

مجھے عمرو بن محمد نسائی نے اعرابی کے اشعار سنائے۔

العین تبدی الذی فی نفس صاحبها ... من الشناءة او وُدّ اذا کانا
أن البغیض لهٔ عین یصدّ بها ... لایستطیع لما فی الصدر کتماناً
العین تنطق والافواهُ ساکنة ... حتّی تریٰ من ضمیر القلب تبیاناً

(ترجمہ) "انسان کے دل میں محبت یا دشمنی جو کچھ ہو آنکھ اس کو ظاہر کر دیتی ہے۔ بغض رکھنے والا اپنی آنکھ سے جو کچھ سینے میں

ہو بیان کر دیتا ہے۔ چھپا نہیں سکتا۔ آنکھیں بولتی ہیں اور منہ خاموش ہوتے ہیں۔“

حتیٰ کہ آپ ضمیر قلب سے واضح طور پر معلوم کر لیتے ہیں۔

کسی سے دوستی سے پہلے اسے پرکھ لو

مقنع کندی نے اشعار کہے ہیں۔

أبل الرّجال اذا اردتَ إخاءَ هم ۔۔۔ وتوسمنّ امورهم و تفقّد

فاذا ظفرتَ بذي اللّبابة والتّقى ۔۔۔ فبه اليدين قرير عين فاشدد

ومتى يذل ولا محالة ذلة ۔۔۔ فعلىٰ اخيك بفضل رأيك فاردُدِ

واذا الخنا نقض الحبّى في موضع ۔۔۔ ورأيت اهل الطيش قاموا فاقعد

(ترجمہ) ”لوگوں سے دوستی سے قبل ان کا امتحان لے لو۔ ان کے امور کو اچھی طرح جانچ لو۔ جب کسی متقی، عقلمند، آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے والے کی دوستی میں کامیاب ہو جاؤ۔ تو اس کو مضبوط پکڑ لو۔“

اور جب اس سے لغزش ہو جائے اور لغزش تو ہو ہی جاتی ہے تو اپنی وسعت ظرفی سے اس سے درگزر کرو۔

جب کسی موقع پر کوئی نازیبا کلام محبت میں دراڑیں ڈال دے اور تو اہل غضب کو کھڑا دیکھے تو تو بیٹھ جا!۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی نصیحت

یحییٰ بن کثیر کہتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے بیٹے ایک مرتبہ جب کوئی اچھا دوست مل جائے تو اس کو تھام لو۔ کیونکہ اس جیسا دوسرا نہ ملے گا۔

دوست وہ جو مشکل میں ساتھ دے

محمد بن حسین کہتے ہیں۔

کوفہ میں ایک دیہاتی تھا۔ اس کا ایک گہرا دوست تھا جو اس سے محبت کے بڑے دعوے کرتا تھا۔ دیہاتی نے اس کے دعووں سے متاثر ہو کر اس کو مشکل لمحات کا غم خوار بنالیا۔

چنانچہ دیہاتی پر جب کوئی مشکل آتی اور وہ اس کے پاس جاتا۔ تو وہ ہر دفعہ اس سے دور بھاگتا، چنانچہ اس کو اپنی مطلب براری سے دور پاکر دیہاتی نے اشعار پڑھے۔

اذا كان وُدّ المرء ليس بزائدٍ   على، مرحباً، أو، كيف انت، وحالكا
ولم يك الآ كاشرا او محدثا   فأف لود ليس الا كذلك
لسانك معسول و نفسك بشة   وعند الثريا من صديقك مالكا
وانت اذا همّت يمينك مرة   لتفعل خيرًا قاتلتها شمالك

(ترجمہ) ''جب کسی کی محبت، خوش آمدید، آپ کیسے ہو؟ آپ کا کیا حال ہے؟ سے زیادہ نہ ہو اور وہ اپنی محبت کو ہنسنے اور باتوں تک محدود رکھے۔ تو ایسی محبت پر اف ہی کہا جا سکتا ہے۔''

زبان تیری شہد کی طرح میٹھی اور نفس ہشاش بشاش ہے اور تیرا مال تیرے دوست سے اتنا دور ہے جتنا کہ ثریا۔ (نامی ستارہ)

تیرا دایاں ہاتھ خیر کا ارادہ کرے تو تیرا بایاں ہاتھ اس سے لڑتا ہے۔

محمد بن حازم نے اشعار کہے ہیں۔

وانّ من الاخوان اخوان كثرة   واخوان، حياك الاله و مرحبا
واخوانٌ كيف الحال و الاهل كلهُ ؟   وذالك لايسوى نقيرًا متربَا
جوادا اذا استغنيت عنهُ بمالهِ   يقول إليّ القرض والقرضَ فا طلبا
فان أنت حاولت الّذى خلف ظهره   وجدت الثريّا منه فى البعد اقربا

(ترجمہ) ''کچھ دوست صرف ہنسی مذاق تک محدود ہوتے ہیں اور
کچھ دوست، اللہ تجھے زندہ رکھے، اور خوش آمدید تک محدود ہوتے
ہیں۔''

اور کچھ دوست ''آپ کا کیا حال ہے'' کہنے کے ساتھ اہل خانہ کی خیریت دریافت کرنے کی زحمت بھی نہیں کرتے۔

ایسا شخص خاک آلود فقیر کے برابر بھی نہیں ہے کہ جب آپ اس کے مال سے مستغنی ہوں تو لین دین کے نعرے لگائے اور جب آپ جو کچھ اس کی پیٹھ پیچھے ہے اس کو طلب کریں تو وہ آپ سے ثریا سے بھی زیادہ دور ہو جائے گا۔

دوغلے بے وفا شخص سے دوستی مت کرو

ابو حاتم کہتے ہیں۔

عقلمند متلون المزاج سے دوستی نہیں لگاتا نہ ہی دو رُخ سے دوستی لگاتا ہے۔ اور عقلمند وہی بات ظاہر کرتا ہے جو دل میں ہو۔ اور ظاہری محبت سے زیادہ دلی محبت کرنے والا ہوتا ہے۔

اور مصائب آنے پر عقلمند کے رویے میں تبدیلی نہیں آتی۔ بلکہ وہ اپنی سابقہ محبت پر قائم رہتا ہے۔ کیونکہ جو شخص ایسا نہ ہو اس کی تعریف کوئی نہیں کرتا۔

سچے دوست کی صفات

محمد بن المنذر، محمد بن خلف التمیمی اور بنو خزاعہ کے ایک شخص نے یہ اشعار سنائے۔

لیس أخي من ودني بلسانه   ولكن أخي من ودي في النوائب
ومن ماله مالي إذا كنت معدمًا   ومالي له إن عضّ دهر بغارب
فلا تحمدن عند الرّخاء مؤاخيا   فقد تنكر الاخوان عند المصائب
وما هو الاّ كيف انت ومرحبا   وباالبيض روّاغ كروغ الثعالب

(ترجمہ) ''وہ شخص میرا بھائی نہیں جو مجھ سے صرف زبانی محبت کرے بلکہ میرا بھائی تو وہ ہے جو مصائب میں مجھ سے محبت کرے۔ اور جب میں تنگدست ہو جاؤں تو اس کا مال میرا مال ہو۔ اور جب زمانہ اس کو مصائب میں جکڑے تو میرا مال اس کا مال ہو۔ فراخی کے زمانے میں جب کوئی بھائی چارگی کا دعویٰ کرے اس کی تعریف نہ کر کیونکہ بڑے وقت میں بعض بھائی بدل جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی محبت ''آپ کیسے ہو؟'' اور ''خوش آمدید'' تک محدود ہوتی ہے۔

ایسے لوگ پیسے کے معاملے میں لومڑی کی چال چلتے ہیں۔''

ہشام اپنے والد عروۃ سے نقل کرتے ہیں۔

حکمت کی باتوں میں لکھا ہے کہ اپنے اور اپنے والد کے دوست سے محبت کرو۔

دل دیکھنے کے لئے آنکھیں دیکھو

ابو حاتم کہتے ہیں۔

اصلی اور بناوٹی محبت کا اندازہ کرنے کے لئے آنکھیں دیکھا کرو کیونکہ دل میں جو محبت ہو آنکھ اسے ظاہر کر دیتی ہے۔

اسی طرح دل میں جو بے رخی ہو آنکھ اسے بھی ظاہر کر دیتی ہے۔

بس عقلمند آدمی دلی محبت معلوم کرنے کے لئے آنکھوں کی طرف دیکھتا ہے اور آنکھ اور دل کے درمیان ایسا راستہ پالیتا ہے جو اس کو اصلی محبت کا پتہ دیتا ہے۔ اور اس ادراک سے اسے کوئی خیالی چیز نہیں روکتی۔

جبکہ اس کے برعکس ابراہیم شکلہ کہتے ہیں۔ (یہ خلیفہ مہدی کے بیٹے ہارون رشید کے بھائی ہیں)

جو شخص تمہاری پسندیدگی اور ناپسندیدگی میں ظاہری موافقت کرے تو آپ کو

چاہیئے کہ اس کی ظاہری موافقت کو دل کے مطابق جانیں۔ کیونکہ آپ دلوں کے راز نہیں معلوم کر سکتے۔

لہٰذا جیسی زبان ہو ویسا ہی معاملہ کرنا چاہیئے۔

اسی بارے میں ابراہیم بن شکلہ کے یہ اشعار ہیں۔

لیس المسیئ اذا تغیّب سوؤہ عنّی بمنزلۃ المسیئ المعلن
من کان یظھر ما أحبّ فأنّہٗ عندی بمنزلۃ الامین المحسن
واللّٰہ اعلم باالقلوب وإنّما لک مابدالک منھم باالألسن
ولقد یقال خلاف ذالک إنّما لک مابدالک منھم بالاعین

(ترجمہ) ''مجھے جو اعلانیہ ایذا نہیں پہنچاتا وہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا جو مجھے اعلانیہ ایذا پہنچاتا ہے۔ جو میری پسندیدگی میں موافقت ظاہر کرے وہ میرے نزدیک امین اور محسن ہے۔ دلوں کو اللہ جانتا ہے آپ زبان پر ہی اعتماد کیا کریں۔ بعض لوگوں نے اس کے مخالف بھی کہا ہے کہ زبان کے بجائے آنکھوں پر اعتماد کرنا چاہیئے۔''

ابراہیم کے ماموں کا خط

میرے ماموں نے اس بارے میں میری مخالفت کی ہے ان کا کہنا ہے کہ دلوں کے بارے میں زبانوں کے بجائے آنکھیں زیادہ واضح گواہی دیتی ہیں۔

اور انہوں نے اس بارے میں ایک خط بھی لکھا ہے جس میں حمد وصلوۃ کے بعد وہ کہتے ہیں۔

بے شک مجھے تمہاری بے رخی کا معلوم ہو چکا ہے۔

جس نے مجھے تمہاری محبت کے بارے میں مایوس کیا۔ اور تمہاری آنکھیں ہمیشہ سے مجھے اس بغض کے بارے میں خبر دیتی رہیں۔ جو تم نے دل میں چھپایا ہے۔

اس خط کے نیچے انہوں نے اشعار لکھے (جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے)

میں جب محبت کروں تو اس شخص کی طرح منافقانہ محبت نہیں کرتا جو
کبھی دشمنی ظاہر کرے اور کبھی چھپائے۔

بغض اس کے دل میں چھپا رہتا ہو۔ بس دل اس کو چھپاتا ہے۔
اور آنکھ ظاہر کرتی ہے۔ آدمی میری آنکھوں میں محبت کے دعویدار کو
پہچان لیتا ہے کہ یہ کون سی محبت کا حامی ہے اور کون سی محبت کا
دشمن ہے۔ تیری آنکھیں میری آنکھوں کو تیری بعض چیزوں پر مطلع
کرتی ہیں۔ اگر آنکھیں نہ ہوتیں تو میں وہ چیزیں نہ جان سکتا۔

ابراہیم الجحنی کا قول ہے

محبت کی علامات محبت کرنے والے میں ظاہر ہوتی ہیں اگرچہ اس کی زبان نہ
بولے۔[1]

---

[1] اور آنکھیں گفتگو کا پیمانہ ہیں۔

باب (۱۷)

لوگوں کے ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور اختلاف کے احوال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روحیں عالم ارواح میں جمع کیے ہوئے لشکر ہیں۔ پس جن کا وہاں آپس میں تعارف ہوا۔ ان کی دنیا میں بھی آپس میں محبت ہوتی ہے۔

جن کی وہاں آپس میں ناواقفی رہی وہ دنیا میں بھی ناواقف رہتے ہیں۔[1]

ابو حاتم فرماتے ہیں۔

قضائے الٰہی کے بعد لوگوں کا آپس میں تعلق اور لاتعلقی کا سبب روحوں کا آپس میں واقف اور ناواقف ہونا ہے۔

پس جو دو روحیں جسم میں آنے سے پہلے واقف ہو جائیں تو وہ دو انسان بھی آپس میں محبت کرتے ہیں۔

اور جب دو روحیں آپس میں ناواقف ہوتی ہیں تو جسم میں آنے کے بعد بھی ناواقف رہتی ہیں۔

مجاہد کہتے ہیں

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک شخص کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص مجھ سے محبت کرتا ہے۔

لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور چونکہ

[1] صحیح بخاری (۶/ ۲۶۸)، مسلم شریف حدیث نمبر ۲۶۳۸۔

روحوں کو لشکروں کی صورت میں جمع کیا گیا پس جن روحوں کی واقفیت ہوگئی تو وہ بھی آپس میں واقف ہیں۔

اور جن روحوں کی آپس میں لاتعلقی رہی وہ لوگ بھی آپس میں لاتعلق رہتے ہیں۔

محمد بن ابی علی الخلادی اور احمد بن محمد بن بکر الابناوی نے اشعار کہے ہیں۔

ان القلوب لأجناد مجنّدة لِلّٰه فی الارض بالاھواء تعترف

فما تعارف منها فھو مؤتلف وما تناکر منها فھو مختلف

(ترجمہ) ''قلوب اللہ کے جمع کئے ہوئے لشکر ہیں۔ جو اپنی خواہشات کے معترف ہیں۔ پس جن کی روحیں آپس میں واقف ہیں ۔ وہ لوگ بھی آپس میں محبت کرتے ہیں اور جن کی روحیں آپس میں ناواقف ہیں وہ لوگ بھی آپس میں ناواقف ہیں۔''

اہل طاعت کے دل اور خواہشات ایک ہوتے ہیں

حکم بن عبدالملک کہتے ہیں کہ

﴿اِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّکَ وَ لِذٰلِکَ خَلَقَھُمْ﴾ (سورہ ھود: ۱۱۹)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہؒ سے منقول ہے کہ اللہ نے اپنی مخلوق کو اپنی رحمت اور طاعت کیلئے پیدا کیا۔

اہل اطاعت کے دل اور خواہشات ایک ہوتے ہیں اگرچہ ان کے وطن مختلف ہوں اور اہل معصیت کے قلوب اور خواہشات جدا جدا ہوتی ہیں اگرچہ ان کے وطن ایک ہوں۔

ابو حاتم کہتے ہیں:

کسی شخص کے سکون اور بے قراری کو پہچاننے کا بہترین ذریعہ ہے کہ ان کے احباب کو دیکھا جائے کیونکہ انسان اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے۔

اور پرندہ اپنے ہم مثلوں پر ہی اترتا ہے۔

ایک دوست دوسرے دوست کے احوال کی جتنی ترجمانی کرتا ہے کوئی اور چیز دوسری چیز کی نہیں کرسکتی۔حتیٰ کہ دھواں آگ کی بھی نہیں۔

دوست کو دوست پر قیاس کیا جائے گا

ابرش نے اشعار کہے ہیں۔

یقاس المرء باالمرء اذا ما هو ماشاهٗ
وذوالعرّ اذا احتک ذاالصّحة اعداءهٗ
وللشئ من الشئ مقایس واشباهٗ
وللروح علی الروح دلیل حین یلقاهٗ

(ترجمہ) ”جب کسی آدمی کے بارے میں سب کچھ معلوم نہ ہو تو ایک کو دوسرے پر قیاس کیا جائے گا۔خارشی جب صحتمند کے ساتھ جسم رگڑتا ہے تو اپنی خارش اس کی طرف متعدی کر دیتا ہے۔ایک چیز کو دوسری چیز سے ناپنے کے پیمانے اور نظائر ہوتے ہیں۔ایک روح دوسری روح کے بارے میں خبر دیتی ہے جس وقت اس سے ملے۔“

ابواسحٰق نے ہبیرۃ کا قول نقل کیا ہے۔

لوگوں کو ان کے دوستوں پر قیاس کرو۔

کند جنس با ہم جنس پرواز

حسین بن جعفر بن سلیمان الضبعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

میں نے اپنے والد کو امام مالکؒ کا یہ قول نقل کرتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ پرندوں کی طرح ایک جیسے ہوتے ہیں۔

کبوتر کبوتر کے ساتھ کوا کوے کے ساتھ بطخ بطخ کے ساتھ اور چڑیا چڑیا کے ساتھ ہم مثل ہوتی ہے۔

اس طرح ہر انسان اپنے ہم مثل کیساتھ ہوتا ہے۔

مشکوک کے ساتھ مت رہیے

امام ابو حاتم فرماتے ہیں۔

عقلمند شخص مشکوک آدمی کے ساتھ چلنے سے بچتا ہے اپنے دین کے بارے میں جس پر الزام لگ چکا ہو اس سے دور رہتا ہے۔ کیونکہ جو اس کے ساتھ رہتا ہے اور معاشرت اختیار کرتا ہے وہ اسی سے پہچانا جاتا ہے۔ اور اس کی نسبت اسی ہی کی طرف کی جاتی ہے۔

آدمی اپنے ہم مثلوں کی ہی مصاحبت اختیار کرتا ہے۔ آدمی کا جب کسی کی صحبت اختیار کرنے کا ارادہ ہو تو اسے چاہئے کہ ایسے شخص کی صحبت اختیار کرے جو اس کیلئے باعث زینت ہو۔ باعث عار نہ ہو۔

ایسے شخص کی صحبت اختیار کرنے کے بعد انسان کو چاہئے کہ اس کی نیکی کو شمار کرے اور برائی چھپائے۔

وہ خاموش ہو تو آپ بولو اور اگر وہ مانگے تو آپ دو۔

آج کل کے باطن خلاف لوگ

آج کل لوگ اپنے ظاہر میں باطن کے خلاف ہوتے ہیں۔ اور اس قصے سے گہری مشابہت رکھتے ہیں جو ابو عبیدۃ نے روایت کیا ہے۔

قصہ

بنی اسرائیل میں ایک چڑیا کا جال سے مکالمہ ہوا۔ چڑیا نے کہا یہ آپ کا جھکنا کیسا ہے؟

جال نے کہا کثرت عبادت کی وجہ سے۔

چڑیا نے کہا آپ زمین میں دفن کیوں ہیں؟

جال نے کہا تواضع کی وجہ سے۔

چڑیا نے کہا یہ آپ پر بال کیسے ہیں؟

تو اس نے کہا یہ میرا لباس ہے۔
چڑیا نے کہا یہ کھانا کس کیلئے ہے؟
اس نے کہا یہ میں نے مسافر کیلئے تیار کر رکھا ہے۔
چڑیا نے کہا کیا مجھے کھانے کی اجازت ہے؟
اس نے کہا ہاں۔
چڑیا نے ایک چونچ ماری تھی کہ جال نے اس کی گردن پکڑ لی۔ چڑیا پھڑ پھڑائی اور بولی واللہ اب میں کسی عابد کے دھوکے میں نہ آؤں گی۔
محمد بن ابی علی نے ابن ابی اللقیش کے اشعار سنائے ہیں۔

إن كنت تبغي العلم او نحوهٗ　　او شاهدًا يخبر بغائب
فاعتبر الارض بأسمائها　　واعتبر الصاحب بالصاحب

(ترجمہ) ''اگر تمہیں علم وغیرہ یا کسی غائب کو بتانے والے حاضر کی تلاش ہے تو زمین کو اس کے آسمان پر اور ایک ساتھی کو اس کے ساتھی پر قیاس کرو۔''

دوستوں کی جدائی وملن کے لمحات

ابو حاتم کہتے ہیں۔
بعض لوگ ایک مرتبہ دیکھنے سے پسند آجاتے ہیں پھر جیسے جیسے ملاقات ہوتی ہے تو ان کی پسندیدگی میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔
بعض کو دیکھتے ہی ان سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی نفرت میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔
یہ اتفاق وافتراق دراصل روحوں کے اتفاق وافتراق کی وجہ سے ہوتا ہے۔
دو دوست جب بغیر کسی وجہ کے دنیا میں جدا ہو جائیں یا موت ان میں جدائی ڈال دے تو یہ غمناک موت اور دردناک افسوس کی طرح ہے۔
دو دوستوں میں جدائی کا جو لمحہ ہوتا ہے اس لمحے سے زیادہ طویل غم کے اعتبار

سے اور افسوس کے لحاظ سے زیادہ اور اس سے زیادہ تباہی کے لحاظ سے کوئی اور لمحہ نہیں ہوتا۔

دو دوستوں میں جدائی کا ذائقہ جتنا کڑوا ہوتا ہے۔ اتنا کوئی ذائقہ کڑوا نہیں ہوتا۔

جعفر بن عون نے مسعر بن کدام کو کہتے ہوئے سنا۔

شعر

لن یلبث القرناء ان یتفرقوا ۔ لیل یکرّ علیھم و نھار

(ترجمہ) ''دوست آپس میں جدا ہو کر اتنا وقت بھی نہیں رہ سکتے کہ ایک رات یا دن ان پر گزر جائے۔''

محمد بن موسیٰ ابو غزیہ کہتے ہیں۔

ابو العتاہیہ جب مدینے آئے تو میرے پاس بیٹھے تھے پھر جب جانے لگے تو رخصتی کے وقت فرمایا۔

شعر

ان نعش نجتمع والأفما ۔ اشغل من مات عن جمیع الانام

(ترجمہ) ''اگر زندہ رہے تو پھر جمع ہوں گے۔ ورنہ جو مر جائے وہ تمام لوگوں سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔''

ابن فیاض نے بختری کے یہ اشعار سنائے۔

اللّٰہ جارک فی انطلاقک ۔ تلقاء شامک أو عراقک

لاتعزلنی فی مسیری ۔ حیث سرت ولم الأقک

إنّی خشیت مواقفاً ۔ للبین تفسح غرب ماقک

وعلمت مایخشی المود ۔ عند ضمّک واعتناقک

فترکت ذاک تعمّدًا ۔ وخرجت أھرب من فراقک

(ترجمہ) ''اللہ تیرا ہمسفر ہو شام و عراق جانے میں تجھے ملے

بغیر کہیں جاؤں تو مجھے ملامت نہ کرنا۔ جدائی کا وہ غم جو تیری آنکھوں سے آنسوؤں کا ڈول بہاتا ہے۔ اس سے واقفیت کیوجہ سے میں خوفزدہ تھا۔ اس تکلیف کو میں جانتا ہوں۔ جو رخصت ہونے والا تجھے ملتے اور گلے لگاتے وقت محسوس کرتا ہے چنانچہ جان بوجھ کر میں نے اس ملاقات کو چھوڑا۔ اور میں تیری جدائی کے غم سے بھاگ نکلا۔"

محمد بن بندار نے اشعار کہے ہیں۔

أیاقلب لاتجزع من البین واصطبر ... فلیس لما قضی علیک بدافع

توکل علٰی الرّحمن إن کنت مؤمناً ... یجزک ودعنی من نحوس الطوالع

وکل الذی قد قدّر اللّٰه واقع ... ومالم یقدرہٗ فلیس بواقع

(ترجمہ) "اے دل جدائی پر ماتم نہ کر اور صبر کر۔ جو فیصلہ ہوگیا اس کو ٹالنے والا کوئی نہیں جب مؤمن ہے تو اللہ پر توکل کر۔ وہ اجر دیگا۔ اور زمانہ کی نحوستوں کے بارے میں مجھے اپنی حالت پہ رہنے دو۔ جس کا اللہ نے فیصلہ کر دیا وہ ہو کر رہیگا اور جس کا فیصلہ نہیں کیا وہ نہیں ہوگا۔"

عبدالرحمٰن بن یحیٰی اندلسی نے اشعار میں خود کو مخاطب کر کے کہا ہے۔

نطقت مدامعہٗ بما فی قلبہٖ ... وعن الجواب لسانہٗ لاینطق

فکأنّہ ممّا یقاسی قلبہ ... ونقٌ مریض او اسیر موثق

وکأنما الاشجان فی احشائہٖ ... لفراق اھل الود نار تحرق

کیف السلو وھل لہٗ من سلوۃ ... من بان عن احبابہٖ یتفرق؟

(ترجمہ) "دل میں جو تھا اس کے بارے میں آنسو بولے۔ اور زبان جواب نہ دے سکی۔ دوستوں کی جدائی کا غم اس کے پہلوؤں میں سلگتی آگ کی طرح ہے۔ دل کے کرب والم کی وجہ سے گویا وہ

موت کے قریب مریض ہے۔ یا جکڑا ہوا قیدی ہے۔ تسلی کیسی؟ جو اپنے احباب سے جدا ہو گیا اس کیلئے تسلی ہو بھی کیا سکتی ہے؟''

دوستوں کی جدائی برداشت نہ کرنے کے اسباب

دوستوں کی جدائی میں ہائے ہائے کرنے کا پہلا سبب تقدیر الٰہی پر راضی نہ ہونا ہے۔

دوسرا سبب طبیعت پر غیر ماؤف یا خلاف عادت چیز کا آنا ہے۔ پس جس نے ابتداء سے ہی اپنے نفس کو ناپسندیدہ اور خلاف عادت فیصلوں کا عادی بنا دیا ہو وہ جدائی کے وقت ہائے ہائے نہیں کرتا۔

نہ ہی افسوس کی یا غم کی شکایت کریگا۔ الا یہ کہ جتنے غم کے اظہار کی علم اجازت دیتا ہے۔

ایک جماعت پر جدائی کا امتحان آیا۔ تو وہ بے صبری میں پرندوں کے عیب بیان کرنے میں مبتلا رہی۔ اور آثار قدیمہ کی تعریف کرنے لگی اور نوح علیہ السلام کے کوے پر لعنت کا قصہ دہرایا۔

کوے پر لعنت کا واقعہ

ابو مرواح کہتے ہیں۔

نوح علیہ السلام کی کشتی جب جودی پہاڑ پر رکی تو حضرت نوح علیہ السلام نے کبوتر اور کوے کو کسی زمین کا پتہ لگانے کیلئے بھیجا۔ کوا راستے میں ایک مردار کو دیکھ کر اس کو کھانے میں مصروف ہو گیا اور کبوتر منہ میں ایک شاخ پر سرخ مٹی لیکر آیا۔

چنانچہ نوح علیہ السلام نے کبوتر کیلئے برکت کی دعا کی اور کوے پر لعنت کی۔ اور سخت کلمات ارشاد فرمائے۔

سلیم بن منصور کہتے ہیں۔

لبنٰی نے پرندے خریدنے کا کہا خریدنے والا چار کوے خرید لایا۔ لبنٰی دیکھتے ہی

چیخی اور روئی اور بغل میں لیکر کوڑے سے مار مار کر ان کو قتل کر دیا۔ اور پھر یہ اشعار کہے۔

لقد نادی الغراب بین لُبنیٰ   فطار القلب من حذر الغراب
وقال غدًا تباین دار لبنیٰ   وتنأی بعد ودٍّ واقتراب
فقلت تعست ویحک من غراب   اکلّ الدّھر سعیک فی تباب
لقد اولعت لا لقّیت خیرًا   بتفریق المحب عن الحباب

(ترجمہ) ''کوے نے لبنیٰ کی جدائی کی آواز لگائی۔ تو دل کوے کے خوف سے ڈر گیا کوا بولا کل تم لبنیٰ کے در کو خیر آباد کہو گے۔ اور محبت وملن کے بعد جدائی ہوگی۔ میں نے کہا تم تباہ ہو جاؤ تمہارا ناس ہو ہمیشہ تمہیں اپنی کوششوں میں ناکامی ملے۔ تمہیں کبھی خیر کی توفیق نہ ہو ہمیشہ تم نے دوستی سے دوست کو جدا کرنے کی کوشش کی ہے۔''

ابراہیم بن علی الطرفی نے علی بن اسحاق کے یہ اشعار نقل کئے ہیں۔

غراب البین ویحک صحّ بقرب   کما قد صحت و یحک باالبعاد
تنادی باالتفرق کلّ یوم   فما لک باالتواصل فما تنادی؟
ارانی اللّٰہ ریشک عن قریب   تمرطہ البزاۃ بکلّ وادی
کما اسخنت یوم البین عینی   والقیت الخزارۃ فی فؤادی

(ترجمہ) ''جدائی کے کوے تمہارا ناس ہو محبوب کے ملن کی خوشخبری سناؤ۔ تمہارا ناس ہو جیسے تم یار کی جدائی کی خبر سناتے ہو ہر دن جدائی کی آواز لگاتے ہو تمہیں کیا ہوا ہے؟ ملاقات کی آواز کیوں نہیں لگاتے...... قریب ہی اللہ نے مجھے تمہارے پر دکھائے جن کو باز ہر وادی میں نوچ رہے تھے۔ جدائی کے دن جیسے تم نے میری آنکھ گرم کی اور جدائی کا اثر میرے دل میں ڈالا۔''

عبدالکبیر بن محمد الانسی کہتے ہیں

کہ مجھے میرے ساتھی نے بتایا کہ بصرہ میں ایک گھر کے دروازے پر میرا گزر ہوا۔ جس میں ایک کوے کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ جس کو کوڑے مارے جا رہے تھے۔ میں گھر کے قریب ہوا تو دیکھا کہ گھر کی مالکن کے سامنے چند لڑکیاں ہیں۔

اور مالکن ان کو کوے کے مارنے کا کہہ رہی ہے۔

میں نے کہا تو اس کوے کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتی، تو اس نے جواب دیا کہ اسی کوے کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے۔

الا یا غراب البین قد طرت باالذی أحاذر من لبنیٰ فھل انت واقع

(ترجمہ) ''اے جدائی کے کوے سن۔ لبنیٰ کے بارے میں جس کا مجھے اندیشہ تھا تو اس کو لیکر اڑ گیا تو کیا اب تو کہیں اترے گا؟''

میں نے اس عورت سے کہا کہ یہ وہ کوا نہیں ہے۔ تو وہ بولی واللہ ہمارا خیال نہیں کہ تم مجرم کے بدلے بے گناہ کو پکڑو گے۔ جب تک اس کوے کو پکڑنے میں کامیاب نہ ہو جاؤ۔

☆☆☆

باب (۱۸)

﴿دوستوں کی زیارت اوران کی عزت کرنیکی ترغیب﴾

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک آدمی اپنے بھائی کی زیارت کیلئے دوسری بستی کی طرف چلا تو اللہ نے راستہ میں ایک فرشتہ کھڑا کر دیا۔ جس نے اس سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے۔ تو اس نے کہا کہ اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے۔ اس کی زیارت کا ارادہ ہے۔

فرشتے نے کہا کہ کیا تجھ پر اس کا کوئی احسان ہے۔ جس کا تو بدلہ دینا چاہتا ہے؟ اس نے کہا نہیں مگر اس وجہ سے جا رہا ہوں کہ میں اس سے اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں۔ تو اس فرشتے نے کہا کہ میں تیری طرف اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ بے شک اللہ تم سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جس طرح تم اس شخص سے محبت کرتے ہو۔[1]

امام ابو حاتم فرماتے ہیں۔

عقلمند پر لازم ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی زیارت کا خیال رکھے اور ان کے حالات معلوم کرتا رہے کیونکہ زیارت کرنے والا اپنے اس فعل سے دو چیزیں حاصل کر لیتا ہے۔

(۱) ایک یہ کہ اپنے ذخیرہ آخرت میں اضافہ کرتا ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ اپنے بھائی کی لذت حاصل کر کے ان دونوں نعمتوں کے ساتھ لوٹتا ہے۔

بعض مشائخ عامر بن قیس کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

انہوں نے فرمایا کہ مجھے بصرہ پر چار وجوہات کی بناء پر حسرت ہے۔

---

[1] صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۵۶۷ بھائی سے مراد دوست وغیرہ بھی ہیں۔

(۱) وہاں کے مؤذنوں کی آپس میں گپ شپ۔

(۲) وہاں کی گرمیوں کی پیاس کی لذت۔

(۳) وہاں میرے دوست ہیں۔

(۴) وہ میرا وطن ہے۔

محمد بن سہل کہتے ہیں کہ

میں نے فریابی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وکیع بن الجراح عمرے کے احرام میں میرے پاس بیت المقدس کی طرف آئے تو انہوں نے کہا اے ابومحمد یہ میرا راستہ نہ تھا لیکن میرا دل چاہا کہ میں تمہاری زیارت کروں اور تمہارے پاس ٹھہروں۔ چنانچہ وہ میرے پاس ایک رات ٹھہرے۔

اسی طرح ابن مبارک احرام کی حالت میں بیت المقدس کی طرف آئے اور میرے ہاں تین دن ٹھہرے تو میں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن دس دن ٹھہرو تو فرمایا نہیں ضیافت تین دن تک ہوتی ہے۔

دوستوں کی ملاقات کے اعتبار سے اقسام

امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ:

لوگ زیارت کے بارے میں دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کے تعلق صحیح ہوں ان میں کسی قسم کا خلل و بغض نہ ہو جو دوست اس طرح کے ہوں تو انہیں چاہئے کہ وہ کثرت سے ایک دوسرے کی زیارت کریں اور خوب اکٹھے ہوں کیونکہ ایسے دوست کثرت زیارت سے اکتاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ اور ایسے دوستوں کے زیادہ اکٹھے ہونے سے انس میں اضافہ ہوتا ہے۔

دوسری قسم ان دوستوں کی ہے جن کی دوستی مستحکم نہ ہو اور آپس میں ایک دوسرے کے کام آنے میں بے تکلفی نہ ہو۔

ایسے دوستوں کیلئے کم سے کم زیارت کرنا ہی اچھا ہے کیونکہ ان میں کثرت زیارت کی وجہ سے اکتاہٹ ہوتی ہے اور بار بار آنے والا شخص باعث اکتاہٹ اور نہ

آنے والا دلنشین ہوتا ہے۔

آپ ﷺ سے بہت سی روایات مروی ہیں جن میں کثرت زیارت سے منع کیا گیا ہے۔ جن میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ کبھی کبھی آیا کرو محبت بڑھے گی۔ بعض لوگوں کا بھی یہی خیال ہے اس کو انہوں نے اپنے اشعار میں ذکر کیا ہے۔

محمد بن عبداللہ زنجی کے اشعار:

وقـد قـال الـنـبـی وکـان بـرّاً اذا زرت الـحـبـیـب فـزرہٗ غبًـا
واقـلـل زور مـن تـھـواہٗ تـزدد الـی زرتـہٗ مـقـتـاً وحبًـا

(ترجمہ) ”نبی ﷺ نے فرمایا ہے اور آپ ﷺ بالکل سچ فرماتے ہیں، دوست کی جب زیارت کرو تو کبھی کبھی کرو۔ جس سے محبت کرتے ہو اس کی زیارت کم کیا کرو۔ اس سے اس کے دل میں تمہاری محبت اور تمہاری طرف اشتیاق بڑھے گا۔“

محمد بن علی کے اشعار:

إنـی رأیتـک لـی مـحبًـا وإلـیّ حـین اغیـبُ صبًّـا
فـقـعـدت لا لـمـلالة حـدثـت ولا استـحـدثـتُ ذنبا
الا لـقـول نبیّـنـا زوروا عـلـی الایـام غبًّـا

(ترجمہ) ”میرا خیال ہے تم مجھ سے محبت کرتے ہو اور جب میں نہ ہوں تو میرے مشتاق رہتے ہو، میں جو تمہاری زیارت سے دور بیٹھ گیا ہوں یہ کسی اکتاہٹ کی وجہ سے نہیں نہ کسی گناہ کی وجہ سے ہے مگر صرف حدیث نبی ﷺ کی وجہ سے وہ یہ ہے کہ کبھی کبھی زیارت کیا کرو۔“

مجھے کریزی نے اشعار سنائے:

اقـلـل زیـارتک الـحـبیـب تـکـون کـا الثـوب استـجـدہٗ
إن الـصـدیـق یـمـلـہ ان لا یـزال یـراک عـنـدہٗ

(ترجمہ) ''دوست کی زیارت کم کیا کرو گے تو تم نئے لباس کی طرح سمجھے جاؤ گے۔ دوست کیلئے یہ باعث اکتاہٹ ہے کہ وہ آپ کو ہمیشہ اپنے پاس دیکھے۔''

ابوتمام کے اشعار:

وطول مقام المرء فی الحی مخلق لدیباجتیہ فاغترب تتجدد
فإنی رأیت الشمس زیدت محبۃً إلی الخلق إذ لیست علیھم بسرمد

(ترجمہ) ''آدمی کا کسی محلے میں زیادہ رہنا اس کے رخساروں کو بوسیدہ کر دیتا ہے کبھی کبھی آؤ نئے سمجھے جاؤ گے کیونکہ سورج کو میں نے دیکھا کہ مخلوق اس سے زیادہ محبت کرتی ہے کیونکہ وہ ان کے پاس ہمیشہ نہیں ہوتا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔

سب سے معزز میرا وہ ہمنشین ہے جو لوگوں کی گردنیں عبور کر کے میرے پاس آبیٹھے۔

﴿وَ یَسۡتَجِیۡبُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾

اس آیت کے بارے میں سعید بن بشیر حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ نیک اعمال کرنے والے مومنین اپنے بھائیوں یعنی اپنے دوستوں کے حق میں شفاعت کریں گے۔

﴿وَ یَزِیۡدُھُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ﴾

اس کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ دوستوں کے دوستوں کے حق میں بھی شفاعت کریں گے۔

باب (۱۹)

احمق اور جاہل کی صفات کا ذکر

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ صالح ہمنشین کی مثال عطر فروش کیطرح ہے کہ اگر وہ تمہیں کچھ نہ دے تو اس کے عطر کی خوشبو تو تم تک پہنچ ہی جائے گی۔ اور برے ہمنشین کی مثال لوہار کی طرح ہے اور اگر وہ تمہارے کپڑے نہیں جلائے گا تو کم از کم اس کا دھواں تو تم کو لگے گا۔

احمق سے ملنا چھوڑ دو، ورنہ......

امام ابو حاتم کہتے ہیں:

عقلمند پر لازم ہے کہ وہ احمق کی صحبت ترک کر دے اور بے وقوف کی معاشرت اختیار کرنے سے دور رہے۔ جیسا کہ اس پر لازم ہے کہ وہ عقلمند اور سمجھدار کی صحبت اختیار کرے۔ اور لبیب و فطین کی معاشرت صحبت اختیار کرے کیونکہ عقلمند کی عقل میں سے تمہیں اگر کچھ نہ ملا تو اس پر اعتبار کرنے کی دولت تو تم کو مل ہی جائے گی۔ اور احمق نے اگر اپنی حماقت آپ کی طرف متعدی نہ کی تو کم از کم آپ اس کی معاشرت سے آلودہ ہو جاؤ گے۔

یسیر بن عمرو (تابعی) نے فرمایا ہے۔

احمق کو چھوڑ دو کیونکہ احمق کیلئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔

سلمہ بن بلال کہتے ہیں۔

ایک نوجوان حضرت علی بن ابی طالب کو بہت اچھا لگتا تھا تو اس نے ایک

مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو ایک تہمت زدہ شخص کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھا، تو آپ نے اسے سرزنش فرمائی۔ چنانچہ فرمایا:

لا تصحب الجاهل ۔۔۔ إيّاك وإيّاه
فكم من جاهل اردى ۔۔۔ حليماً مين آخاه
يقاس المرء بالمرء ۔۔۔ اذا هو ماشاه
وللشّئ من الشئ ۔۔۔ مقاييس واشباه
وللقلب على القلب ۔۔۔ دليل حين يلقاه

(ترجمہ) ''جاہل کی صحبت اختیار نہ کرو اپنے آپ کو اس سے بچاؤ۔ کتنے ہی جاہلوں نے بردباروں کو ردی بنا دیا۔ جب انہوں نے ان سے بھائی بندی اختیار کی۔ ایک آدمی دوسرے آدمی پر قیاس کیا جاتا ہے۔ جب وہ دونوں ساتھ چل رہے ہوں۔ ایک چیز کو دوسری چیز سے ناپنے کے پیمانے اور نظائر ہیں۔ ایک دل دوسرے دل کے بارے میں خبر دیتا ہے جب وہ ملے''

احمق کو اس کی صفات میں تلاش کرو

امام ابوحاتم فرماتے ہیں۔

عقلمند پر جب کسی آدمی کا معاملہ مخفی ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ حماقت کی علامات کا اس میں معائنہ کرے حماقت کی علامات یہ ہیں۔

(۱) جواب میں جلد بازی۔
(۲) وقار کا نہ ہونا۔
(۳) کثرت سے ہنسنا
(۴) کثرت تعلقات۔
(۵) پسندیدہ لوگوں کی غیبت کرنا۔
(۶) برے لوگوں کے ساتھ اختلاط۔

احمق سے جب آپ اعراض کرو گے تو وہ غمگین ہوگا اور جب توجہ کرو گے وہ اترائے گا اگر آپ اس کے ساتھ بردباری کرو گے وہ جہالت پر اتر آئے گا۔

اگر آپ اس سے جہالت سے پیش آؤ گے وہ آپ سے بردباری سے پیش آئے گا۔ اگر آپ اس سے برائی کرو گے وہ آپ سے اچھائی کرے گا اگر آپ اس سے بھلائی کرو گے وہ برائی کرے گا اگر آپ اس پر ظلم کرو گے وہ آپ سے انصاف کرے گا اگر اس پر انصاف کرو گے تو وہ ظلم کرے گا۔[1]

محمد بن اسحاق واسطی کے یہ اشعار احمقوں کی صحیح تصویر کشی کرتے ہیں۔

لی صدیقی یرٰی حقوقی علیہ ۔۔۔ نافلات و حقّہٗ کان فرضًا
لو قطعت الجبال طولاً إلیہ ۔۔۔ ثم من بعد طولھا سرت عرضاً
لرأی ما صنعت غیر کبیر ۔۔۔ واشتھٰی ان ازید فی الارض ارضاً

(ترجمہ) ''میرا ایک دوست ہے جو میرے حقوق لازمہ کے بجائے نافلہ کا خیال رکھتا ہے۔ اگر میں پہاڑوں کو لمبائی اور چوڑائی میں کاٹ کر اس تک پہنچوں تو میرے اس کارنامے کو بڑا سمجھنے کے بجائے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ میں اتنی زمین اور قطع کروں۔''

احمق ایک انگارہ ہے

سعید بن ابی ایوب کہتے ہیں۔

برے آدمی کے ساتھ نہ رہو کیونکہ وہ ایک انگارہ ہے نہ اس کی محبت سیدھی ہوتی ہے نہ وہ وعدہ پورا کرتا ہے۔

---

[1] حماقت، اس کی تعریف، احمق اور اس کی علامات اور احمق کی بے شمار باتوں کی تفصیل جاننے کے لئے ہماری مترجم کتاب ''حماقت اور اس کے شکار'' مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ملاحظہ فرمائیں (مترجم)

منتصر بن بلال نے یہ اشعار کہے ہیں:

لن یسمع الاحمق من واعظ فی رفعہ الصوت و فی ہمّہ
لن تبلغ الأعداء من جاھل ما یبلغ الجاھل من نفسہ
والحمق داءٌ مالہٗ حیلۃ ترجی کبعد النجم فی لمسہ

(ترجمہ)'' نصیحت کرنے والے کی اونچی آواز اور ارادے میں بھی بے وقوف اس کو ہرگز نہ سنے گا۔ دشمن جاہل کو اتنا نقصان نہیں پہنچاتا جتنا وہ خود کو پہنچا دیتا ہے۔ حماقت ایک بیماری ہے جس کا کوئی حیلہ نہیں جس طرح ستاروں کو ہاتھ لگانے کا کوئی وسیلہ نہیں۔''

حماقت گھٹاٹوپ اندھیرا ہے

امام ابوحاتم کہتے ہیں۔

سب سے گھٹا ٹوپ اندھیرا ''حماقت'' ہے جیسا کہ سب سے تیز روشنی عقل ہے آدمی اگر کہیں احمق کی صحبت میں مبتلا ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے اخلاق کو لازم پکڑے۔ اور احمق کے اخلاق سے دور رہے۔ اور ساتھ ساتھ جو اللہ نے اسے ہشیاری اور عقلمندی کی دولت دی ہے۔ اور دوسرے کو اللہ نے اس سے محروم رکھا ہے کثرت سے اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا رہے۔

رہن سہن میں احمق اور آپ کا میدان اگر ایک ہو تو ملاقات کے وقت عقلمند پر خاموشی لازم ہے کیونکہ امام اعمش کا کہنا ہے کہ احمق کے سامنے خاموشی جواب ہوتی ہے۔

احمق سے معاملہ

امام ابوحاتم کہتے ہیں۔

بعض احمق ایسے ہوتے ہیں کہ خاموشی ان کو چلنے سے نہیں روکتی۔ عقلمند کا جب

کسی ایسے احمق سے واسطہ پڑ جائے تو اسے چاہئے کہ کبھی کبھی تجاہل عارفانہ سے بھی کام لے۔ کیونکہ بعض دفعہ بردباری بندے کو جھکاتی ہے۔ جیسا کہ بعض حالات میں اس کا صحیح استعمال عقل کا محور ہے۔

محمد بن اسحاق واسطی نے اشعار کہے ہیں۔

لئن کنت محتاجاً إلی الحلم انّنی إلی الجھل بعض الاحایین أحوج

ولی فرس للحلم بالحلم ملجم ولیی فرس للجھل بالجھل مسرج

فمن شاء تقویمی فإنی مقوم ومن شاء تعویجی فإنی معوّج

وما کنت ارضی الجھل خدنا ولا أخا ولکننی ارضی بہ حین احرج

فإن قال بعض الناس سماجۃ فقد صدقوا والذلّ باالحراسمج

(ترجمہ) ''اگر میں بردباری کا محتاج ہوں تو بعض اوقات جہالت کی طرف اس سے بھی زیادہ محتاج ہوتا ہوں میرے پاس بردباری کی لگام والا ایک گھوڑا ہے۔ اور جہالت کے مقابلے میں میرے پاس جہل کا کجاوہ بندھا گھوڑا ہے۔''

جو مجھے سیدھا کرنا چاہتا ہے تو میں سیدھا کرنے والا ہوں۔ اور جو مجھے ٹیڑھا کرنا چاہتا ہے تو میں ٹیڑھا کرنے والا ہوں۔ دوستی اور اخوت کے اعتبار سے میں جہالت کو پسند نہیں کرتا البتہ تنگی کے وقت میں اس کا استعمال پسند کرتا ہوں۔

لوگ اگر کہیں کہ اس میں قباحت ہے تو سچ کہتے ہیں لیکن آزاد آدمی کے لئے ذلت اس سے زیادہ قبیح ہے۔

سفیان ثوریؒ کا قول ہے۔

ابن آدم احمق ہی پیدا کیا گیا اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کو اس کی زندگی نفع نہ دیتی۔

عبداللہ بن حسن نے اپنے بیٹے سے کہا۔

اے بیٹے جاہل سے بچو اگر چہ وہ تمہارا ہمدرد کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ تم عقلمند سے بچتے ہو جب کہ وہ تمہارا دشمن ہو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ جاہل کبھی غفلت میں تمہیں مشورہ

دے کر تجھ سے دھوکہ کرے اور عقلمند کی چال تجھے آ جکڑے۔

احمق کی مزید صفات

امام ابو حاتم فرماتے ہیں۔

احمق کی صفات یہ ہیں۔ جلد بازی، ہلکا پن، عاجزی، فجور، جہالت، غضب، بزدلی، ڈر، کسی کے پیچھے پڑنا، حسد، ظلم، خیانت، غفلت، نسیان، سرکشی، فحش گوئی، فخر، تکبر، عداوت، بغض۔

احمق کی حماقت کی سب سے بڑی نشانی اس کی زبان ہے دل اس کا زبان کے ایک طرف ہے۔ جو دل میں آیا کہہ ڈالتا ہے۔ احمق ایک وقت میں ایسی بات کرے گا جس کے کہنے سے سحبان وائل بھی عاجز ہوگا۔

اور دوسرے وقت میں ایسی بات کرے گا کہ اس سے سبزی فروش بھی عاجز نہ ہوگا۔

عقلمند پر لازم ہے کہ ایسے احمق کی صحبت اور معاشرت سے دور رہے۔ ایسے لوگ اپنے ساتھ والوں پر بھی جرأت کرتے ہیں۔

قوم زطّ[1] کو دیکھو وہ زیادہ بہادر نہیں ہوتے لیکن شیروں کے ساتھ کثرت مخالطت کی وجہ سے ان پر جری ہوا کرتے ہیں۔

صالح بن عبدالقدوس نے اشعار کہے ہیں۔

اِحذر الاحمق ان تصحبه ۔۔۔ انّما الاحمق کا الثوب الخلق

کما رقّعته من جانب ۔۔۔ حرکته الریح وهنًا فانخرق

او کصدع فی زجاج فاحش ۔۔۔ هل تری صدع زجاج یلتصق

کحمار السوء إن أقضمته ۔۔۔ رمح الناس وإن جاع نهق

وإذا جالسهُ فی مجلس ۔۔۔ افسد المجلس منه باالخرق

وإذا نهنهتهُ کی یرعوی ۔۔۔ زاد شرًّا وتمادی فی الحمق

[1] مداری ٹائپ لوگ۔ سرکس والے

عجباً للناس فی ارزاقھم ذاک عطشان وھذا قد غرق

(ترجمہ) ''احمق کی صحبت سے بچو۔ بے شک احمق بوسیدہ کپڑے کی طرح ہوتا ہے جب بھی تم اسے گانٹھو گے ہوا اس کو حرکت دے گی تو بوسیدہ ہونے کی وجہ سے وہ دوسری طرف سے پھٹ جائے گا یا احمق شیشے میں بڑے شگاف کی طرح ہے کیا تم نے کبھی شیشے کے شگاف کو جڑتے دیکھا؟ یا وہ برے گدھے کی طرح ہے اگر تم اسے چارہ ڈالو گے تو وہ تمہیں لات مارے گا۔ اگر بھوکا ہوگا تو ہنہنائے گا۔

جب تم اس کی مجلس میں بیٹھو گے تو مجلس کو اس کی خرافات سے فاسد پاؤ گے۔

جب بھی آپ اسے ڈانٹو تا کہ باز آ جائے تو اس کا شر اور حماقت زیادہ ہی ہوگی۔

لوگوں کی قسمتیں عجیب ہیں۔ وہ پیاسا ہے اور یہ پانی میں ڈوب رہا ہے۔''

احمق کی مثال

وہب بن منبہ کا قول ہے۔

احمق بوسیدہ کپڑے کی طرح ہے ایک طرف سے سلائی کرو گے تو دوسری طرف سے پھٹ جائے گا۔ بھرے ہوئے مٹکے کی طرح نہ اسے گانٹھا جا سکتا ہے نہ اس کا شگاف بھرا جا سکتا ہے اور نہ ہی وہ دوبارہ مٹی ہو کر کام آ سکتا ہے۔

احمق کی صفات یہ ہیں۔

جب آپ اس کے ساتھ بیٹھو گے تو وہ اعراض کرے گا جب آپ اس سے دور ہوں گے تو برا بھلا کہے گا اگر کبھی آپ کو کچھ دے گا تو احسان جتلائے گا۔ اگر آپ اس کو کچھ دو گے تو ناشکری کرے گا۔

اگر آپ سے سرگوشی کرے گا تو آپ کو متہم ٹھہرائے گا۔ اگر آپ اس سے سرگوشی کرو گے تو خیانت کرے گا۔

اگر وہ آپ سے اوپر ہوگا تو آپ کو حقیر سمجھے گا اگر آپ کے ماتحت ہوگا تو آپ پر طعن زنی کرے گا۔

بعض لوگ بصورت انسان جانور ہوتے ہیں

عبدالعزیز بن سلیمان الابرش نے کہا۔

اعلم بأن من الرّجال بهيمة   فی صورة الرجل السميع المبصر

فطنا بكل مصيبة فی ماله   وإذا يصاب بدينه لم يشعر

(ترجمہ) ''جان لو کہ بعض لوگ دیکھنے اور سننے والے انسان کی صورت میں جانور ہوتے ہیں مال کے بارے میں کسی مصیبت کا سامنا ہو تو ہشیار اور اگر دین کے بارے میں کسی مصیبت کا سامنا ہو تو پرواہ نہیں کرتے۔''

احمق کی خوش فہمیاں

امام ابوحاتم کہتے ہیں۔

احمق اس گمان میں ہوتا ہے کہ وہ جانداروں میں سب سے زیادہ عقلمند ہے۔

اور حماقت اس کے علاوہ پوری دنیا میں تقسیم کی گئی ہے۔

احمق دیگر لوگوں کے ہاں مبغوض ہوتا ہے۔ دنیا میں اس کا کوئی نام نہیں ہوتا۔

اس کا عمل ناپسندیدہ ہوتا ہے۔ اللہ اور اس کے نیک بندوں کے ساتھ اس کا معاملہ تعریف لائق نہیں ہوتا۔

اس کے برعکس عقلمند لوگوں کے ہاں محبوب اور دنیا میں سردار ہوتا ہے۔

اللہ اور اس کے نیک بندوں کے ہاں اس کا عمل دنیا و آخرت میں پسندیدہ ہوتا ہے۔

بے وقوف بمقابلہ عقلمند

عبداللہ بن سلیمان حضرت حسن کا قول نقل کرتے ہیں۔

پیش قدمی کرنے والے بے وقوف سے پیٹھ پھیر کر بھاگنے والا عقلمند میرے نزدیک زیادہ لائق تحسین ہے۔

شعبی ایک دیہاتی کا قول نقل کرتے ہیں۔

عقلمند، عقلمندوں کے ساتھ تنگی والی زندگی بسر کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ بے وقوفوں کے ساتھ پر تعیش زندگی گزارے۔

عقلمند کی خصلتیں

امام ابو حاتم فرماتے ہیں۔

عقلمند کی خصلتیں یہ ہیں۔ بردباری، خاموشی، وقار، اطمینان، وفاداری، سخاوت، علم و حکمت، تقویٰ، انصاف پسندی، قوت مضبوط ارادہ، دانش مندی، تمیز، صائب الرائے، تواضع، چشم پوشی، عفو، پاکدامنی۔

آدمی کو جب عقلمند کی صحبت میسر آئے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے مضبوطی سے تھامے اور کسی حال میں اسے نہ چھوڑے۔

عقلمند کو چاہئے کہ ایسے شخص کی صحبت اختیار نہ کرے جس سے وہ کسی خیر کا استفادہ نہ کر سکے۔

باب (۲۰)

تجسس اور بدگمانی کی ممانعت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل فرماتے ہیں کہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے مسلمان بھائی کے متعلق بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی ہی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے اور فرمایا اپنے مسلمان بھائی کی جاسوسی اور پوشیدہ حالات معلوم کرنے کی ٹوہ میں نہ لگے رہو اور آپس میں بغض نہ رکھو بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے بن کر بھائی بھائی بن جاؤ۔

کسی کے عمل کے بارے میں مت پوچھو

کثیر بن زیاد فرماتے ہیں میں نے حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم اپنے بھائی کے اچھے برے عمل کے متعلق سوال مت کرو کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی جاسوسی ہے۔

حضرت ابوحاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقلمند آدمی پر واجب ہے کہ لوگوں کے عیوب چھوڑتے ہوئے اپنی سلامتی کو لازم پکڑے اور اپنے عیوب کی اصلاح کرے کیونکہ جو آدمی لوگوں کے عیوب سے اعراض کرتے ہوئے اپنے عیوب کی اصلاح کرے وہ آدمی یقیناً بہت بڑی راحت پاتا ہے اور اس کا دل مطمئن رہتا ہے کیونکہ جب وہ اپنا عیب دیکھتا ہے اور اسے وہی عیب اپنے بھائی میں نظر آئے تو وہ اس کو بہت ہلکا محسوس کرتا ہے، اور جو آدمی لوگوں کے عیوب نکالنے میں مشغول ہو جائے اور اپنے عیوب سے صرف نظر کرے اس کا دل اندھا اور بدن تھک جاتا ہے۔ یعنی کڑھنے کی تکلیف میں رہتا ہے اور پھر اسے اپنے عیوب کی اصلاح کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ آدمی کی

سب سے بڑی خرابی اور عجز یہ ہے کہ وہ لوگوں کی عیب تراشی کرتا پھرے اور اس سے بھی بڑھ کر عجز و خرابی کی بات یہ ہے کہ جو برائیاں اپنے اندر ہوں وہ لوگوں میں بھی تراشے، پس جو شخص دوسروں کو عیب لگائے تو دوسرے اس کی برائیاں کرتے ہیں۔

إذا أنت عبت الناس عابوا واکثروا علیک وابدوا منک ما کان یستر

(ترجمہ) ''جب تم لوگوں کی عیب جوئی کرو گے تو وہ بھی تمہاری
عیب جوئی کریں گے اور زیادہ کریں گے اور تمہارے پوشیدہ راز
بھی ظاہر کریں گے۔''

وقد قال فی بعض الاقاویل قائل لہ منطق فیہ کلام محبّر

(ترجمہ) ''ایک کہاوت میں کسی کہنے والے نے یہ کہہ دیا کہ،
فلاں کی گفتگو میں چرب زبانی ہے۔''

اذا ما ذکرت الناس فاترک عیوبھم فلا عیب الادون مامنک یذکر

(ترجمہ) ''جب تم لوگوں کا تذکرہ کرو تو ان کے عیوب چھوڑ دو،
کیونکہ عیب وہی ہوگا جو تمہاری طرف سے ذکر کئے جانے کے
علاوہ ہو۔''

فان عبت قومًا بالذی لیس فیھم فذلک عند اللّٰہ والناس اکبر

(ترجمہ) ''اگر تم لوگوں پر وہ عیب لگاؤ جو ان میں نہیں، تو ایسا کرنا
اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک بڑا عیب ہے۔''

فسالھم فالکف عنھم فانھم بعیبک من عینیک أھدی وأبصر

(ترجمہ) ''پس ان سے سلامتی حاصل کرو ان سے باز رہو،
کیونکہ وہ لوگ اپنے عیب کو تمہاری آنکھوں سے زیادہ جانتے اور
پہنچاتے ہیں۔''

ابودلامہ کا معاملہ

حضرت سعید بن مسلمہ ایادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے

ایک آدمی پر دعویٰ کیا کہ اس کے پاس اس عورت کا گدھا ہے اور اس کو قاضی کے پاس لے کر گئی، قاضی نے عورت سے ثبوت مانگا تو اس نے ابودلامہ اور ایک دوسرے آدمی کو بطور گواہ پیش کیا تو قاضی صاحب نے فرمایا آپ کے اس گواہ کی شہادت تو قبول ہے ایک اور گواہ حاضر کرو[1] تو وہ عورت ابودلامہ کے پاس آئی اور اس کو بتایا تو اس نے قاضی کے پاس جا کر یہ اشعار کہے۔

ان الناس غطونی تغطیت عنهم وان بحثوا عنی ففیهم مباحث

(ترجمہ) ''لوگوں نے میرے معاملہ میں پردہ پوشی کی تو میں نے بھی ان کی پردہ پوشی کی اگر وہ میرے متعلق تفتیش کرتے تو ان میں بھی کئی تفتیشیں ہیں۔''

وان حفر وابنری حفرت بئارهم لیعلم یوما کیف تلک النبائث؟

(ترجمہ) ''اور اگر وہ میرا کنواں کھودتے تو میں بھی ان کے کنویں کھودتا تاکہ اسے بھی معلوم ہو جاتا کہ وہ عیب جوئی کیسے تھیں؟''

یہ اشعار سن کر قاضی نے عورت کی طرف متوجہ ہو کر کہا تمہارے گدھے کی قیمت کتنی تھی اس نے کہا تین سو درہم، قاضی نے کہا وہ تین سو درہم میرے مال میں سے آپ کے لئے ہوئے۔

کریزی نے مجھے کچھ اشعار سنائے۔

اری کل انسان یری عیب غیره ویعمی عن العیب الذی هو فیه

(ترجمہ) ''میں دیکھتا ہوں کہ ہر انسان دوسرے کی برائیوں پر نظر رکھتا ہے اور اپنے عیب سے اندھا بن جاتا ہے۔''

وما خیر من تخفی علیه عیوبه ویبدو له العیب الذی لأخیه

(ترجمہ) ''وہ کوئی بھلا نہیں جس پر اپنے عیوب مخفی رہیں اور اپنے بھائی کے عیب اس پر ظاہر ہوں۔''

---

[1] قاضی نے ابودلامہ کی گواہی کو قبول نہ کیا۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی

حضرت ضمرہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیبانی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ اور یہ بھی ہے کہ جس گلاس سے تم دوسروں کو پلاتے ہو اسی سے تم خود بھی پیو گے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ جو ابتدا کرے اس پر اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔

تجسس منافقت ہے

حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تجسس (دوسروں کی ٹوہ میں رہنا) منافقت کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔ جیسا کہ حسن ظن رکھنا ایمان کے شعبوں میں سے ایک ہے۔ عقلمند آدمی وہ ہے جو اپنے مسلمان بھائیوں سے حسن ظن رکھتا ہو اور اپنے غموں اور پریشانیوں میں ہی مگن رہتا ہو جیسا کہ جاہل آدمی اپنے مسلمان بھائیوں سے بدگمانی کرتا ہے اور اپنی برائیوں پر غور نہیں کرتا۔

ما يستريح المسیئ ظنًا من طول غم وما يريح

(ترجمہ) ''بدگمانی کرنے والا کبھی آرام نہیں پاتا، اس کے طویل غم سے اور اس سے دوسروں کو بھی راحت نہیں ملتی۔''

وقل وجه يضيق الا ودونه مذهب فسيح

(ترجمہ) ''بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ایک راستہ تنگ ہو اور اس کے آگے کوئی کشادہ راستہ نہ ہو۔''

لن يهلك المرأ من سماح وقلما يفلح الشحيح

(ترجمہ) ''انسان سخاوت سے کبھی نہیں برباد ہوتا، البتہ کنجوس شخص کبھی کبھار ہی کامیاب ہوتا ہے۔''

بدگمانی کب جائز ہے؟

حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدگمانی کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ

ہے جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا اور دوسری وہ ہے جو مستحب ہے۔

چنانچہ بدگمانی کی ممنوع قسم تو وہ ہے جو اوپر ذکر کی گئی کہ عام مسلمان کی بدگمانی کی جائے۔ اور مستحب وہ ہے کہ جیسے دو آدمیوں کے درمیان دینی یا دنیاوی معاملے میں دشمنی ہو اور وہ دوسرے کے قریب سے خوف رکھتا ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ بدگمانی رکھے مبادا کہ وہ اس کے دھوکہ سے ہلاک نہ ہو۔

اسی کے متعلق ابرش نے یہ اشعار کہے ہیں۔

وحسن الظن یحسن فی امور ویمکن فی عواقبه ندامه

(ترجمہ) ''بہت سے امور میں حسن ظن اچھا ہوتا ہے، اور انجام کار کے اعتبار سے اس میں ندامت کا امکان بھی ہوتا ہے۔''

وسوء الظن یسمج فی وجوه وفیه من سماجته حزامه

(ترجمہ) ''اور بہت سے مقامات میں بدگمانی کو برا سمجھا جاتا ہے اور اس کے برا سمجھنے میں ہی محتاط رائے ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ توریت میں یہ بات لکھی پائی جاتی ہے کہ جس نے تجارت کی اس نے فسق کیا اور جس نے کسی کے لئے برائی کا گڑھا کھودا وہ خود اس میں جا گرا۔

ٹوہ میں رہنا چھوڑ دیجئے

حضرت ابوحاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اچھے آدمی کے لئے ضروری ہے وہ اخلاق و افعال میں بالکلیہ لوگوں کی برائیوں کی ٹوہ میں رہنا چھوڑ دے، کیونکہ جو دوسروں کے پوشیدہ راز اٹھانا شروع کر دے وہ اپنے پوشیدہ راز بھی کھول بیٹھتا ہے اور بسا اوقات انسان کی اپنی ہی پوشیدہ بات انسان کے لئے بڑی مصیبت کھڑی کر دیتی ہے جبکہ وہ دوسروں کی ٹوہ میں لگا ہوتا ہے اس مسلمان کو کیسے اچھا سمجھا جا سکتا ہے جو کسی دوسرے مسلمان پر ایسی عیب جوئی کرے جو اس کے اپنے اندر بھی ہو۔

اس پر مستنصر بن بلال نے اشعار کہے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے

لا تلتمس من مساوی الناس ماستروا فیھتک الناس ستراً من مساویکا

(ترجمہ) ''لوگوں کی ان برائیوں کو مت تلاش کر جن کو انہوں نے چھپا رکھا ہے ورنہ لوگ بھی تمہاری چھپی برائیاں کھول دیں گے۔''

واذکر محاسن مافیھم اذا ذکروا ولا تعب أحدًا عیباً بما فیکا

(ترجمہ) ''اور لوگوں کی وہ اچھائیاں بیان کرو جو ان میں ہیں اور لوگوں پر وہ عیب نہ لگاؤ جو تم میں بھی ہیں۔''

☆☆☆

باب (۲۱)

عقلمند کے لئے حرص سے بچنے کی ترغیب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس میں دو چیزیں جوان ہوتی رہتی ہیں، لالچ اور حسد۔

حضرت ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں رغبت اور حرص ودیعت فرمائی ہے تا کہ یہ ویران و برباد نہ ہو جائے اس لئے کہ یہ نیک لوگوں کی جگہ اور متقی لوگوں کے لئے کمانے کی جگہ ہے اور مومنین اس میں اپنے لئے اخروی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور صالحین اس میں اپنے لئے غلہ حاصل کرتے ہیں، لہٰذا اگر لوگوں کی رغبت اور طمع دنیا سے ختم ہو جائے تو یہ برباد ہو کر رہ جائے گی اور انسان اپنے فرائض ادا کرنے کے لئے کوئی مدد و معاون نہیں پائے گا چہ جائیکہ وہ اپنے لئے آخرت کی ذخیرہ اندوزی کر کے نفع اٹھائے البتہ دنیا کی حرص بہت زیادہ کرنا قابل مذمت ہے جیسا کہ علی بن محمد رحمتہ اللہ علیہ نے ان اشعار میں ذکر کیا ہے۔

لیس عندی الا الرضا بقضاء اللّٰہ فیما أحببته او کرهته

(ترجمہ) ''میرے نزدیک اللہ کے فیصلے پر راضی رہنے کے سوا کچھ نہیں ہے چاہے وہ معاملہ مجھے پسند ہو یا ناپسند''

لو الی الامور اختیار منها خیر هالی عواقبا ما عرفته

(ترجمہ) ''اگر معاملات میرے اختیار پر ہوتے تو میں ان میں سے وہی پسند کرتا جن کا انجام اچھا ہونا مجھے معلوم ہوتا۔''

ولوانی حرصت جهدی ان ادفع امر مقدراً ما دفعته

(ترجمہ) ''اگر میں کسی تقدیری فیصلے کو ٹالنے میں بہت زیادہ حریص ہوتا تو میں فیصلہ ٹال نہیں سکتا تھا۔''

فأری أن أردذاک الی من   عنده علم کل ماقد جهلته

(ترجمہ) ''لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ اس کی طرف لوٹا دوں
جسے ہر اس بات کا علم ہے جو مجھے نہیں معلوم۔''

لالچ چھوڑ دینا سخاوت سے بہتر ہے

حضرت ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے مستغنی ہو جانا اس سخاوت سے بدرجہا بہتر ہے کہ مال خرچ کر کے سخاوت کی جائے اور قناعت کا طرہ امتیاز ہونا خوب خرچ کرنے کے طرہ سے بہتر ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے اس موقع پر چند اشعار کہے ہیں۔

قدر اللّٰه واقع   حیث یقضی وروده

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کا فیصلہ واقع ہونے والا ہے جہاں بھی اس کے
نازل ہونے کا فیصلہ ہو چکا

قد مضی فیک حکمه   وانقضی ما یریده

(ترجمہ) ''میرے بارے میں اس کا حکم جاری ہو چکا اور وہ جو
چاہتا تھا ہو چکا''

واخو الحرص حرصه   لیس مما یزیده

(ترجمہ) ''حریص کی حرص زیادہ کرنے والی (مال بڑھانے والی
چیز نہیں ہے)''

فارد ما یکون اذ   لم یکن ما تریده

(ترجمہ) ''اس لئے جب وہ کام نہ ہو جو تو چاہتا تھا تو جو ہو گیا اس
کا ارادہ کر لے۔''

لالچ کے نقصانات

حضرت ابوحاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، دنیا میں سب سے زیادہ مستغنی آدمی

وہ ہے جو لالچ کا غلام نہ ہو، اور مسکین وہ ہے جس پر لالچ کی بیماری مسلط ہو، کیونکہ لالچ موجودہ چیزوں کو ضائع کرنے کا سبب ہے اور حرص محرومیت کا سبب ہے جیسے کہ خوف قتل کا سبب ہے طمع ایک ایسی مذموم صفت ہے کہ قیامت کے دن بھی حساب و کتاب کے وقت دیر تک جمع کئے گئے مال کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی لہٰذا عقلمند آدمی کے لئے مناسب ہے کہ وہ لالچ کی زیادتی سے بچے۔

ہمارے ایک ساتھی یہ شعر بہت زیاہ پڑھتے تھے۔

تجانب الحرص ودع عنک الحسد　　ففیھا الذل واتعاب الجسد

(ترجمہ) ”لالچ سے مکمل اجتناب کر اور خود سے حسد کو دور کر دے
اس لئے کہ ان دونوں میں ذلت اور جسم کی تھکاوٹ ہے۔“

لالچ بری بلا ہے

حضرت ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں لالچ ایسی بیماری ہے کہ جو رزق تنگ کر دیتی ہے۔ اور اس کا سب سے ہلکا نقصان یہ ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے وہ اس سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور اپنے آپ کو ان چیزوں کی طلب میں تھکاتا رہتا ہے جن کے بارے میں وہ بھی نہ جانتا ہو کہ ان کو حاصل بھی کر پائے گا یا پہلے ہی موت آ جائے گی، اگر لالچی آدمی اپنی اس حرکت سے باز آ جائے اور اللہ پر توکل کرے تو خالق ارض و سماء اسے وہ بھی عطا فرما دیں جس کی اس نے کوشش بھی نہ کی ہو ورنہ لالچ کی صورت میں کبھی کوشش کے باوجود بھی وہ چیز نہیں ملتی۔

حضرت محمد بن عبداللہ بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے اشعار ہیں۔

وارض من العیش فی الدنیا بأیسرہ　　ولا ترومنّ ما إن رمتہ صعبا

(ترجمہ) ”تو اس دنیا میں گزارے کے لائق زندگی پر بھی راضی
ہو جا اور ان چیزوں کی ہرگز خواہش نہ کر جن کا حصول تیرے لئے
مشکل ہے۔“

إن الغنی ھو الراضی بعیشتہ　　لامن یظل علی مافات مکتئبا

(ترجمہ) ''جو اپنی زندگی سے راضی ہے سب سے زیادہ مالدار ہے وہ آدمی نہیں جو کھو جانے والی چیزوں کی تلاش میں رہے۔''

تقدیر کی مختصر تشریح

حضرت ابوعبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے میرے والد نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگ تقدیر کے مسئلے پر بحث مباحثہ کرنے لگے پھر وہ فیصلہ کے لئے ایک عالم کے پاس گئے اور کہا کہ ہمیں تقدیر کے متعلق بتائیے لیکن مختصر انداز میں سمجھا دیجیے تاکہ عام لوگ بھی سمجھ سکیں تو اس عالم نے نہایت ہی مختصر الفاظ میں بیان کیا اور کہا عقلمند آدمی کا محروم رہنا اور جاہل کا کسی چیز کو پالینا یہ تقدیر ہے۔[1]

حضرت ابوالعتاھیہ رحمۃ اللہ علیہ نے چند اشعار کہے

قد شاب راسی وراس الحرص لم یشب ان الحریص علی الدنیا لفی تعب

(ترجمہ) ''میرے سر کے بال سفید ہو گئے اور لالچ کا سر بوڑھا نہ ہوا بیشک دنیا کا حریص ہمیشہ مشکل میں رہتا ہے۔''

مالی ارانی اذا حاولت منزلۃ فنلتھا طمعت نفسی الی رتب

(ترجمہ) ''مجھے کیا ہو گیا میں دیکھ رہا ہوں کہ جب میں کوئی مرتبہ پانے کی کوشش کروں اسے پالیتا ہوں تو میرا نفس دوسرے مرتبوں کی لالچ کرتا ہے۔''

---

[1] تقدیر اللہ تعالیٰ کا راز ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جس تقدیر پر بات ہونے لگے تو رک جاؤ۔ (حدیث صحیح)

باب (۲۲)

حسد اور بغض کی ممانعت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے متعلق بغض نہ رکھو اور حسد نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے قطع تعلقی کرو اور تم اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بن کر بھائی بھائی بن جاؤ۔

حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عقلمند آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر حال میں حسد سے اجتناب کرے کیونکہ حسد کی سب سے خسیس خصلت یہ ہے کہ اس بیماری والا آدمی اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی نہیں رہتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے جو فیصلہ فرمایا ہو اس کے برخلاف ہی سوچتا رہتا ہے پھر وہ اپنے مسلمان بھائی پر کی گئی نعمت کے زوال کا متمنی رہتا ہے حتیٰ کہ اس کی روح کو اس وقت تک چین نہیں ملتا جب تک اپنے بھائی سے وہ نعمت چھنتے ہوئے نہیں دیکھ لیتا۔ کاش کہ تقدیر کے فیصلے حاسدین کے جلنے پر ان کی مساعدت کرتے! ایسا ہو نہیں سکا۔

حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک آدمی کو عرش کے پاس دیکھا تو انہیں اس پر رشک آنے لگا تو انہوں نے اس کے متعلق سوال کیا تو ان سے کہا گیا کیا میں آپ کو اس کے عمل کے متعلق نہ کچھ بتا دوں؟ فرمایا کہ یہ ایسا آدمی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنے فضل و کرم سے عنایت فرما رکھا ہے اس پر حسد نہیں کرتا اور نہ ہی اپنے والدین پر ظلم کرتا تھا۔ تو انہوں نے پوچھا والدین پر ظلم کیسے کرے گا؟ تو بتایا گیا کہ وہ اچھے بدلے کا ان کے لئے خواہاں رہتا تھا تا آنکہ انہیں گالی نہ دی جائے اور وہ چغلخوری نہیں کیا کرتا تھا۔

مجھے بلال انصاری نے یہ اشعار بنائے۔

عين الحسود عليك الدهر حارسة　　　تبدی مساويک والاحسان يخفيها

(ترجمہ) ''حسد کرنے والوں کی آنکھیں ہمیشہ تجھ پر رہیں گی،
تیری برائیاں ظاہر کریں گی اور تیری نیکیاں انہیں چھپائیں گی۔''

فاحذر حراستها واحذر تكشفها وكن على قدر ماتو ليك توليها

(ترجمہ) ''لہٰذا ان کی نگہبانی سے اور برائیوں کے کھلنے سے ڈر،
اور جتنا تجھ کو ملے اتنا ہی تو بھی دے اس مقدار پر رہ۔''

حسد کرنے والے ہمیشہ ہوتے ہیں

حضرت کعب بن علقمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کسی کے پاس بھی خوشحالی پائی جائے گی اس پر حسد کرنے والے بھی پائے جائیں گے اور اگر صاحب ثروت کو کچھ طاقت اپنے عیوب چھپانے پر ہو تو پردہ پوشی بھی پائی جائے گی اور ایسی بات کوئی نقصان نہیں دیتی جس کا کوئی مخاطب نہ ہو۔

مجھے علی بن محمد بسامی نے یہ اشعار سنائے۔

حسدوا الفتى اذا لم ينا لوا سعيه فالقوم اندادله و خصوم

(ترجمہ) ''لوگ جب کسی نوجوان کی محنت کو پا نہیں سکتے تو اس
سے حسد کرتے ہیں چنانچہ کچھ لوگ اس کے مثل اور کچھ لوگ
جھگڑنے والے ہوتے ہیں۔''

كضرائر الحسناء قلن لوجهها حسدا وبغيا انه لذميم

(ترجمہ) ''جیسے حسین عورت کی سوکنیں اس کے چہرے کے لئے
حسد اور دشمنی میں کہتی ہیں کہ یہ چہرہ برا ہے۔''

وترى اللبيب محسداً لم يجتلب شتم الرجال و عرضه مشتوم

(ترجمہ) ''تو عقلمند شخص کو دیکھے گا کہ اس کی عزت پر کیچڑ اچھالے
جانے کے باوجود وہ گالیاں کھانے والے کام نہیں کرتا۔''

میں کسی سے حسد کیوں کروں؟

تابعی جلیل حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی پر بھی دنیا کے متعلق حسد نہیں کیا، اس لئے کہ اگر وہ اہل جنت میں ہے تو میری کیا مجال کہ میں اس پر دنیا کی کسی چیز کی وجہ سے حسد کروں جبکہ وہ جنت میں جائے گا اور اگر وہ دوزخیوں میں سے ہے تو میں اس پر کیوں حسد کروں جبکہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حسد کی آگ کبھی نہیں بجھتی

حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حسد برے لوگوں کی عادت ہے اور اس کو چھوڑ دینا اچھے لوگوں کا خاصہ ہے اور فرمایا کہ ہر جلانے والی چیز کے لئے بجھانے کا کوئی نہ کوئی نظام ضرور ہے البتہ حسد کی آگ ایسی ہے جو کبھی نہیں بجھ سکتی۔

اور حسد کی وجہ سے کینہ پیدا ہوتا ہے اور یہ برائی کی اصل جڑ ہے۔ جس نے اپنے دل میں بغض کو رکھا اس کے دل میں ایسا برا پودا اگتا ہے جس کا ذائقہ نہایت ہی کڑوا ہوتا ہے جس کی نشو ونما غضب سے ہوتی رہتی ہے جس کی انتہا ندامت پر ہوتی ہے۔

حسد کی حقیقت

حسد ایک ایسی چیز کا نام ہے جس کی ابتداء دوسرے کے پاس نعمت کے زوال کی تمنا سے ہوتی ہے۔ البتہ جو اپنے مسلمان بھائی میں کوئی بھلائی کی بات دیکھے اور پھر یہ تمنا کرے کہ کاش اس جیسی بھلائی کی توفیق اس کو بھی مل جائے یا وہ بھی ایسی چیز پالینے میں کامیاب ہو جائے تو ایسا آدمی زوال نعمت کی تمنا کرنے والا شمار نہیں کیا جاتا اور نہ ہی یہ حسد کے زمرے میں آتا ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔

ایک بات قابل توجہ ضرور ہے کہ حسد تو ایسی بیماری ہے کہ اس سے بہت کم ہی کوئی بچ پاتا ہے البتہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنا ضروری ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی عظمت سامنے رکھتے ہیں وہ محفوظ رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ جب بھی اپنی نعمت کسی کو عطا

کرتے ہیں تو حسد کرنے والے اس سے برے بدلے کی تمنا کرتے رہتے ہیں۔

حضرت داؤد بن علی رحمۃ اللہ علیہ یہ اشعار بکثرت پڑھا کرتے تھے۔

انی نشأت وحسادی ذوو عدد   یاذالمعارج لاتنقص لهم عددًا

(ترجمہ) ''میں اس حال میں پلا بڑھا ہوں کہ مجھ سے حسد کرنے والے بہت ہیں اے بلندیوں کے مالک، ان کی تعداد کم مت کرنا۔''

ان یحسدونی علی ماکان من حسن   فمثل خلقی فیهم جرّلی حسدًا

(ترجمہ) ''اگر وہ میری کسی اچھائی پر حسد کرتے ہیں تو میری اس صفت کے مثل اُن میں حسد آتا ہے۔''

ابوجعفر منصور نے ایک مرتبہ حضرت سفیان بن معاویہ سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ آپ کی آمد کی وجہ سے جوق در جوق مدینہ کو چلے آرہے ہیں تو انہوں نے فرمایا۔ ''اے امیر المومنین۔

ان العرانین تلقاها محسدة   ولن تری للئام الناس حسدا

(ترجمہ) ''بیشک خود دار اور باعزت لوگوں کے حاسدین ہوتے ہیں اور کمینوں کے حاسد ہرگز نہیں دیکھیں گے۔''

حاسدین سے بچنے کا طریقہ

حسد کرنے والے سے بچنے کا موثر ترین طریقہ یہ ہے کہ اس سے حتی الوسع دور رہا جائے اس لئے کہ جب تک اس کے قریب رہے گا اس کے حسد میں اضافہ ہوتا رہے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے بدگمانی کرتا رہے گا جس سے اس کے حسد میں اضافہ ہی ہوگا، عقلمند وہ ہے جو حسد کو ختم کرنے کے درپے رہے اور اس کے لئے سب سے نفع بخش دوا حاسد سے دور رہنا ہے کیونکہ حسد کرنے والا آپ سے حسد اس لئے نہیں کرتا کہ آپ میں کوئی برائی ہے یا آپ سے کہیں خدانخواستہ خیانت کا اظہار ہوا ہے بلکہ وہ حسد اس لئے کر رہا ہے کہ اس کے اندر رضا بالقضاء کی متضاد صفت موجود ہے جیسا کہ شاعر عتبی

نے بڑے خوبصورت پیرائے میں بیان کیا ہے۔

أفكر ما ذنبي إليك فلا أرى لنفسي جرما غير أنك حاسد

(ترجمہ) ''میں نے بہت غور کیا کہ میں نے تیرے حق میں کیا گناہ کیا ہے مگر کوئی جرم نہیں پایا سوائے اس کے کہ تو حاسد ہے۔''

حسد کب نقصان دیتا ہے

حضرت حماد حضرت حمید سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک مرتبہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا اے ابو سعید کیا مومن آدمی بھی کبھی حسد کرتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تم حضرت یعقوب علیہ السلام کے واقعے کو بھول گئے ہو؟ جب ان کے بیٹوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد کیا تھا البتہ یہ طریقہ کارمفید ہے کہ حسد کو چھپا کر رکھو اس سے تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا البتہ جب یہ دل سے تجاوز کرتے ہوئے تمہاری زبان پر آئے گا اور پھر تمہارے ہاتھ وہ کام کر گزریں گے تو پھر سخت نقصان دہ ثابت ہوگا، اس کیفیت سے بچتے رہنا ضروری ہے۔

حاسد محسود کے لئے ہدایات

حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے بھائی کے لئے اگر کچھ حسد دل میں محسوس کرے تو اس کو چھپانے کی کوشش کرے اور دل میں جو وسوسے پیدا ہوں ان کو چھوڑ دے۔ اکثر و بیشتر حسد معاصرین یا پھر ہم پلہ لوگوں میں پایا جاتا ہے کیونکہ حصہ دار سے حصہ دار ہی حسد کرتا ہے جیسے وراثت میں محروم لوگ دوسرے ورثہ سے حسد کرتے ہیں، اس دنیا میں اعلیٰ مرتبہ پر جو بھی فائز ہوتا ہے اس سے حسد کرنے والے بھی ضرور ہی پائے جاتے ہیں اور حسد کرنے والا ایسے ہے جیسے کوئی ضدی اور جھگڑالو ہو۔'' عقلمند آدمی کے لئے مناسب نہیں کہ کسی حاسد کو کسی مصیبت میں اپنا حکم بنائے کیونکہ اس صورت میں وہ اس کے خلاف نہیں فیصلہ سنائے گا اگر اس نے ارادہ کیا تو وہ دوسرے کے لئے ہی ارادہ کرے گا اگر محروم کرنا چاہا تو محسود کو محروم کرے گا

اگر کچھ دیا تو دوسرے کو دے گا اگر اعراض کرے گا تو محسود سے، اگر اٹھے گا تو اٹھے گا بھی محسود کے خلاف، کیونکہ محسود کا اس کے نزدیک اگر کوئی جرم ہے تو وہ محسود کے پاس موجود نعمت ہے جس کا وہ زوال چاہتا ہے، لہٰذا انسان کو چاہئے کہ ان بیان کردہ باتوں میں اپنے معاصرین و ہم پلہ و پڑوسیوں اور اپنے چچازادوں سے بچتا رہے۔

محبت کی پہچان

ایک آدمی نے شبیب بن شبہ سے کہا میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ شبیب نے کہا تم نے سچ کہا، اس آدمی نے کہا تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا کیونکہ تو نہ تو میرا پڑوسی ہے اور نہ ہی میرا چچا زاد بھائی ہے اس لئے میں نے تیری بات کی تصدیق کی ہے۔

حسد ایک موذی بیماری ہے

حضرت ابو حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کی سب سے بڑی عادت حسد کرنا ہے کیونکہ یہ آدمی کو افسردہ خاطر بنا دیتا ہے جس سے غم پیدا ہوتا ہے۔ یہ ایسی بیماری ہے جس کا کوئی علاج بھی نہیں ہے، حاسد آدمی جب اپنے بھائی کے پاس نعمت دیکھتا ہے تو حیرانگی سے چونک جاتا ہے اور اگر اس کی کوئی لغزش دیکھتا ہے تو خوش ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں جو چیز چھپی ہوتی ہے وہ دلیل بن کر اس کے چہرے پر واضح ہو جاتی ہے۔ میں نے زندگی میں کوئی حاسد ایسا نہیں دیکھا جس نے کسی شخص کو صحیح سلامت چھوڑ دیا ہو۔

حسد محرومی کا سبب ہے

حسد محرومی و نحوست کا سبب ہے۔ شیطان کو ذرا دیکھئے کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کیا تو اس کا حسد خود اس کی محرومی کا سبب بنا جس کے نتیجے میں وہ ملعون ٹھہرا جبکہ اس سے پہلے اس کا مرتبہ کتنا بلند تھا۔ دنیا میں ہر ناراض کو راضی کرنا آدمی کے لئے آسان ہے الا یہ کہ حسد کرنے والے کو راضی کرنا مشکل ہے کیونکہ وہ راضی ہی

اسی صورت میں ہوگا کہ آپ اپنے پاس موجود نعمت سے ہاتھ دھو بیٹھیں جس کی وجہ سے وہ حسد کر رہا ہے۔

چار غمگین افراد

ابن عائشہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض حکماء کا قول ہے چار قسم کے لوگ سخت غمگین رہتے ہیں ایک وہ آدمی جو سخت مزاج ہو دوسرا وہ آدمی جو حسد کرتا ہو۔ تیسرا وہ آدمی جو ادباء کے ساتھ رہتا ہو لیکن خود ادیب نہ ہو۔ چوتھا وہ آدمی جو حکیم ہو یعنی دانائی رکھتا ہو لیکن لوگوں کو حقارت سے دیکھتا ہو۔"

حق سے دور شخص

اسی طرح لوگوں میں دین حق سے دور اور اہل دین حق کی خیر خواہی سے دور وہ جاہل ہے جس نے گمراہی بھی گمراہ لوگوں ہی سے حاصل کی ہو اور اپنی قوم کا سردار بھی بسبب فضیلت ضلال کے بنا ہو۔ دنیا کی رنگینی ہی کو ہمیشہ محبوب رکھتا ہو اور اپنی اچھی امیدوں کو قریب دیکھتا ہو اور برے عواقب پر نظر نہ کرتا ہو۔ اس کا دل ایمان پر مطمئن نہ ہوتا ہو اور دوسرا وہ آدمی جو زاہد و عبادت گزاروں کے ساتھ رہا لیکن پھر اپنی حرص وندیدگی کی وجہ سے حقیقتاً ان سے دور ہو گیا اور پھر دھوکہ بازی کیلئے ان سے آملا ہو۔

باب (۲۳)

غصہ اور جلد بازی سے اجتناب کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کچھ سکھا دیں جس پر عمل کر کے میں جنت میں جا سکوں لیکن عمل مختصر ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا تم غصہ مت کیا کرو۔

حضرت ابو حاتم فرماتے ہیں لوگوں میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو جلد بازی نہ کرتا ہو اور حاضر جوابی کے اعتبار سے بہتر وہ ہے جو غصہ میں نہ آتا ہو۔ جلدی غصہ آنا آدمی کی عقل کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے سوکھی لکڑی کو آگ کھا جائے کیونکہ جب غصہ آتا ہے تو عقل زائل ہو جاتی ہے پھر جو اچھا لگے کہہ جاتا ہے اور ایسا عمل کر جاتا ہے جو اس کو معیوب بنا دیتا ہے۔

انجیل کی ایک آیت

حضرت وہیب سے منقول ہے انجیل میں لکھا ہے اے ابن آدم جب غصہ آئے مجھے یاد کیا کر پھر جب مجھے غصہ آئے گا تو میں تجھے یاد رکھوں گا۔ جب ہلاکت ہوگی تجھے ہلاک نہیں کرونگا اور جب تجھ پر ظلم ہوا تو انتقام نہ لیا کر، کیونکہ میری نصرت تیرے لئے سب سے بہتر ہے۔

ولم أر فضلاً تمّ الا بشيمة ولم ار عقلا صحّ الا على الادب

(ترجمہ) ”میں فضیلت کو بغیر خوبی کو مکمل نہیں سمجھتا۔ اور نہ ہی کسی کو عقل کے ادب پر آئے بغیر اسے صحیح سمجھتا ہوں۔

ولم أرفي الاعداء حين اخبرتهم عدو العقل المرء اعدى من الغضب

(ترجمہ) ''اور جب دشمنوں کو آزماتا ہوں تو ان میں غصے سے زیادہ کسی کو عقل کا دشمن نہیں پاتا۔''

جلدی غصہ آنا بے وقوفی کی علامت ہے

حضرت ابو حاتم فرماتے ہیں کہ جلدی غصہ ہونا بیوقوفی کی علامت ہے جیسا کہ غصہ سے اجتناب کرنا عقلمندوں کی خصوصیت ہے غصہ ندامت کا تخم ہے جس چیز کو آدمی غصہ کے بعد خراب کرتا ہے غصہ سے پہلے اس کی اصلاح پر زیادہ قادر ہوتا ہے۔

اولیاء کا غصہ

حضرت بکار بن محمد فرماتے ہیں حضرت ابن عون رحمتہ اللہ علیہ غصہ نہیں کیا کرتے تھے اگر کوئی غصہ دلاتا بطور دعا فرمایا کرتے ''اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔''

حضرت ابو سعید فرماتے ہیں حضرت عون بن عبداللہ جب اپنے غلام پر غصہ ہوتے تو فرماتے تمہیں کس چیز نے اپنے آقا جیسا بنا دیا کہ تم میری نافرمانی کرتے ہو اور میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہوں اور جب زیادہ غصہ آتا تو اپنے غلام سے فرماتے جاؤ تم اللہ کی رضا کیلئے تمہیں میں نے آزاد کر دیا۔

حضرت ابو حاتم فرماتے ہیں اچھے آدمی کیلئے ضروری ہے کہ جب کوئی ناپسندیدہ عمل دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے کی ہوئی اپنی نافرمانیوں کو بھی یاد کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کے حلم کو بھی سامنے رکھے تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا اور ایسا نہ کرے کہ غصہ میں کوئی ایسا عمل کر بیٹھے جو عقلمندوں کے لئے نامناسب ہو اور پھر برداشت کرنے اور غصہ نہ کرنے پر آخرت میں ملنے والے اجر و ثواب کو بھی مدنظر رکھے۔

مجھے انصاری نے یہ اشعار سنائے

وکظمی الغیظ اولی من محاولتی غیظ العدو با ضراری بایمانی

(ترجمہ) ''میرا اپنے غصہ کو چھپا لینا اس سے زیادہ بہتر ہے کہ میں دشمن پر غصہ کر کے اپنے ایمان کا نقصان کروں۔''

لاخیر فی الامر تردینی مغبتہ   یوم الحساب اذا مانص میزانی

(ترجمہ) ''ایسے کام میں کوئی خیر نہیں جو مجھے یوم حساب میں برباد کردے جب وہ میرے نامہ اعمال میں ہو۔''

غصہ کو پی جانا غصہ کرنا نہیں کہلائے گا

حضرت ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر غصہ میں سوائے اس کے مذمت کی خصلت نہ ہوتی کہ تمام حکماء کا اجماع ہے کہ غصہ والے آدمی کی کوئی رائے نہیں ہوتی، تو ہر حیلہ سے اس سے جدائی اختیار کرلی جاتی۔ غصہ والے کو کوئی بھی معذور نہیں سمجھتا اگرچہ طلاق اور عتاق (غلام آزاد کرنا) ہی کا معاملہ کیوں نہ ہو البتہ بعض فقہاء نے طلاق اور عتاق میں سکران (نشہ کی حالت) کو معذور سمجھا ہے۔ لوگوں کی فطرت میں غصہ و بردباری دونوں پائی جاتی ہیں، چنانچہ جس کو غصہ آئے اور پھر حلم کو غالب رکھتے ہوئے غصہ پی جائے تو یہ مذموم نہیں جب تک کہ وہ غصہ کی وجہ سے کسی ناپسندیدہ حرکت کا ارتکاب نہ کرے ایسی صورت میں اس سے جدائی اختیار کرنا ہی بہتر ہے۔ حضرت عطاء عبدالملک بن مروان سے نقل کرتے ہیں جب تک آدمی غصہ نہ ہو حلیم نہیں بن سکتا اور بردباری غصہ میں ہی پہچانی جاتی ہے۔

باب (۲۴)

لوگوں سے لالچ اور امید رکھنے کی ممانعت

حضرت سھل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ایک آدمی نے آکر آپ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جسے کر کے میں اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ بن جاؤں اور لوگوں میں بھی محبوب بن جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ اللہ کے محبوب بن جاؤ گے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے، اس سے مستغنی ہو جاؤ۔ لوگوں میں بھی محبوب بن جاؤ گے۔

حضرت ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں عقلمند آدمی کیلئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے احوال میں لالچ نہ کرے بلکہ مکمل طور پر دوسرے لوگوں سے بے نیاز ہو جائے کیونکہ یہ بات پہلے بھی کہی جا چکی ہے کہ جب آدمی لالچ کرتا ہے تو چیز کے موجود ہونے کی صورت میں بھی فقیر ہی ہوتا ہے تو جس چیز کے متعلق تردد ہو کہ ملے گی یا نہیں ملے گی۔ اس کے متعلق لالچ رکھنے میں تو اس سے بڑھ کر محتاج ہوگا۔

کسی نے خوب کہا ہے کہ

لأجعلن سبيل اليأس لي سبلا ماعشت منک ودار الهم اوطانا

(میں تجھ سے بے نیازی کو اپنا شعار بناؤں گا جب تک میں زندہ ہوں اور غم کو اپنا وطن بناؤں گا۔"

والصبرا جعله غرما انال به في الناس قربا وعند الله رضوانا

(ترجمہ) "اور صبر کو لازم رکھ کر اس کے ذریعے لوگوں میں قرب اور اللہ تعالیٰ کے ہاں خوشنودی حاصل کرونگا۔"

فالنفس قانعة والارض واسعة والدار جامعة مثنى ووحدانا

(ترجمہ) "نفس قناعت پسند اور زمین وسیع ہے اور گھر کھلا کشادہ

ہے دو ہوں یا ایک......"

استغناء مالداری اور لالچ فقر ہے

حضرت سعد بن عمارہ نے اپنے بیٹے سے کہا اے بیٹا لوگوں سے مستغنی ہو جاؤ یہ سب سے بڑھ کر مالداری کا شعار ہے اور لالچ سے بچتے رہنا اس سے بڑھ کر کوئی چیز فقر میں ڈالنے والی نہیں۔

حضرت ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب سے بڑی اور اچھی صفت یہ ہے کہ آدمی لوگوں کے مال میں لالچ کرنا چھوڑ دے کیونکہ لالچ کرنے والا آدمی کبھی بھی مالدار نہیں ہو سکتا اور جو شخص لالچ چھوڑ دے اس سے بڑھ کر کوئی اچھی چیز نہیں پاتا۔ لہٰذا خوشخبری ہے اس آدمی کیلئے جس نے تقویٰ اختیار کیا اور لالچ نہ کیا۔

چنانچہ جو آدمی شرافت کے اعلیٰ درجے پر رہنا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ جو اس کے پاس نہیں اس طرف میلان بھی نہ رکھے کیونکہ لالچ فقر میں جھونک دیتا ہے جیسا کہ بے نیازی آدمی کو غنی بنا دیتی ہے تو جس شخص نے لالچ کیا وہ ذلیل وخوار ہوگیا اور جس نے قناعت اختیار کی وہ عفیف وغنی ہوگیا۔

مجھے علی بن محمد بسامی نے یہ اشعار سنائے۔

فکنت لی أملاً دهراً أطالبه فغيرته صروف الدهر أطوارا

(ترجمہ) "ایک عرصہ تک میں ایک امید کا طالب رہا پھر زمانے کے حوادثات نے اسے تبدیل کر دیا"

صرفت باليأس عنه النفس فانصرفت فما أبالي اقام الدهر اوسار

(ترجمہ) "میں نے اپنے نفس کو اس سے ناامیدی کے ساتھ پھیرا، تو وہ پھر گیا۔ اب مجھے پرواہ نہیں کہ زمانہ چلے یا رک جائے۔"

ابوالاسود الدئلی کا طرز

حضرت محمد بن ہانی طائی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابوالاسود الدولی نے اپنے پڑوسی کو پیغام بھیجا کہ مجھے کچھ ادھار رقم چاہئے۔ اس پڑوسی نے حیلے بہانے کر کے ٹال دیا اور ادھار رقم نہ دی جبکہ ابوالاسود اس سے بہت اچھا گمان رکھتے تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا تو انہوں نے اس کے متعلق یہ اشعار کہے۔

لاتشعرن النفس یأسًا، فانما یعیش بجد عاجز وجلید

(ترجمہ) ''اے نفس مایوسی محسوس مت کرنا اس لئے کہ عاجز اور طاقتور دونوں محنت سے جیتے ہیں۔''

لا تطمعن فی مال جارلقربہ فکل قریب لاینال بعید

(ترجمہ) ''اور پڑوسی کے مال میں اس کے قریب کی وجہ سے ہرگز طمع نہ کرنا کیونکہ ہر قریب شخص دور ہے ہاتھ نہیں آتا۔''

وفوض الی اللہ الامور فانما یروح بارزاق العباد جدود

(ترجمہ) ''اور معاملات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے کیونکہ بندوں کا رزق ان کا نصیب لئے پھرتا ہے۔''

حضرت مروزی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن سماک رحمۃ اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی سے امید لگا کر رکھنا۔ ایک رسی کی مانند ہے جو تیرے دل میں باندھ دی جائے۔ جس سے تیرے پاؤں بھی بندھ جائیں گے پس تو اپنے دل سے امید ختم کر ڈال تا کہ تیرے پاؤں بھی آزاد ہو جائیں۔

لالچ ایک گرہ ہے

حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کسی کے مال میں طمع رکھنا، دل میں لگی ہوئی ایک گرہ کی طرح ہے جس کے دوسرے ہوں ایک سرا پاؤں میں ہو، اور دوسرا

سرا زبان پر ہو لہٰذا جب تک یہ گرہ دل میں پڑی رہے گی تب تک پاؤں اور زبان دونوں چیزیں بندھی رہیں گی۔ جب یہ لالچ کی گرہ دل سے نکال دی جائے تو زبان اور پاؤں دونوں آزاد ہو جاتے ہیں پھر انسان اپنی مرضی سے جو کوشش چاہتا ہے کرسکتا ہے اور کہہ سکتا ہے۔

عقلمند شخص وہ ہے جو اپنے دوستوں سے لالچ نہ رکھے کیونکہ یہ ذلت کا سبب ہے اور دشمنوں سے بالکل ناامید رہے، یہی نجات کی کنجی ہے اور ناامیدی رکھنا دوسروں کے مال سے سکون و اطمینان حاصل کرنے کی اصل ہے، جیسا کہ لالچ رکھنا قلق و اضطراب کی اصل ہے۔ کتنے ہی لالچی ہیں جو ذلیل وخوار ہوتے ہیں اور پھر مطلوب بھی حاصل نہیں کر پاتے اور کتنے ہی مستغنی ہیں جو سکون و راحت پاتے ہیں اور اپنی امیدوں کو بھی پالیتے ہیں۔

لوگوں سے امید نہ رکھنا عزت ہے

معاویہ بن عمار سے مروی ہے کہ ابو جعفر کا قول ہے کہ لوگوں کے ہاتھ (ملکیت) میں موجود مال سے ناامیدی رکھنا عزت ہے۔ پھر فرمایا کہ کیا تم نے حاتم طائی کا یہ شعر نہیں سنا۔

اذا ما عزمت الیاس الفیتہ الغنی اذا عرفتہ النفس والطمع الفقر

(ترجمہ) ''جب تم ناامیدی (دوسرے سے کوئی امید نہ رکھنا) کا عزم کرلو گے تو اسے مالداری پاؤ گے جب کہ نفس اس کو پہچان لے۔ اور لالچ فقر ہے۔''

اور پھر حضرت مطرف رحمتہ اللہ علیہ نے یہ اشعار کہے۔

یا ایھا المتعب بذل السوال وطالب الحاجات من ذی النوال

(ترجمہ) ''اے سوال کی ذلت سے تھک جانے والے اور اپنی ضرورتوں کو عطا کرنے والوں سے مانگنے والے''

لا تحسبن الموت موت البلی فانما الموت سوال الرجال

(ترجمہ) ''تو یہ گمان نہ کر کہ موت صرف بوسیدہ ہڈیوں کی صورت میں ہے حالانکہ موت مردوں کا مانگنا ہے۔''

کلاھما موت ولکن ذا اعظم من ذاک لذل السوال

(ترجمہ) ''یہ دونوں موت ہی ہیں لیکن مانگنے کی موت مانگنے کی ذلت کی وجہ سے زیادہ بڑی ہے۔''

بڑے مصائب

حضرت ابو حاتمؒ فرماتے ہیں بڑے مصائب میں سے نااہل قسم کے جانشین اور لوگوں سے سوال کرنا ہیں پھر لوگوں سے مانگنے کا تہیہ کر لینا آدھا بڑھاپا ہے۔ پھر سوچو اس آدمی کا کیا حال ہوگا جو ہر وقت لوگوں کے سامنے دست سوال پھیلاتا پھرتا ہے، جس کو عزت نفس مانع ہو اس کے لئے یہ دنیا نہایت ہی ذلیل چیز ہے اور آدمی اس وقت تک نابغہ روزگار نہیں بن سکتا جب تک مال کے معاملے میں لوگوں سے بالکل مستغنی نہ ہو جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کی زیادتیوں سے بھی صرف نظر کرتا ہو، دوستوں سے سوال کرنا اکتاہٹ میں ڈال دیتا ہے۔

سوال کرنا عطاء سے زیادہ بھاری ہے

حضرت عبداللہ بن سلیمان سے منقول ہے حضرت اکثم بن صیفی نے فرمایا لوگوں سے سوال کرنا (اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو) زیادہ گراں ہے دینے سے اگرچہ زیادہ دیا جائے۔

حضرت ابو حاتمؒ فرماتے ہیں عقلمند شخص کیلئے مناسب نہیں کہ ایسے آدمی کے سامنے سوال کی ذلت کا سامنا کرے جو اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہو اور سوال کو رد کرتا ہو۔ چنانچہ ایسے آدمی کے سامنے سوال کرنا کہاں سے روا ہوگا جو رد کرنے میں ذرہ برابر بھی تامل کرتا ہو۔ اور اس کے مرتبہ کی عزت نہ کرتا ہو؟ ملاقات میں سب سے زیادہ سخت وشدید موت ہے لیکن اس سے بھی زیادہ سخت بغیر مانگے لوگوں کی طرف محتاج ہونا ہے

مگر اس سے بھی زیادہ سخت سوال کرنا ہے۔ کیونکہ اگر مانگنا ضرورت پوری ہونے کے ساتھ ملا ہوا ہو تب بھی ذلت سے خالی نہیں اور اگر مانگنے سے ضرورت بھی پوری نہ ہو سکے تو اس میں دو ذلتیں ہیں، مانگنے کی ذلت اور منع کئے جانے کی ذلت''۔

امام اعمش حضرت معرور بن سوید سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا کسی آدمی کا اپنے مسلمان بھائی سے ضرورت کے لئے سوال کرنا اسے آزمائش میں ڈالنا ہے۔ اگر اس نے عنایت کر دی تو وہ اس کے علاوہ تعریف کرے گا جو اسے دیا ہے اور اگر منع کر دیا تو اس کے علاوہ مذمت کرے گا جو اس کو نہیں دیا۔

عقلمند مانگتا نہیں

حضرت ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگوں سے مانگنے میں ذلت کی خصلت کے سوا کچھ نہ ہوتا تب بھی عقلمند شخص کو اگر کوئی امر سوال کرنے پر مجبور کر دیتا تو وہ ریت پھانکتا اور گٹھلیاں چوس لیتا مگر لوگوں سے سوال نہ کرتا، البتہ جس پر یہ نوبت آ جائے کہ اسے لوگوں سے مانگنا پڑے تو وہ ایسے لوگوں سے سوال کرے جن کے متعلق جانتا ہو کہ وہ اس کی ضرورت پوری کر دیں گے تو اس میں کوئی حرج نہیں جس طرح بغیر مانگے کسی کے دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے استغناء مانگے اس کو اللہ مستغنی کر دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق قوی رکھے اللہ تعالیٰ اس کو فقیر نہیں کرتے جیسا کہ جو شخص لوگوں سے تقویت چاہتا ہے ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔

ہشام بن یوسف کہتے ہیں کہ ابو معاویہ (جو کعب بن مالک کی اولاد میں سے تھے) کہتے ہیں کہ تم نے مجھے دیکھا ہے کہ میں کنوئیں سے ڈول بھر کر صبح و شام اپنے پیٹ پر رکھ کر محنت کرتا (اور کماتا ہوں) میں نے عرض کیا کہ آپ بہت محنت کرتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے لوگوں کے ہاتھوں اور پتھروں سے دراہم مانگے تو پتھروں سے مانگنا زیادہ آسان لگا۔ (یعنی کنوئیں کے پتھر اور پھر تالابوں میں بھرنا۔ اسے پتھروں سے مانگنے سے تعبیر کیا)

باب (۲۵)

مانگنے کی کراھیت اور اس سے بچنے کا بیان

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے کوئی ایک رسی لیکر جنگل میں جائے اور لکڑیاں جمع کر کے گٹھڑی لائے اور فروخت کر دے یہ اس کیلئے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کر کے مانگے پھر لوگ اس کو چاہیں تو دے دیں یا منع کر دیں۔''

حضرت ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں عقلمند آدمی کے لئے ضروری ہے کہ اپنے تمام احوال میں لوگوں سے سوال کرنے سے پرہیز کرے اور لوگوں سے تعرض کرنا ترک کر دے کیونکہ لوگوں سے سوال کرنا خود آدمی کو ذلیل بنا دیتا اور اسے اس کے مرتبہ سے گرا دیتا ہے، لوگوں سے سوال نہ کرنے کا عزم انسان کو عزت دار بنا دیتا ہے اور اس کا مرتبہ بلند کر دیتا ہے۔

حضرت موسیٰ بن طریف فرماتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ ایک آدمی سے ضرورت پڑی میرے دل سے خودداری نے اس شخص سے ضرورت پوری کروانے کے خیال کو نکال پھینکا لہٰذا میری خودداری میرے دل میں لوٹ آئی۔

علی بن جہم کہتے ہیں کہ

هی النفس، ما حملتها تتحمل ۔۔۔ وللدهر ایام تجور وتعدل

(ترجمہ) ''یہ نفس ہے اسے جس چیز کا خوگر بناؤ گے اسی کا تحمل کرے گا اور زمانے کے ایام ظلم بھی کرتے اور انصاف بھی کرتے ہیں۔''

وعاقبة الصبر الجمیل جمیلة ۔۔۔ وافضل اخلاق الرجال التفضل

(ترجمہ) ''اچھے صبر کا انجام بھی اچھا ہے اور لوگوں کے بہترین اخلاق کرم نوازی ہیں۔''

فلا عـار ان زالـت عـن الـحـر نعمة ولـكـن عــارًا أن يـزول التحمل

(ترجمہ) ''اگر آزاد شخص سے نعمت زائل ہو جائے تو کوئی عار نہیں
لیکن حسن اخلاق کا ختم ہو جانا عار ہے۔''

مانگنے کی ذلت

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو آدمی لوگوں سے سوال کر کے مانگتا ہوتا کہ مالدار بن جائے تو وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص آگ کا انگارہ لقمہ بنا کر نگلنا چاہے پس جو چاہے کہ کم کرے جو چاہے زیادہ کرے (اگر آگ کا لقمہ نگلنا ہے)

حضرت قتادہ مطرف بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت حکیم بن قیس نے اپنے والد کی وصیت نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اے بیٹا لوگوں سے سوال کرنے سے بچتے رہنا کیونکہ یہ کسب کا آخری درجہ ہے۔ حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عقلمند شخص لوگوں سے سوال نہیں کرتا کہ لوگ اس کو رد کر دیں۔ اور نہ ہی چمٹ کر مانگتا ہے کہ محروم کر دیا جائے بلکہ وہ تو عزت و شرف کی زندگی کو اختیار کر کے رہتا ہے۔ جو کام ہو گزرے اس کے درپے نہیں رہتا بلکہ آنے والے وقت کیلئے بہتر سوچتا ہے کیونکہ کسی ضرورت کا پورا نہ کرنا اس سے زیادہ بہتر ہے کہ نااہل لوگوں سے سوال کیا جائے۔ کیونکہ جو مستحق نہ ہوتے ہوئے بھی سوال کرے اس کا مرتبہ دو درجے کم ہو جاتا ہے اور جس سے سوال کیا جائے وہ بلند ہو جاتا ہے۔

حضرت مطرف بن عبداللہ نے اپنے بھتیجے سے ایک مرتبہ فرمایا بیٹا تمہیں مجھ سے جس چیز کی ضرورت ہو وہ ایک رقعہ میں لکھ کر مجھے بھیج دیا کرو کیونکہ میں آپ کا چہرہ سوال کی ذلت سے ہمیشہ محفوظ ہی دیکھنا چاہتا ہوں۔

باب (۲۶)

﴿قناعت اختیار کرنے کی ترغیب﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کندھے سے پکڑ کر فرمایا "تو دنیا میں ایسے ہو جا جیسے کوئی اجنبی ہو یا راستہ عبور کرنے والا ہو"

حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اجنبی یا مسافر بن کر رہنے کا حکم دیا ہے یہ ایسا ہے کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس دنیا میں قناعت کی زندگی گزارنے کا حکم دیا ہو یہ اس لئے ہے کہ اجنبی اور مسافر دوسری جگہ پر مالداری اور مستقل رہنا نہیں چاہتے بلکہ وہ تھوڑے بہت گزارے کے بقدر ہی سامان کرتے ہیں۔

حضرت عتبہ بن سالم اثم سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جو آدمی ختم ہونے والی چیز کی پروا نہ کرے وہ اپنے آپ کو استراحت دیتا ہے اور جو تھوڑے پر راضی رہے اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہتی ہیں۔ مجھے ابن زنجی بغدادی نے یہ اشعار سنائے۔

اقول للنفس صبرا عند نائبة   فعسر يومك موصول بيسر عند

(ترجمہ) "جب میں مصیبت کے وقت اپنے نفس کو تسلی کے لئے کہتا ہوں کہ تیری آج کی مشکل کل کی آسانی سے ملی ہوئی ہے۔"

ماسرني أن نفسي غير قانعة   وان ارزاق هذا الخلق تحت يدی

(ترجمہ) "مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ میرا نفس قناعت پسند نہیں اور یہ کہ میرے ہاتھ میں اس ساری مخلوق کا رزق ہو۔"

حضرت قاسم بن عبدالرحمان اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا چار چیزوں کا معاملہ طے ہو چکا ہے۔ (۱) پیدائش (۲)

اخلاق (۳) رزق (۴) موت ۔ اور ان میں سے کوئی چیز دوسری سے زیادہ حاصل ہونے والی نہیں۔

قناعت اللہ کی عنایت ہے

حضرت ابوحاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی عنایات میں سے اپنے بندوں پر ایک بڑی عنایت قناعت پسندی ہے اور رضا بالقضاء اور خدا کی تقسیم پر اعتماد سے بڑھ کر کوئی چیز آدمی کو راحت بخشنے والی نہیں۔ اگر قناعت میں اس کے سوا کوئی اچھی خصلت نہ ہوتی کہ اس میں آرام اور زیادہ رزق کے حصول کے لئے بری جگہوں میں داخل نہ ہونا مضمر ہے تو بھی عقلمند کے لئے ضروری ہوتا کہ وہ کسی بھی حال میں قناعت کو نہ چھوڑے۔

محمد بن حمید اکاف کا قول ہے۔

تقنع بالكفاف تعش رخيا ولا تبغ الفضول من الكفاف

ففي خبز القفار بغير أدم وفي ماء الفرات غنى و كاف

(ترجمہ) ''گزارے کی مقدار پر قناعت کر مزے سے جیئے گا اور گزارے کی مقدار سے زیادہ کی طلب نہ کر کیونکہ بغیر سالن کے سوکھی روٹی اور فرات کے پانی میں مالداری اور گزارہ ہے۔''

حضرت محمد بن المنکدر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ قناعت پسندی ایسا مال ہے جو کبھی بھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

رأيت الغنى والفقر حظين قسما فاحرم محتال و ذو العي كاسب

(ترجمہ) ''میں نے دیکھا کہ مالداری اور فقر تقسیم کے دو حصے ہیں لہٰذا ترکیب کرنے والا محروم رہتا اور عجز والا کما جاتا ہے۔''

هذا ملح دائب غير رابح وهذا مريح رابح غير دائب

(ترجمہ) ''یہ خوب محنت کرنے والا ہے جسے نفع نہیں ملا اور یہ آرام کرنے والا نفع اٹھانے والا ہے جو محنت نہیں کرتا۔''

قناعت سخاوت سے بہتر ہے

حضرت ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قناعت کی مروت اختیار کرنا عطا کرنے کی مروت سے بہتر ہے۔ حضرت ابوحاتم فرماتے ہیں قناعت دل میں ہوتی ہے جس کا دل غنی ہو اس کے ہاتھ بھی غنی ہو جائیں گے۔ جس کا دل فقیر ہو اس کو مالداری سے کوئی فائدہ نہیں مل سکتا۔ جو قناعت پسند ہوگا وہ بھی مضطرب نہ ہوگا بلکہ اس کی زندگی پر سکون ہوگی اور جو قناعت پسند نہیں ہوگا اس کے ہاتھ سے جانے والی چیزوں کی کوئی نہایت نہیں ہوگی۔ ملنا اور محروم رہ جانا یہ دونوں حالتیں لوگوں میں جاری رہتی ہیں۔

حضرت ابن المدینی فرماتے ہیں ضرورت میں صبر کرنا اور فاقہ میں سوال نہ کرنا اور مستغنی رہنا عطا کرنے سے زیادہ اچھا ہے۔

ابن عائشہ کے اشعار ہیں۔

غنی النفس یغنی النفس حتی یعفها وان مسها حتی بها یضر الفقر

(ترجمہ) ”نفس کا غنی ہونا انسان کو غنی کر دیتا ہے حتی کہ اسے سوال سے بچاتا ہے اگر چہ اسے ضرورت ہو اور فقر نقصان دہ ہو۔“

وما شدۃ فاصبر لھا ان لقیتھا بدائمۃ الا سیتبعھا یسر

(ترجمہ) ”اگر تم پر کوئی مصیبت آئے تو ہمیشہ صبر سے کام لو کیونکہ اس کے بعد آسانی ہی آتی ہے۔“

محمد بن یحیٰ رحمتہ اللہ علیہ حضرت سفیان بن عیینہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کے ہاں فضل بن ربیع رحمہ اللہ کا تذکرہ ہوا اور ان جیسے دوسرے نام بھی ذکر کئے گئے تو حضرت نے یہ اشعار کہے۔

کم من قوی قوی فی تقلبہ مھذب الرای عنہ الرزق منحرف

(ترجمہ) ”کتنے ہی طاقتور ایسے ہیں جو احوال کے اعتبار سے قوت والے بہترین رائے کے مالک ہیں ان سے رزق دور ہے۔“

ومن ضعیف ضعیف العقل مختلط کانہ من خلیج البحر یغترف

(ترجمہ) ''اور کتنے ہی کمزور لوگ جو عقل کے کمزور اور مختلط ہیں وہ
ایسے ہیں گویا سمندر کی نہر سے چلو بھرتے ہوں۔''

قناعت کے برخلاف چلنے والے کی مثال

حضرت ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس آدمی کا نفس قناعت پسندی پر راضی نہ ہو اور پھر اس کے ساتھ ساتھ کچھ مال و متاع لوگوں کے پاس دیکھ کر حسد بھی کرتا ہو تو یہ قناعت اور سخاوت نہیں بلکہ یہ عاجزی و محرومی کی علامت ہے ایسے آدمی کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بوجھ ہلکا ہونے کی صورت میں تو اونچی جگہوں پر چڑھ جاتا ہو، اور جب مالک کو دوسرے طاقتور اور زیادہ اٹھانے والے گدھے کو ترجیح دیتا دیکھ کر رنجیدہ ہو جاتا ہو۔

پس قناعت پسندی سے آدمی کا دل اور جسم دونوں پرسکون رہتے ہیں اور برا آدمی دل اور جسم دونوں اعتبار سے اضطراب میں رہتا ہے، اچھا آدمی نفسیاتی اعتبار سے زیادہ صبر والا اور کمینہ آدمی جسمانی اعتبار سے زیادہ صبر والا ہوتا ہے۔

خلیل بن احمد نے مجھے یہ اشعار سنائے۔

ان لم یکن لک لحم کفاک خل وزیت ان لایکن ذا وھذا فکسرۃ وبیت

(ترجمہ) ''اگر تیرے کھانے کو گوشت نہ ہو تو تیرے لئے سرکہ اور
روغن کافی ہے اور اگر یہ بھی نہ ہوں تو روٹی کا ٹکڑا اور گھر کافی ہے۔''

تظل فیه وتاوی حتی یجنک موت ھذا لعمری کفاف فلا یغرک لیتا

(ترجمہ) ''جس میں تو رہے ٹھکانہ بنائے حتیٰ کہ تیری موت کا
وقت آجائے میری عمر کی قسم یہ گزارے کی مقدار ہے تجھے ''کاش''
دھوکہ میں نہ ڈالے۔''

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمتہ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً'' کے بارے میں منقول ہے کہ اس سے مراد قناعت کی زندگی ہے۔

(سورۃ النحل آیت نمبر ۹۷)

باب (۲۷)

توکل اختیار کرنے کی ترغیب

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام تقدیری معاملات کو زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے پانچ سو سال پہلے مقرر فرما دیا۔

حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عقلمند آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ پر توکل اختیار کرے جس نے تمام مخلوق کے رزق کی کفالت اپنے ذمہ لے رکھی ہے کیونکہ توکل ہی ایمان کا نظام ہے اور توحید سے قریب تر ہے اور یہ فقر کو دور کر کے راحت پہنچانے کا سبب ہے جس کسی نے بھی اللہ تعالیٰ پر صحیح دل سے توکل کیا اس کو اپنے ہاتھ میں موجود مال سے زیادہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو کسی انسان کا محتاج نہیں بناتے اور اس کو ایسی جگہوں سے رزق عنایت فرماتے ہیں جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

منصور بن محمد کریزی نے مجھے یہ اشعار سنائے۔

توکل علی الرحمن فی کل حاجة اردت، فان اللّٰه یقضی ویقدر

(ترجمہ) ”تو اپنی ہر ضرورت میں اللہ تعالیٰ پر توکل کر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے فیصلہ کرنے والا اور قدرت رکھنے والا۔“

متیٰ ما یرد ذوالعرش امراً بعبده یصبه وما للعبد ما یتخیر

(ترجمہ) ”جب عرش والا اپنے بندے سے کسی امر کا ارادہ کر لیتا ہے وہ اسے پہنچتا ہے اور بندے کو اختیار نہیں ہوتا۔“

وقد یهلک الانسان من وجه امنه وینجو باذن اللّٰه من حیث یحذر

(ترجمہ) ”اور کبھی انسان محفوظ سمجھے جانے والے راستے سے

ہلاک ہو جاتا ہے اور کبھی جہاں سے ڈرتا ہے اللہ کے حکم سے نجات پا جاتا ہے۔''

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے رزق آدمی کو اس طرح تلاش کرتا ہے جس طرح موت تلاش کرتی ہے۔

وانشد محمد العمی نے یہ شعر کہا ہے کہ

سل الحاجات من سید ليس له ستر ولا حاجب
يعطى عطاياه اذا شاء ها من غير توقيع الى كاتب

(ترجمہ) ''اس آقا سے حاجات مانگ جس کا کوئی دربان یا پردہ اور آڑ نہیں۔

وہ جب چاہتا ہے عطا یا دیتا ہے بغیر کسی کاتب کے لکھوائے ہوئے۔''

رزق مقرر ہے بندہ حرام چاہے تو حرام حلال چاہے تو حلال ہو کر ملتا ہے

ریاح قیسی سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے انسانوں کے رزق پر مقرر ہیں وہ ان کے مراتب کے اعتبار سے رزق لئے پھرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا جو بندہ اپنی توجہ اور ارادے کو ایک بنا لیتا ہے تو ہم آسمان و زمینوں اور انسانوں کو اس کے رزق کا ضامن بنا دیتے ہیں۔ اور جو بندہ اپنا رزق طلب کرتا ہے تو وہ جہاں سے حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے اسے وہیں سے عطا کر دیتے ہیں۔ اور اگر وہ اپنی کمائی کو انصاف سے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کے رزق کو پاک کر دیتے ہیں اگر حرام کی طرف بڑھتا ہے تو وہ اس کی خواہشات سے پکڑ کر اس کی انتہا تک لے جاتے ہیں جہاں اس کی خواہش سے بڑھ کر کچھ نہیں پھر اس کے اور ساری دنیا کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں لہٰذا وہ شخص اپنا حلال وحرام اس درجہ سے اوپر حاصل نہیں کر پاتا جو اس کے لئے لکھ دیا گیا ہے۔

ابوحاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص جانتا ہے کہ وہ رزق سے فارغ ہو چکا ہے اور

وہ بزرگ و برتر جو اپنے بندوں پر ان کی ضرورت کے وقت اور کمائی کی محنت کرنے کے وقت بندوں کو ان کا پورا رزق دینے کا وعدہ پورا کرنے والا ہے، اور اس نے اس چیز کی ذمہ داری لی ہے. جو اہل حزم کا کام نہیں سوائے یہ کہ ضمیر کی صحت اس کے گرد لپیٹ دی جائے۔ چنانچہ اگر چہ اہل حزم رزق کی خاطر محنت نہ کریں ان کا رزق انہیں ایسی جگہ سے ملے جہاں سے ان کا گمان تک نہ ہو گا۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی رزق کے حصول کا اہتمام نہیں کیا۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس سبب کو جانے جس کے ذریعے ایک عاجز شخص بھی اپنی ضرورت پوری کر لیتا ہے اور یہ وہی سبب ہے جو سمجھدار شخص اور ہر اسے ملنے والے رزق کے درمیان حائل ہے۔

اس لئے عقلمند شخص کو اس کام یا چیز کے لئے پریشان نہیں ہونا چاہئے جو وہ چاہتا ہو مگر وہ چیز اسے ملنے والی یا وہ کام ہونے والا نہ ہو۔ اور نہ ہی ایسی چیز کے لئے جسے وہ چاہتا نہیں مگر وہ یقیناً ہونے والی ہو۔ اس دنیا میں جو ہونے والا ہے یا جو اسے ملنے والا ہے وہ بغیر مشقت کے اسے مل جائے گا اور جو مصیبت اس پر آنے والی ہے اسے یہ قوت سے دور کرنے کے بعد بھی دور نہیں کر سکے گا اور جو چیز نہیں ملنے والی اسے باوجود کوشش کے نہیں پا سکے گا جس طرح جو چیز ملنے والی ہے وہ کوشش نہ کرنے کے باوجود مل کے رہتی ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ینال الغنی من لیس یسعی الی الغنی ویحرم من یسعی له ویداوم

وما العجز یحرمه ولا الحرص جالب وما هوا لا حظوة ومقاسم

(ترجمہ) ''مالداری کو وہ شخص پا لیتا ہے جو اس کی کوشش نہیں کرتا اور مسلسل کوشش کرنے والا محروم رہ جاتا ہے۔ رزق سے نہ تو عجز محروم کرتا ہے اور نہ ہی حرص کھینچ لاتی ہے رزق تو حصہ اور تقسیم کے

سوا کچھ نہیں ہے۔"

عتبی کے اشعار ہیں:

ورزق الخلق مقسوم علیهم مقادیر بقدرها الجلیل

فلا ذو مال یرزقه بعقل ولا بالمال تقتسم العقول

(ترجمہ) "مخلوق کا رزق ان پر تقسیم ہوتا ہے یہ مقرر شدہ ہیں جنہیں جلیل (جل جلالہٗ) طے کرتا ہے چنانچہ کسی مالدار کو عقل کی وجہ سے مال ملا ہوتا ہے اور نہ ہی عقلیں مال کی وجہ سے تقسیم ہوتی ہیں۔"

مسلمانوں کا توکل

اسحاق بن موسیٰ انصاری کہتے ہیں کہ میں نے یمان نجرانی کو جو کوئی چیز ذخیرہ نہیں کیا کرتا تھا کہتے ہوئے سنا کہ

میں ایک سنسان جگہ پر ایک راہب کے پاس سے گزرا میں بھوکا تھا تو میں نے اسے کہا۔ اے راہب کیا آپ کے پاس کچھ زائد کھانا ہے؟ تو اس نے مجھے ایک زنبیل (تھیلے) کی طرف اشارہ کیا تو میں نے اسے دیکھا تو اس میں روٹی کے کچھ ٹکڑے تھے چنانچہ میں نے کچھ کھائے اور باقی تھیلا اسے واپس کر دیا تو اس نے کہا کہ یہ باقی روٹیاں راستے کے توشے کے لئے رکھ لو۔ تو میں نے کہا کہ وہ ذات جس نے مجھے ایسی جگہ پر کھلایا ہے جب کہ اس جگہ میرا کوئی جاننے والا نہ تھا تو وہ مجھے اس وقت بھی کھلائے گا جب مجھے بھوک لگی ہو اور میرے پاس کوئی چیز نہ ہو۔

توکل کیا ہے؟

ابوحاتم کہتے ہیں توکل دل کو اس سے لگی ہوئی چیزوں سے کاٹنے کا اور مخلوق کو چھوڑ دینے اور محتاجی میں اسے احوال بدلنے والی ذات کی طرف مبذول کرنے کا نام ہے۔

کبھی کبھار کوئی شخص دنیا میں خوشحال ہوتا ہے لیکن اپنے توکل میں بڑا ہی سچا متوکل ہوتا ہے جبکہ اس کے نزدیک عدم اور وجود کی کوئی الگ حیثیت نہیں ہوتی دونوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا (بلکہ برابر ہوتے ہیں) وہ موجود ہونے پر شکر کرتا ہے عدم کی صورت میں راضی رہتا ہے۔ اور کبھی کبھار کوئی شخص دنیا میں کسی تدبیر کا مالک نہیں ہوتا اور اس وقت بھی متوکل نہیں ہوتا جبکہ اس کے نزدیک وجود عدم سے زیادہ پسند ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ عدم کی صورت میں اپنی حالت سے راضی نہیں ہوتا اور نہ ہی وجود (رزق موجود ہونے) کی صورت میں شکر کرتا ہے۔

کریزی نے مجھے یہ اشعار سنائے۔

فلو كانت الدنيا تنال بفطنة وفضل عقول نلت اعلى المراتب

ولكنما الارزاق حظ و قسمة بملك مليك لابحيلة طالب

(ترجمہ) "اگر دنیا (کا مال و دولت وغیرہ) ذہانت اور فاضل عقل سے ملتا ہوتا تو میں اعلیٰ مراتب پالیتا لیکن رزق (اور عطاء) حصے اور تقسیم ہیں بادشاہ (جل جلالہٗ) کی مرضی سے ہیں طلب گار کی تدبیر سے نہیں۔"

خدا پر رزق نہ دینے کی تہمت نہ لگاؤ

نافع بن خالد کہتے ہیں کہ ہم رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی خدمت میں گئے اور ان کے سامنے اسباب رزق کے بارے میں بات کی ہم بہت باتیں کرتے رہے وہ خاموش تھیں۔ جب ہم باتوں سے فارغ ہو چکے تو فرمانے لگیں کہ۔ اس شخص کے لئے ناکامی اور رسوائی ہے جو اس (اللہ تعالیٰ) سے محبت کا دعویٰ کرے اور اپنے رزق کے بارے میں اسے تہمت بھی لگائے۔

باب (۲۸)

مصائب پر رضا اور اس پر صبر کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا پھر اسے لکھنے کا حکم دیا چنانچہ قیامت تک جتنے کام ہوے ہیں وہ قلم نے لکھ دیئے۔"[1]

ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاقل کو یہ یقین رکھنا لازم ہے کہ تمام اشیاء کی تقدیر لکھی جا چکی ہے بعض وہ چیزیں ہیں جو لامحالہ ہونی ہیں اور بعض نہیں ہونی چنانچہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی تکوین اور مرضی میں کوئی دخل حاصل نہیں ہے اس لئے وقت جب آدمی کو مشکل حالات کی طرف لے جائے تو وہ دو کاموں کے لئے اپنی ہمت کس لے۔ (۱) ایک مصائب پر صبر (۲) دوسرے اللہ کے فیصلے پر رضا مندی، تاکہ یہ اپنے کام کا پورا اجر حاصل کرے کیونکہ کتنی ہی سخت مصیبتیں ہوتی ہیں جن کا زائل کرنا پورے عالم کے لئے دشوار ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک ساعت سے کم وقت میں کشادگی اور سہولت پیدا کر دیتے ہیں۔ محمد بن اسحاق بن حبیب الواسطی کے اشعار ہیں۔

کم من امر قد تضایقت به — فأتاني الله منه بالفرج
ولعبد مؤيس قربه — قدر الله فعاد بالنهج
فله الحمد على ذى سرمدا — ما اضاء الصبح يوما وبلج
وكذاك رب قادر — يصلح الأمر الذى فيه عوج
وله الحمد على آلائه — يستديم اليسر منه والفلج

(ترجمہ) "میں کتنی ہی مصیبتوں میں پھنسا پھر اللہ نے مجھے ان سے رہائی عطا کی۔ ناامید بندے کے قریب اللہ کی تقدیر ہے جس

[1] ابو یعلی۔ الاسماء والصفات للبیہقی ص ۲۷۱، مسند احمد (۵/ ۳۱۷) من حدیث عبادہ

کی وجہ سے وہ صاف راستے پر لوٹ آتا ہے۔ چنانچہ تمام تعریف
اس ذات کے لئے ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔ جس نے دن کی
صبح روشن اور چمکدار بنائی۔ اسی طرح اللہ قادر پروردگار ہے۔ جو
ٹیڑھے معاملے کو سدھارتے ہیں اور تمام تعریف اللہ کی ان نعمتوں
پر ہے جن کی وجہ سے ہمیشہ سہولت اور کامیابی رہتی ہے۔''

تقدیر پر ایمان کیا ہے؟

حجاج اُزدی کہتے ہیں کہ ''ہم نے سلمان سے پوچھا کہ تقدیر پر ایمان کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ بندے کو یہ یقین ہو کہ جو مصیبت اسے پہنچنے والی ہے وہ اس سے چوک نہیں سکتی اور جو مصیبت اسے نہیں پہنچی اس سے بچنا اس کے لئے مقدر تھا۔

اُبرش کا شعر ہے۔

هون على نفسك من سعيها فليس ما قدر مردود
وارض بحكم الله في خلقه كل قضاء الله محمود

(ترجمہ) ''اپنی جان پر محنت کو ہلکا کر دے کیونکہ جو مقدر ہے وہ
پلٹ کر جانے والا نہیں اور اللہ کی مخلوق میں اس کے فیصلے سے
راضی رہ اس لئے کہ اللہ کا ہر فیصلہ قابل تعریف ہے۔''

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا ایمان

مسعر کہتے ہیں جب حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا مکہ میں محاصرہ کیا تو پتھر دیوار کو نقصان پہنچانے لگے تو ان سے کہا گیا کہ ہوسکتا ہے کہ کوئی پتھر آپ کو آ کر لگے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں اشعار پڑھے:

هون عليك فان الامور بكف الا الـه مقاديرها
فليس بآتيك منهيها ولا قاصر عنك مامورها

(ترجمہ) ''تم مطمئن رہو، بلاشبہ تمام امور رب کے قبضے میں ہیں

چنانچہ رکی ہوئی چیز تم پر نہیں آسکتی اور جس کا آنا مقدر ہے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔''

مسعر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص سمندر میں سفر کر رہا تھا کہ کشتی ٹوٹ گئی اور کسی طرح وہ ایک جزیرے میں پہنچ گیا وہ اس بے آباد جزیرے میں تین دن ٹھہرا رہا نہ کچھ کھایا نہ پیا چنانچہ زندگی سے مایوس ہو کر یہ شعر پڑھنے لگا۔

اذا شاب الغراب فأتيت اهلی　　وصار القار كاللبن الحليب

(ترجمہ) ''جب کوا بوڑھا ہوگا تو میں اپنے گھر والوں سے ملوں گا اور خوشی دوھے ہوئے دودھ کی طرح ہوگی۔''

اس کے جواب میں کسی نے یہ شعر کہا:

عسى الكرب الذی امسيت فيه　　يكون وراءه فرج قريب

(ترجمہ) ''وہ غم جس میں تم مبتلا ہو قریب ہے کہ اس غم کے بعد فراخی آجائے۔''

چنانچہ اس نے دیکھا کہ سمندر میں کشتی آرہی ہے اس نے کشتی والوں کو کپڑے سے اشارہ کیا تو وہ آگئے اور اس کو سوار کر لیا اور وہ ان کے ساتھ خیریت وسلامتی کے ساتھ اپنے گھر پہنچ گیا۔

محمد بن عثمان عجلی کہتے ہیں جب شریک نے اعمش کی یہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم قریش کے ساتھ درست رہو جب تک وہ تمہارے لئے درست رہیں اور جب قریش تمہارے مخالف ہو جائیں تو تم اپنی تلواروں کو اپنے کندھوں پر رکھ لینا (یعنی لڑنے کو مت نکلنا) اور ان کے لئے ہمیشہ بہتر رہنا اگر تم نے اس طرح نہ کیا پھر تم برے اور بدبخت ہو جاؤ گے۔

چنانچہ یہ حدیث جب مہدی نے سنی تو اس نے شریک کو ایک آدمی بھیج کر بلوایا اور کہا کہ یہ حدیث تو نے بیان کی ہے؟ شریک نے جواب دیا کہ ہاں، میں نے بیان کی ہے۔ مہدی نے پوچھا کہ تم نے کس سے روایت کی۔ شریک نے جواب دیا کہ اعمش

سے روایت کی۔ مہدی نے کہا کہ اس کا برا ہو، اگر مجھے اس کی قبر کا پتہ لگ جائے تو میں اسے آگ میں جلاتا، شریک نے کہا اگر اعمش اپنی روایت میں سچے ہوں تو پھر؟ تو مہدی نے شریک کو کہا ''اے زندیق میں تجھے ضرور قتل کرونگا۔ شریک کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ ''زندیق تو وہ ہے جو شراب پیئے اور ناحق قتل کرے۔'' مہدی نے پھر کہا کہ اللہ کی قسم میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔'' شریک کہتے ہیں میں نے جواباً کہا ''کیا اللہ کافی نہیں؟ پھر شریک وہاں سے نکل آئے راستے میں فضل بن ربیع سے ملاقات ہوئی اس نے کہا کہ کیا کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں آپ چلے جائیں؟ شریک نے پوچھا کیوں؟ فضل نے جواب دیا کہ مہدی آپ کے قتل کا حکم دے چکا ہے۔ شریک کہتے ہیں کہ میں پہاڑوں کی طرف نکل آیا۔ پھر میں ایک دن یہ معلوم کرنے نکلا کہ مہدی کا کیا حال ہوا؟ میں نے دیکھا کہ بغداد سے ایک ملاح آیا ہوا تھا اس کی بصرہ کے ملاح سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا کیا خبر ہے؟ بغداد کے ملاح نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین کا انتقال ہو گیا۔ شریک کہتے ہیں کہ میں نے ملاح سے کہا کہ میرے قریب ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ قریب آ گیا۔ منصور کریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مجھے اشعار سنائے۔

تجزی المقادیر ان عسرا وان یسرا ولـلـمـقـادیـر اسباب وابواب

ماشتد عسر ولا انسدت مذاهب الا تـفـتـح من مسروره بـاب

(ترجمہ) ''تقدیر میں کبھی سختی اور کبھی آسانی ہوتی ہے اور تقدیر کے
اسباب ہیں اور نکلنے کے دروازے ہیں کبھی سختی آئے تو ایسا نہیں
ہوتا کہ اس سے نکلنے کے راستے بند ہوں بلکہ خوشی اور مسرت کا
دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔''

عبدالواحد بن زید کہتے ہیں کہ میں نے حسین رحمہ اللہ سے پوچھا اے ابوسعید یہ مصائب مخلوق پر کہاں سے آتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے رضا میں کمی کی وجہ سے عبدالواحد کہتے ہیں کہ میں نے پھر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ سے رضا میں کمی کس وجہ سے ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی معرفت میں کمی کی وجہ سے۔''

صبر کرنا لازمی ہے

ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاقل جب سلوک میں ابتدا کرنے والا ہو تو اس پر مصائب میں صبر کرنا لازمی ہے۔ جب وہ صبر کا عادی ہوگا۔ اب اس کی ترقی درجہ صبر سے درجہ رضا کی جانب ہوگی اگر صبر نہ کر سکے تو بتکلف صبر کرے اس لئے کہ یہ رضا کا پہلا درجہ ہے اور لوگوں سے تکالیف پہنچنے پر صبر کرنا کرم وشرف کی علامت ہے اس لئے کہ یہ خیر کا بیج اور طاعات کی اصل ہے۔

صبر پر اللہ تعالیٰ کی مدد

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے اھل کتاب میں سے ایک شخص ''جو مسلمان ہوگیا تھا'' سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی۔ ''اے داؤد مصیبت پر صبر کر تجھے میری طرف سے مدد پہنچے گی، عبداللہ بن اُحوص کے اشعار ہیں۔

صبر اجمیلا علی ماناب من حدث　　والصبر ینفع احیانا اذا صبروا

الصبر افضل شئی تستعین به　　علی الزمان اذا مامسک الضرر

(ترجمہ) ''مصائب پر بہتر طریقے سے صبر کرا اور صبر ہمیشہ نفع دیتا ہے

صبر کے ساتھ مدد طلب کرنا افضل چیز ہے ان مصائب پر جو تجھے پہنچیں۔''

رضا محبت کی اصل ہے

عبدالواحد بن زید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ پسند ہے کہ میرے اعمال میں سب سے آگے رضا ہو اور مجھے رضا کے مقابلے میں کوئی اور بلند مرتبہ معلوم نہیں اور رضا محبت کی جڑ ہے۔

ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صبر تمام اچھے امور کی جڑ ہے اور عقل کی بنیاد اور محافظ ہے اور صبر خیر کا بیج اور اس کی تدبیر ہے جس کے پاس کوئی چارہ اور حیلہ نہ ہو۔

صبر کے درجات

صبر کا پہلا درجہ اہتمام ہے دوسرا تیقظ و بیداری تیسرا ثابت قدم رہنا، چوتھا بتکلف صبر کرنا، پانچواں صبر اور چھٹا درجہ رضا کا ہے کہ اللہ کے فیصلے پر رضا مندی ہو اور یہ صبر کا آخری درجہ ہے۔

صبر کے بعد آسانی ہے

میمون بن مہران رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر انسان نے صبر کے ذریعے ہی خیر سے حصہ پایا ہے۔ چاہے وہ نبی ہو یا کوئی اور ہو۔ ''منتصر بن بلال انصاری کے اشعار ہیں:

(ترجمہ) ''کوئی بھی سخت دن ایسا نہیں (اگرچہ اس میں آنے والی مصیبت شدید ہو) جس کے بعد آسانی نہ آجاتی ہو اگر آدمی پر کسی دن ضرورت کا پورا کرنا مشکل ہو اور ضرورت اسے جکڑ لے تو اسے صبر کی چابی سے کھولے۔''

صبر کی اقسام

ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صبر کی تین قسمیں ہیں۔ معاصی اور گناہوں سے صبر کرنا اور رکنا، طاعات پر صبر اور مصائب اور شدائد میں صبر کرنا اور برداشت کرنا۔ ان میں سب سے افضل صبر معاصی پر صبر کرنا ہے۔ چنانچہ عقل مند شخص احوال کا جائزہ لیکر صبر کرتا اور ثابت قدم رہتا ہے اور ان مراتب کا لحاظ رکھتا ہے جنہیں ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تنگی اور آسانی میں اللہ جل جلالہ کی رضا حاصل کر لیتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل و احسان سے اس درجے تک پہنچا دے۔ عبداللہ بن احوص کے اشعار ہیں:

تعز بحسن الصبر عن کل ھالک ففی الصبر سلاۃ الھموم اللوازم

(ترجمہ) ''تو ہر مصیبت میں بہترین صبر سے تسلی حاصل کر کیونکہ

صبر میں تمام دکھوں سے تسلی ہے جب تو صبر اور تقویٰ سے تسلی نہیں پاتا تو تجھے چوپایوں کی طرح تسلی ملے گی اور وہی شخص اپنے نفس سے شہوتوں کو دور کرسکتا ہے جو عزم کا پختہ ہے۔''

ثابت بنانی حضرت معاذہ زوجہ صلہ بن اُشیم سے نقل کرتے ہیں حضرت معاذہ فرماتی ہیں کہ جب عورتیں ان کے پاس ان کے شوہر اور بیٹے کی موت کی خبر پر تعزیت کے لئے آئیں تو معاذہ نے ان سے کہا اگر تم اس عزت کی مبارک دینے آئی ہو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہے تو ٹھیک ورنہ واپس چلی جاؤ''۔

خبر پہلے مل چکی ہے

حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ صلہ ایک دن کھانا کھا رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر ان سے کہا کہ آپ کے بھائی کا انتقال ہوگیا تو صلہ نے کہا کہ یہ چھوڑ مجھے موت کی خبر مل چکی ہے تو بیٹھ اور کھانا کھا۔ اس شخص نے کہا کہ مجھ سے پہلے تو آپ کو یہ خبر کسی نے نہیں پہنچائی؟ صلہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(ترجمہ) ''بلاشبہ آپ کو موت آئے گی اور ان کو بھی موت آئے گی۔'' (سورہ الزمر: ۳۰)

ایک تعزیتی خط

ابن عائشہ کہتے ہیں کہ کسی حکیم نے اپنے بھائی سے ان کے بیٹے ''محمد'' کی موت پر تعزیت میں یہ اشعار لکھ کر بھیجے:

اصبر لكل مصيبة وتجلد   واعلم بان المرء غير مخلد

واذا ذكرت محمد اومصابه   فاذكر مصابك بالنبي محمد

(ترجمہ) ''ہر مصیبت پر تم صبر اور مضبوطی سے کام لو اور جان لو کہ کوئی ہمیشہ رہنے والا نہیں اور جب تم اپنے بیٹے محمد اور اس کی مصیبت یاد کرو تو اس کے ساتھ نبی محمد ﷺ کی مصیبت کو یاد کر لینا۔''

حضرت امام احمد بن حنبل کا صبر

اسحاق بن احمد القطان کہتے ہیں کہ بغداد میں میرا ایک پڑوسی تھا جسے ہم طبیب[1] القراء کہتے تھے وہ نیک لوگوں کے پاس حاضر ہوتا اور ان کی دیکھ بھال اور علاج معالجہ کرتا تھا۔ اس نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ میں ایک دن امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے پاس گیا وہ غم زدہ اور رنجیدہ بیٹھے تھے۔ میں نے پوچھا اے ابوعبداللہ آپ کو کیا ہوا؟ انہوں نے فرمایا خیریت ہے۔ میں نے پھر پوچھا کہ بات کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے آزمائش میں ڈالا گیا حتیٰ کہ مجھے پیٹا گیا پھر لوگوں نے میرا علاج کیا جس سے میں ٹھیک ہوا لیکن میری ریڑھ کی ہڈی میں ایک جگہ شدید درد ہے، وہاں مجھے سخت مار پڑی تھی۔ طبیب القراء نے کہا مجھے وہ جگہ دکھایئے امام رحمتہ اللہ علیہ نے وہ جگہ دکھائی تو میں نے وہاں صرف مار کا اثر دیکھا۔ پھر میں نے کہا کہ میں ماہر تو نہیں لیکن اس کا میں پتہ کرونگا۔ اس کے بعد میں جیلر کے پاس آیا، میرے اور ان کے درمیان اچھی جان پہچان تھی۔ میں نے جیلر سے کہا کہ میں کسی ضرورت سے جیل میں داخل ہوسکتا ہوں۔ اس نے کہا جایئے چنانچہ میں داخل ہوا تو میرے گرد نوجوان جمع ہو گئے۔ میرے پاس چند دراہم تھے میں نے وہ ان کو تقسیم کر دیئے اور میں ان سے گفتگو کرنے لگا تا کہ وہ مجھ سے مانوس ہو جائیں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا تم میں سے اب تک زیادہ مار کس کو پڑی ہے؟ وہ اپنی اپنی پٹائی پر فخر کرنے لگے۔ پھر انہوں نے اپنے میں سے ایک پر اتفاق کیا کہ اسے زیادہ مار پڑی ہے اور یہ بہت زیادہ برداشت کرنے والا اور صابر شخص ہے۔ تو میں نے اس سے کہا کہ میں آپ سے ایک سوال کرونگا؟ اس نے کہا کیجئے؟ میں نے کہا کہ ایک بوڑھا ضعیف شخص جیل میں تھا اس کا حال تمہارے حال کی طرح نہیں تھا اسے بھوک کی حالت میں کوڑے مارے گئے تا کہ وہ مر جائے مگر وہ مرا نہیں۔ پھر ان لوگوں نے اس کا علاج کیا جس سے وہ شفاء یاب ہو گیا۔ البتہ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک جگہ درد ہے جسے وہ برداشت نہیں کرسکتا۔ اس پر وہ شخص ہنسا تو میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہنے لگا اس کا جس شخص نے علاج کیا تھا وہ جولاہا ہے

[1] عابدین وزاہدین کا معالج

۔ میں نے پوچھا اس نے علاج کس طرح کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اس نے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں مردہ گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹے بغیر چھوڑ دیا۔ میں نے پوچھا اب کیا ترکیب ہے؟ تو اس نے بتایا کہ ریڑھ کی ہڈی کے حصے کو کھول کر گوشت کے ٹکڑے کو نکال کر پھینک دیا جائے۔ ورنہ یہ ٹکڑا دل تک پہنچ کر اسے مار دے گا۔ طبیب القراء کہتے ہیں کہ میں جیل سے نکلا اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ وہ پہلی حالت پر تھے۔ میں نے ان کو جیل کا قصہ سنایا تو انہوں نے پوچھا کہ آپریشن کون کرے گا؟ میں نے کہا کہ میں "انہوں نے پھر پوچھا کیا تم کر سکتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ پھر وہ کھڑے ہو کر گھر میں داخل ہوئے پھر دوبارہ گھر سے نکلے تو ان کے ہاتھ میں دو موڑھے اور کندھے پر رومال تھا۔ انہوں نے ایک موڑھا مجھے دیا اور دوسرے پر خود بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں اللہ سے خیر طلب کرتا ہوں۔" میں نے رومال ان کی پیٹھ سے ہٹایا اور کہا کہ مجھے درد کی جگہ دکھایئے۔ انہوں نے فرمایا آپ اپنی انگلی رکھتے جایئے میں درد کی جگہ آپ کو بتا دونگا۔ میں نے انگلی رکھ کر پوچھا یہاں درد ہے۔ انہوں نے فرمایا "وہاں" میں اللہ سے عافیت مانگتا ہوں۔ اس طرح پوچھتے ہوئے میں نے درد کی جگہ جان لی۔ پھر وہاں آلہ جراحت رکھا اور جگہ چیرنے لگا۔ اس کی درد کی وجہ سے امام رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر فرمانے لگے اے اللہ معتصم کی مغفرت فرما۔" یہاں تک کہ وہ جگہ چیر کر میں نے مردہ گوشت کا ٹکڑا نکال کر پھینک دیا اور پٹی باندھ دی اور وہ یہ ہی کہتے رہے "اے اللہ معتصم کی مغفرت فرما۔" پھر جب سکون محسوس ہوا تو فرمانے لگے گویا پہلے میں معلق تھا اب نیچے اتر آیا ہوں۔

میں نے پوچھا اے ابو عبداللہ جب لوگوں پر ظلم ہوتا ہے تو وہ ظالم کے لئے بددعا کرتے ہیں اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ معتصم کے لئے دعا کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں نے تمہاری بات پر غور کیا تھا لیکن وہ رسول اللہ ﷺ کا چچا زاد (رشتہ دار) ہے اس لئے مجھے یہ بات پسند نہیں آئی کہ میں قیامت میں اس حال میں آؤں کہ میرے اور رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار میں جھگڑا ہو اس لئے میں نے اسے معاف کر دیا۔ (سبحان اللہ)

باب (۲۹)

زیادتی وظلم کرنے والے کو معاف کرنے کی ترغیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کہ میرے کچھ رشتے دار ہیں میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں وہ مجھ سے توڑتے ہیں اور میرے ساتھ برا معاملہ کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں مگر میں ان سے درگزر کرتا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر بات ایسی ہی ہے جیسی تو نے کہی تو یہ ان کے لئے جہنم کی آگ ہے اور تمہارا حسن سلوک جاری رہا تو اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہوگا۔[1]

حضرت ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاقل پر واجب ہے کہ لوگوں کو معاف کرنے اور بدلہ نہ لینے پر اپنے نفس کو مجبور کرے اس لئے کہ انتقام کی تسکین کا ذریعہ احسان کرنے سے بہتر کوئی اور نہیں اور برائی کو پالنا، اسے پروان چڑھانے سے زیادہ کوئی سبب اس جیسی برائی کرنے سے بڑا نہیں۔

منصور بن محمد کریزی کے اشعار ہیں:

سألزم نفسی الصفح عن کل مذنب وإن کثرت منه إلی الجرائم

فما الناس إلا واحد من ثلاثة شریف، و مشروف، و مثل مقادم

فأما الذی فوقی فأعرف فضله واتبع فیه الحق والحق لازم

واما الذی دونی فان قال صنت عن اجابته عرضی و ان لام لائم

واما الذی مثلی فان زل اوهفا تفضلت ان الحلم للفضل حاکم

(ترجمہ) ”میں ہر برائی کرنے والے کی معافی کو اپنے اوپر لازم کروں گا اگرچہ اس کی برائیاں میری طرف زیادہ ہو جائیں۔

[1] مسند احمد ۲/۳۰۰۔ مسلم شریف حدیث نمبر ۱۹۸۲۔ النہایۃ ابن اثیر (۲/۳۷۵)

لوگ تین قسم کے ہیں معزز اور بلند مرتبہ، یا جسے عزت والا بنایا گیا اور تیسرا جو عزت اور مرتبے میں آپ کا ہمسر ہے چنانچہ جو مجھ سے بلند ہے میں اس کے فضل کو پہچانتا ہوں اور اس میں حق کی اتباع کرتا ہوں کیونکہ حق قابل اتباع ہے اور جو لوگ فضل اور مرتبے میں مجھ سے نیچے ہیں اگر وہ کوئی بری بات کہیں تو میں ان کے جواب دینے سے اپنی عزت کی حفاظت کرتا ہوں اگرچہ ملامت کرنے والا ملامت کرتا رہے اور وہ شخص جو مرتبے میں میرے برابر ہے اگر وہ کوئی لغزش یا بکواس کرے تو درگزر کی وجہ سے میں اس سے بڑھ جاتا ہوں کیونکہ بردباری فضیلت کا فیصلہ کرنے والی ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے تین محبوب بندے

یونس بن میسرہ بن جلیس فرماتے ہیں کہ تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ بہت محبت فرماتے ہیں ایک وہ شخص جو اپنے بھائی یا دوست کو نقصان یا برائی پہنچنے کو ناپسند کرتا ہے یہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے والا شخص ہے۔ دوسرا وہ شخص جو لوگوں میں رفعت و مرتبے والا ہے پھر وہ اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے یہ اللہ کی عظمت کو جاننے والا ہے اور اس کے عذاب سے خوف کرتا ہے۔ ''تیسرا وہ شخص جو برائی کے جواب میں فوراً معاف کر دیتا ہے۔'' ان جیسے لوگوں کی ہی وجہ سے دنیا قائم ہے۔

ذکر خیر چاہتے ہو تو بردبار بنو

ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اجر عظیم کو چاہے اور خالص محبت کا طالب ہو اور اپنے ذکر خیر کی امید رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ زیادتی اور برائی کو برداشت کرے اور اپنی خواہش کے خلاف کڑوا گھونٹ پئے، اس طریقے کے مطابق جو ہم نے بیان کیا یعنی قطع رحمی کے بدلے صلہ رحمی، کسی کے نہ دینے کے باوجود اسے عطا کرنا۔ اور ظلم کے جواب میں بردباری سے کام لینا اور معاف کر دینا اس لئے کہ یہ اھل دین اور

اہل دنیا کے بہترین اخلاق میں سے ہے۔

دو اچھی عادتیں

داؤد بن زبرقان کہتے ہیں کہ ایوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص میں دو عادتیں ہوں وہ صاحب فضیلت و نجابت ہے ایک یہ کہ لوگوں کے اموال سے اپنے آپ کو پاک رکھے دوسری یہ کہ لوگوں پر ظلم و زیادتی نہ کرے۔

اللہ کی محبوب باتیں

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین چیزوں کو نہایت محبوب رکھتے ہیں۔

(۱) قدرت کے باوجود معاف کرنا۔

(۲) کوشش میں میانہ روی رکھنا۔

(۳) عبادت میں نرمی اور جو کوئی دنیا میں کسی پر نرمی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نرمی کرے گا۔

حجاج کی عبدالملک کو نصیحت

ابن عائشہ کہتے ہیں کہ حجاج نے خلیفہ عبدالملک کو خط لکھا کہ بلاشبہ آپ اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے بہت زیادہ محتاج ہیں جب آپ اللہ سے مدد اور قوت طلب کریں تو لوگوں سے درگزر کیا کیجئے اس سے آپ کو عزت و طاقت نصیب ہوگی اور اسی کی طرف آپ کو لوٹنا ہے۔

عقلمند درگزر سے کام لیتا ہے

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاقل ناگواری آنے کے وقت تمام لوگوں سے درگزر کرنے کو لازم کرے، اپنے ان گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید کرتے ہوئے، جو اس نے پہلے کئے تھے اس لئے کہ درگزر کرنے والا اجر و ثواب حاصل کرنے

کے لئے درگزر اور معاف کرتا ہے اور انتقام لینے والا انتقام کے بعد جلد نادم ہو جاتا ہے کیونکہ بسا اوقات آدمی اپنے محبوب بھائی یا دوست کی لغزشوں اور ناگواریوں کو لمبے زمانے تک برداشت کرتا رہتا ہے۔

دوست کی ستر لغزشیں معاف کرو

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم اپنے بھائی کی ستر تک لغزشیں برداشت کیا کرو۔ پوچھا گیا ''اے ابوعلی یہ کس طرح؟ فرمایا وہ شخص جسے تم نے اللہ کیلئے بھائی بنایا وہ ستر لغزشیں نہیں کریگا۔

علی بن محمد البسامی کے اشعار ہیں۔

اذا لم تجاوز عن اخ لک عثرة　　فلست غدا من عثرتی متجاوزا
وکیف یرجیک البعید لنفعه　　اذا کان عن مولاک یرک عاجزا

(ترجمہ) ''جب تو نے اپنے بھائی کی غلطی سے درگزر نہیں کیا تو کل تو میری خطا سے درگزر نہیں کرے گا تو کس طرح غیر شخص سے نفع کی امید رکھے گا جب کہ تو اپنے دوست سے بھی بھلائی نہیں کرتا۔''

امام شعبی کی برداشت

ابن أبجر کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بتایا کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن آرہے تھے کہ ان کی قوم کے دو شخص ایک چھوٹی دیوار کے پیچھے کھڑے باتیں کر رہے تھے امام شعبی سننے لگے تو وہ دونوں امام شعبی کی برائی کرنے کے ساتھ گالیاں بھی دے رہے تھے۔ جب کافی دیر ہوئی تو امام شعبی ان کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ شعر فرمایا:

هنيئا مريئا غير داء مخامر　　لعزة من اعراضنا ما استحلت

(ترجمہ) ''خوب رچتے پچتے برائی کرو بغیر کسی نشے والی بیماری کے، کیونکہ ہماری ناموس میں سے کوئی عزت تمہارے لئے حلال

نہیں ہے۔"

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو ایسا دوست چاہے کہ اس میں کوئی عیب نہ ہو تو وہ شخص بلا دوست کے رہے گا۔

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدلے میں سخاوت کرنے والا شخص کینے سے بری ہے اور لوگوں میں مرتبے کے اعتبار سے وہ بلند ہے جو ظلم کا جواب بردباری سے دیتا ہے اور برائی کرنے والے کے ساتھ احسان کرنا ہی کرم ہے اور رہا احسان کا بدلہ احسان سے دینا اخلاق میں برابری ہے اور یہ عمل تو بسا اوقات چوپائے بھی کرتے ہیں درگزر کرنا اور برائی ترک کرنا قابل تعریف عادت ہے۔ جس سے نفس کو راحت اور دل کو آرام ملتا ہے اس لئے سمجھدار شخص اپنا وقت جانوروں جیسے اخلاق میں برباد نہ کرے کہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے لگے اور جو شخص برائی کا بدلہ برائی سے دے وہ خود برا ہے اگرچہ اس نے ابتداء نہ کی ہو۔

ھلال بن علاء کا طرز

ھلال بن العلاء الباہلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بیس برس سے زیادہ عرصے سے اپنے نفس پر لازم کر رکھا ہے کہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دونگا اور یہ اشعار پڑھے:

(ترجمہ) "جب میں نے معاف کیا اور کسی سے کینہ نہ رکھا تو میں نے دشمنیوں سے اپنے دل کو راحت دی۔ میں نے اپنے دشمن کو دیکھ کر چھوڑ دیا تا کہ اس کی باتوں کے شر کو خود سے دور کروں اور دشمن کے لئے میں نے اخلاق ظاہر کئے گویا میرا دل محبتوں سے بھر گیا۔"

حضرت لقمان کی نصیحت

زید بن اسلم کہتے ہیں کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ وہ شخص جھوٹا ہے

جس نے یہ کہا ہے کہ شر کو شر دور کرتا ہے اگر یہ سچا ہے تو آگ کے ساتھ آگ جلائے اور دیکھے کہ ایک آگ دوسری کو بجھاتی ہے؟ بلکہ خیر شر کو دور کرتی ہے جیسا کہ پانی آگ کو بجھاتا ہے۔

حضرت لقمان کا حکمت بھرا کلام

حضرت لقمان رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے سے پوچھا اے بیٹے کون سی چیز کم ہے؟ کون سی چیز زیادہ ہے؟ کونسی چیز سب سے میٹھی ہے؟ اور کون سی چیز ٹھنڈی ہے؟ مانوس کون سی شے ہے؟ اور کیا چیز قابل نفرت ہے؟ کون سی شے انتہائی قریب ہے؟ اور کون سی چیز نہایت دور ہے؟ پھر حضرت لقمان رحمتہ اللہ علیہ نے خود ہی بتایا کہ سب سے کم یقین ہے اور سب سے زیادہ شک ہے اور میٹھی چیز ''اللہ تعالیٰ'' کی رحمت ہے جس کی وجہ سے بندے آپس میں محبت کرتے ہیں اور ٹھنڈی شے اللہ کا اپنے بندوں کو معاف کرنا ہے اور بندوں کا آپس میں ایک دوسرے کو معاف کرنا ہے اور مانوس شے تیرا محبوب ہے جب اس کے پاس جانے کا ایک ہی دروازہ ہو اور وہ بند ہو جائے اور قابل وحشت ونفرت شے وہ جسم ہے جو مر جائے اور یہ سب سے زیادہ قابل وحشت ہے، سب سے قریب آخرت ہے جو دنیا سے قریب ہے اور بعید شے ''دنیا'' ہے جو آخرت سے دور ہے۔''

عقلمند برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا

ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاقل شخص برائی کے وقت احسان کرتا ہے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا۔

کہاوت ہے کہ جسے برائی کے وقت غصہ نہ آئے اس نے نعمت کا شکر ادا نہیں کیا، اس کا مطلب (واللہ اعلم) میرے نزدیک یہ ہے کہ غصہ ایسا ہو جس کی وجہ سے گناہ اور انتقام سرزد نہ ہو، گویا اسے برائی کا محل معلوم ہے جس طرح کہ وہ نعمت کی جگہ جانتا ہے اور کمینے کی طاقت بہت بری ہے جب وہ قوت پکڑ لے اور جس نے سماعت سننے سے برائی کی وہ جواب

دینے سے بھی برائی کرتا ہے اور جس نے کسی سے برائی کا کام کیا اس نے برائی کی خود اپنے نفس کے ساتھ ابتدا کی اس لئے کہ شر ابتدا میں تھوڑا ہوتا ہے پھر وہ بڑھ جاتا ہے۔

اکرام کرنے والوں کا اکرام اور توہین کرنے والے کی توہین

سعید بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ میں نے اسماعیل بن عبید اللہ سے سنا وہ اپنے بیٹے کو فرما رہے تھے ''اے بیٹے اکرام کرنے والوں کی عزت کرا گرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اور ذلیل کرنے والوں کو ذلیل کرا گرچہ وہ قریشی ہی کیوں نہ ہو۔

ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو اسماعیل بن عبید اللہ نے بات بیان کی ہے اگر عقلمند آدمی اس کو جہل کے ساتھ تمام احوال میں عمل میں لائے تو کوئی حرج نہیں لیکن وہ شخص جو جہالت کی حد سے اوپر اور عقل کی حد سے نیچے ہو اس کی شرارتوں پر بعض اوقات چشم پوشی کرنا قابل تعریف ہے تا کہ اس میں زیادتی نہ ہو اور آدمی کا تلخی اور سختی پر صبر کرنا غصے کی وجہ سے انتقام لینے سے بہتر ہے اس لئے کہ کڑوی بات پتھر سے زیادہ سخت اور سوئی چبھونے اور ایلوے سے زیادہ کڑوی اور بری ہے۔ کسی کے اشعار ہیں۔

لقد أسمع القول الذی کاد کلما تذکرنیہ النفس قلبی تصدع

(ترجمہ) ''بلاشبہ میں نے وہ بات سنی جو نفس نے مجھے یاد دلائی
تو میرا دل ٹکڑے ہوگیا۔ جو مجھ سے بشاشت سے ملا میں نے بھی
اس کے لئے خوشی ظاہر کی گویا میں اس کی بات سن کر خوش ہوں
اور یہ کسی کمزوری کی وجہ سے نہیں بلکہ میں نے دیکھا کہ برائی
چھوڑنا برائی کو ختم کر دیتا ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت ایزدی

ابو عمرو اس آیت ''خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ'' (ترجمہ) ''درگزر کر اور نیکی کا حکم دے۔'' سورہ اعراف (۱۹۹) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کے برے اخلاق سے درگزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

باب (۳۰)

شریف اور رذیل کی صفت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ کہ لوگوں میں سب زیادہ کون معزز ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ مکرم و معزز وہ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں لوگوں نے عرض کیا ہم اس کے بارے میں سوال نہیں کر رہے آپ ﷺ نے فرمایا۔ پھر تم عرب قبائل کے بارے میں مجھ سے پوچھ رہے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو اسلام سے پہلے اچھے لوگ تھے وہ اسلام میں بھی اچھے لوگ ہوں گے جب کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔[1]

سب سے معزز شخص متقی ہے

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے معزز شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا شخص ہے اور وہ شریف اور متقی ہوتا ہے۔ تقویٰ کہتے ہیں احکام کو ماننے اور اس پر چلنے کا پختہ ارادہ کرنا اور حرام اور ممنوعات سے بچنے کا عزم کرنا چنانچہ جس نے یہ عزم کیا وہ متقی ہے اور اس کا مستحق ہے کہ اسے معزز اور کریم کہا جائے اور جو ان چیزوں پر پورا نہیں اترتا اور ان میں کمی کرتا ہے اس کی عزت و اکرام میں اتنا ہی نقصان ہوگا۔

کریم شخص کی تین عادتیں

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین عادتیں کریم شخص میں ہی جمع ہو سکتی ہیں۔ غائب شخص کو اچھے الفاظ سے یاد کرنا، غلطی کا احتمال رہنا اور غم اور ملال کا کم ہونا۔

---

[1] بخاری

کریم و معزز شخص کی صفات

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کریم و معزز شخص نہ تو کینہ ور ہوتا ہے اور نہ حاسد۔ نہ کسی کی مصیبت پر خوش ہونے والا نہ ظالم، نہ غافل، نہ کھیل میں لگنے والا اور نہ کھلے عام گناہ کرنے والا۔ اسی طرح وہ فخر کرنے والا نہیں ہوتا نہ جھوٹا، نہ رنجیدہ، نہ تعلق توڑنے والا اور نہ دوستوں کو ایذا دینے والا۔ نہ امانت ضائع کرنے والا اور نہ محبت میں اعراض کرنے والا، کریم شخص ناامید شخص کو عطا کرتا ہے اور ہوشیار رہتا ہے اور قدرت کے باوجود درگزر کرتا ہے اور قطع رحمی کے بدلے رشتہ جوڑتا ہے۔

کریم شخص سے ملنے سے کرم زندہ ہوتا ہے

ابراہیم بن شکلہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کے لئے موت وحیات ہے کریم اشخاص کے تعلق سے کرم زندہ ہوتا ہے اور رذیلوں کی معاشرت سے کمینگی زندہ ہوتی ہے۔

مجھے کریزی نے اشعار سنائے۔

وما بال قوم لئام ليس عندهم عهد، وليس لهم دين اذا أئتمنوا

ان يسمعوا ريبة طاروا بها فرحاً منا، وما سمعوا من صالح دفنوا

صم اذا سمعوا خيرا ذكرت به وان ذكرت بسوء عندهم اذنوا

(ترجمہ) ''رذیل لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ عہد کی پاسداری نہیں کرتے

اور اگر انہیں امین بنایا جائے تو دین کا لحاظ نہیں کرتے۔ اگر

ہمارے بارے میں کوئی شک وعیب کی بات سنتے ہیں تو اس کی

طرف دوڑ پڑتے ہیں اور اگر اچھی بات سنتے ہیں تو دبا دیتے ہیں،

جب میرا ذکر خیر ہوتا ہے تو بہرے بن جاتے ہیں اور ان کے

پاس میرا برائی سے ذکر ہو تو کان لگا کر سنتے ہیں۔''

کریم اور کمینے میں فرق

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معزز و کریم سے جب رحم طلب کیا جائے

تو وہ نرم پڑ جاتا ہے اور کمینے سے نرمی برتی جائے تو سخت ہو جاتا ہے کریم و شریف شخص شرفاء کو عزت دیتا ہے اور رذیلوں کی اہانت نہیں کرتا۔ نہ عاقل شخص کو ایذاء دیتا ہے اور نہ بے وقوف سے مزاح کرتا ہے نہ برے اور فاجر شخص سے تعلق رکھتا ہے اور اپنے مال پر اپنے بھائیوں کو ترجیح دیتا ہے اور جب اپنے بھائی کی کسی خواہش سے واقف ہوتا ہے تو اس خواہش کو پورا کرتا ہے اور جب اس کی محبت پہچانتا ہے تو دشمنی کی پریشانی کو نظر انداز کر دیتا ہے اور جب کسی سے بھائی چارہ اختیار کرتا ہے تو اس سے کسی بھی وجہ سے بھائی چارہ توڑتا نہیں ہے۔

معزز اور کمینے کی مثال

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکرم و معزز لوگ محبت میں تیزی دکھاتے ہیں اور دشمنی میں سست ہوتے ہیں بالکل چاندی کے کٹورے کی طرح کہ وہ ٹوٹنے میں دیر کرتا ہے اور جڑنے میں جلد جڑ جاتا ہے اور رذیل شخص محبت میں سست اور دشمنی میں جلدی کرتے ہیں بالکل مٹی کے کٹورے کی طرح کہ وہ جلد ٹوٹ جاتا ہے اور مشکل سے جڑتا ہے۔

کریم شخص کی عادات

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کریم شخص وہ ہے کہ جو شخص اسے عطا کرے ان کا شکر گزار ہو اور جو منع کرے اسے معذور سمجھے جو تعلق توڑے اس سے تعلق بنائے اور جو اس سے تعلق جوڑے اس کا اکرام کرے اور فضیلت دے اور جو سوال کرے اسے عطا کرے اور جو سوال نہ کرے اسے بھی دے اور کریم شخص جب کسی کو کمزور خیال کرتا ہے تو اس پر رحم کرتا ہے اور جب اسے کوئی کمزور سمجھتا ہے تو اس کے نزدیک موت کمزوری سے زیادہ پسندیدہ ہوتی ہے اور رذیل شخص کی عادات ان کے برخلاف ہوتی ہیں جو ہم نے بیان کیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ

ابو عیسیٰ کہتے ہیں کہ ابراہیم بن ادھم کریم اور شریف النفس انسان تھے لوگوں

سے ان کے اخلاق کے ساتھ ملتے اور ان کے ساتھ کھانا کھاتے اور بسا اوقات وہ اپنے ساتھیوں کے لئے بھنا ہوا گوشت اور حلوہ بناتے اور بسا اوقات تنہائی اختیار کرتے تو ان کے ساتھی ان کو ڈھونڈتے رہتے۔ ابوعیسیٰ کہتے ہیں کہ وہ دو قسم کا رویہ اختیار کرتے اور جب اکیلے ہوتے تو کھانے میں صرف آٹا استعمال کرتے۔

کرم و شرافت سب سے بہترین ذخیرہ ہے

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل تجارب (تجربہ کار) اور دین میں فضیلت رکھنے والوں اور خوبصورتی میں رغبت رکھنے والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ بہترین چیز جس کے ذریعے آدمی دنیا میں بے نیاز ہو اور آخرت کے لئے اس کا ذخیرہ کرے ''کرم اور شرافت'' ہے۔ اور شرفاء سے تعلق ہے اس لئے کہ کریم کا ذکر اچھا کیا جاتا ہے اور اس کا مرتبہ بلند رہتا ہے اور یہ طبیعت اللہ نے تمام انسانوں میں رکھی ہے چنانچہ لوگوں میں بعض ایسے ہیں جن میں اپنے باپ سے زیادہ شرافت ہوتی ہے کبھی مالک اپنے غلام سے زیادہ مکرم اور کبھی غلام اپنے مالک سے زیادہ شرافت والا ہوتا ہے۔

بد اخلاق شخص توبہ نہیں کرتا

احمد بن ابی العواری بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ ہر ایک شخص کے لئے توبہ ہے مگر بد اخلاق توبہ نہیں کرتا حتیٰ کہ اپنے شر کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے۔

ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کریم شخص دنیا میں قابل تعریف ہوتا ہے اور آخرت میں اس کا عمل مقبول ہوتا ہے اس سے قریب اور دور والے سب محبت کرتے ہیں اور اس سے ناراض اور راضی انسان سب الفت رکھتے ہیں۔ دشمن اور رذیل اس سے دور رہتے ہیں اور عقلمند اور شریف کی مصاحبت اختیار کرتے ہیں اور میں نے سوائے فقر کے کوئی چیز نہیں دیکھی جو شریف کی شرافت میں عیب لگائے چاہے یہ فقر دل میں ہو یا اشیا اور مال میں ہو۔

حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بڑوں کی مجلس اختیار کرو اور دانشوروں سے تعلق رکھو اور سوال علماء سے کرو۔

باب (۳۱)

چغل خوروں کی بات قبول کرنے پر تنبیہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ ایک شخص چغلی کھاتا ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔[1]

ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام لوگوں پر لازم ہے کہ ایسے اسباب سے بچیں جن سے آپس میں دشمنی اور بغض پیدا ہو اور ایسی کوشش نہ کریں جو اختلاف اور افتراق کا ذریعہ بن جائے عقلمند ان سے دور رہتا ہے اور چغل خور کی کسی بات کو قبول نہ کیا جائے یہ جاننے کی وجہ سے کہ وہ انجام کے اعتبار سے گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی نصیحت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا۔ "بیٹا چغل خوری سے بچو کیونکہ یہ تلوار سے زیادہ تیز ہے۔"

مجھے کریزی نے اشعار سنائے۔

من نمّ في الناس لم تؤمن عقاربه ... على الصديق، ولم تؤمن أفاعيه

كالسيل بالليل، لايدري به أحد ... من أين جاء ولا من أين يأتيه

فالويل للعهد منه كيف ينقضه ... والويل للود منه كيف يفنيه

(ترجمہ) "جو لوگوں میں چغل خوری کرتا ہے تو اس شخص کے بچھوؤں اور سانپوں جیسے ڈنگ سے دوست بھی محفوظ نہیں رہتا وہ رات کے سیلاب کی طرح ہے کہ کوئی بھی نہیں جانتا کہ سیلاب کہاں سے آیا اور کس طرف سے آئے گا۔ اس کے عہد و وعدے

[1] مسلم (۱/۱۰۱)، مسند احمد (۵/۳۹۶) ابن خزیمہ فی التوحید (۳۵۸)

کے لئے ہلاکت ہے وہ اسے کیسے توڑتا ہے اور اس کی محبت کا ستیاناس ہو کہ وہ کیسے اسے ختم کرتا ہے۔"

بعض صفات پر آخرت میں اکرام

عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے پاس تیزی سے پہنچے تو انہوں نے ایک شخص کو عرش کے نیچے دیکھا تو ان کو اس شخص کے مرنے پر رشک آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کا نام پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں اس کے تین عمل بتا دیتا ہوں۔ (۱) یہ لوگوں کے اموال کی وجہ سے ان سے حسد نہیں کرتا تھا۔ (۲) والدین کی نافرمانی نہیں کرتا تھا۔ (۳) نہ ہی چغلخوری کرتا تھا۔

ایک دیہاتی عورت کی نصیحت

عتبی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دیہاتی عورت کو کہتے سنا جو اپنے بیٹے کو وصیت کر رہی تھی اس نے کہا بیٹے تم راز کی حفاظت کرنا اور چغلخوری سے بچنا کیونکہ یہ محبت ختم کر کے دشمنی ابھارتی ہے۔

چغل خور پر اعتماد نہ کریں

پھر کسی شخص کے متعلق اگر چغل خوری کا علم ہو تو اس کی مجلس سے بچا جائے اور اس کی محبت پر اعتماد نہ کیا جائے بلکہ اس سے تعلق منقطع کر دیا جائے۔

ابن ھمام اور ایک چغل خور

علی بن محمد مدائنی فرماتے ہیں کہ کسی چغل خور نے عبداللہ بن ھمام سلولی کی چغلی زیاد کو لگائی۔ زیاد نے ان کو بلایا اور ان سے کہا کہ اے ابن ھمام تم میری مذمت اور برائی کرتے ہو؟ عبداللہ بن ہمام نے کہا کہ اللہ آپ کو خیر و بھلائی دے میں نے ایسا بالکل نہیں کیا اور نہ ہی آپ مذمت کے لائق ہیں۔ زیاد نے کہا کہ مجھے اس شخص نے بتایا

ہے یہ کہہ کر اس نے اس شخص کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ ابن ھمام نے تھوڑی دیر گردن جھکائی پھر اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر اشعار پڑھے۔

وأنت امرؤ: إما ائتمنتک خالیا فخنت، وإما قلت قولاً بلاعلم

فأنت من الأمر الذی کان بیننا بمنزلةٍ بین الخیانة والاثم

(ترجمہ) ''تم ایسے شخص ہو کہ اگر تمہیں امین بنایا جائے تو تم خیانت کرو گے یا بے بنیاد اور جھوٹی بات کرو گے۔ چنانچہ تمہارا مقام اس معاملے میں جو ہمارے درمیان ہے خیانت اور گناہ کا مقام ہے۔''

زیاد کو عبداللہ بن ھمام کا جواب پسند آیا چنانچہ اس نے ان کا اکرام کیا اور چغلی کھانے والے کی بات قبول نہیں کی اور اسے دور کر دیا۔

چغل خور کسی طرح قابل اعتماد نہیں

یحییٰ بن مثنی کہتے ہیں کہ کسی نے لیث بن سعد کی شکایت مصر کے حاکم سے کر دی چنانچہ حاکم نے ان کو بلا کر کہا اے ابو حارث (لیث کی کنیت ہے) اس شخص نے آپ کی طرف سے یہ باتیں پہنچائی ہیں لیث نے جواب دیا اے امیر اس سے پوچھیے کیا وہ باتیں جو آپ کو اس نے پہنچائیں ہیں اس پر ہم نے اس کو امین بنایا تھا کہ اس میں اس نے ہمارے ساتھ خیانت کی تو خائن کی بات قبول کرنا آپ کے مناسب نہیں یا اس نے جھوٹ بولا تو جھوٹے کی بات آپ قبول نہ کریں امیر نے کہا اے ابو حارث آپ نے سچ کہا۔

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کا ارشاد

ابراہیم بن ابوعبلہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آ کر کہا ''اے ام درداء ایک شخص نے عبدالملک بن مروان کے سامنے آپ کی شکایت اور برائی کی ہے ام درداء رضی اللہ عنہا نے فرمایا

اگر ہم پر ایسا عیب لگایا گیا ہے جو ہمارے اندر نہیں تو کسی ایسی بات سے جو ہمارے اندر نہیں ہماری صفائی بھی ہو جائے گی۔

چغل خور زیادہ بات بیان کرتا ہے

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاقل پر لازم ہے کہ وہ چغل خور کی باتوں سے چشم پوشی کرے اور ان باتوں کو بھلائی کی طرف پھیر دے اور ایسا رویہ اختیار نہ کرے جو عاقل کے لئے مناسب نہیں اور ایسے غور و فکر سے بچے جو عقل پر عیب لگائے۔ اس لئے کہ چغل خور جسے بات پہنچاتا ہے اسے کہنے والے سے زیادہ بات پہنچانا مقصود ہوتا ہے کیونکہ جسے چغلی پہنچائی گئی اس کے لئے براہ راست اس بات کو سننا مشکل ہے۔ اور چغلخور اس بات کو اپنے سامنے سن چکا ہوتا ہے۔

حسن بن سہل کی مامون سے درخواست

عباس بن میمون کہتے ہیں کہ مامون نے حسن بن سہل جو اس کے وزیر تھے ان کو جب وزارت سے رخصت کیا جب وہ رخصت ہونے لگے تو مامون نے حسن سے پوچھا کیا تمہاری کوئی ضرورت ہے انہوں نے کہا جی ہاں امیر المومنین ۔ آپ میری حفاظت اپنے دل کی ان باتوں سے کریں جن کا ادراک آپ ہی کر سکتے ہیں اور ہمارا معاملہ کثیر عزہ کے اس شعر کی طرح ہے۔ شعر

وکونی علی الواشین لداء شغبة　　　کما أن للواشی ألد مغوب

(ترجمہ) ''تم چغل خوروں پر سخت فتنہ بن جاؤ جس طرح چغلی کھانے والا سخت فتنہ پرور ہوتا ہے۔''

چغلخور سب سے بڑا جادوگر

یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں کہ چغلی کھانے والا شخص ایک گھڑی میں وہ کام کر جاتا ہے جو کام جادوگر ایک ماہ میں نہیں کر سکتا۔

ایک چغل خور غلام کا قصہ

حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو غلام بیچا اور یہ کہا کہ میں اس کی چغل خوری سے بری ہوں اس نے اس شرط پر خرید لیا پھر وہ غلام اپنی مالکن کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کا شوہر آپ سے محبت نہیں کرتا وہ دوسرا نکاح کرنیوالا ہے کیا آپ چاہتی ہیں کہ وہ آپ پر مہربان ہو جائے؟ مالکن نے کہا ہاں۔ چنانچہ غلام نے عورت سے کہا کہ تم استرا لو اور اپنے شوہر کی داڑھی کے گلے کی طرف بال اور بغل کے کچھ بال کاٹ لو۔ پھر غلام اپنے مالک کے پاس آیا اور کہا کہ تمہاری بیوی باغی ہو کر دوسرے سے مل گئی ہے اور وہ تمہیں قتل کر دے گی کیا آپ چاہتے ہیں کہ یہ بات ظاہر ہو جائے؟ تو مالک نے کہا کہ ہاں تو غلام نے اسے کہا کہ آپ رات کو نیند کا بہانہ کر کے لیٹ جائیں چنانچہ مالک ویسے ہی لیٹ گیا اتنے میں عورت استرا لے کر آئی تو مالک نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا اور عورت کے اولیاء نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا۔

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ اور اس جیسی مثالیں چغلی کا نتیجہ ہیں اس لئے کہ

(۱) چغلی پردہ دری کرتی ہے۔
(۲) رازوں کو ظاہر کر دیتی ہے۔
(۳) دشمنی پیدا کرتی ہے۔
(۴) محبت دور کر کے عداوت کو جگاتی ہے۔
(۵) لوگوں کو ٹکڑے کر کے کینے کو ابھارتی ہے۔
(۶) آپس میں کنارہ کشی کو بڑھاتی ہے۔

چنانچہ جس شخص تک کسی نے کوئی چغلی پہنچائی ہو تو اس پر لازم ہے کہ چغل خور پر ناراضگی کا اظہار کرے اور وہ معذرت کر لے تو اس کا عذر قبول کرے اور زیادہ ناراضگی سے احتراز کرے اور اس سے بچنے کی وجہ سے نفس کو شکر پر آمادہ کرے اور نقصان پر صبر کرے اور برائی اور گناہ پر ندامت ہو۔

حضرت معاویہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کسی بات پر ناراض ہو گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا کہ آپ چند اشعار سنیے۔ جن میں میں نے آپ پر ناراضگی کا اظہار کیا ہے انہوں نے فرمایا سنایئے۔

لعمرک ما أدري، و اني لأوجل على أينا تعدوا لمنية أول

و اني على أشياء منک تريبني كثيراً لذو صفح على ذاک مجمل

اذا انت لم تنصف اخاک وجدته على طرف الهجران لو كان يعقل

(ترجمہ) ''آپ کی قسم مجھے معلوم نہیں اور میں اس پر غم زدہ ہوں
کہ ہم میں سے کس کو موت پہلے آئے گی اور آپ کی جانب سے
چند چیزوں نے مجھے شک میں مبتلا کر دیا ہے اور میں اس کی وجہ
سے اعراض کرتا ہوں۔ جب تو نے اپنے بھائی سے انصاف نہ کیا
اگر وہ عقل رکھتا تو اسے آپ کنارہ کش پاتے۔''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوبکر آپ میرے بعد شاعر بن گئے اس کے بعد حضرت معن بن اوس رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کیا آپ نے ہمارے بعد کوئی چیز بنائی انہوں نے فرمایا جی ہاں پھر وہی اوپر کے اشعار پڑھنے لگے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے یہ اشعار عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی سنائے ہیں کیا آپ کا مقصد بھی یہی ہے۔ حضرت معن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں معانی مرتب کرتا ہوں اور وہ اسے اشعار میں ڈھالتے ہیں اور اس کی اور میری مرضعہ (دودھ پلانے والی) ایک ہے اس لئے بسا اوقات ایک بات وہ کہتے ہیں پھر میں اسے کہتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسکرا دیے۔

حسین بن اسحاق الاصفہانی فرماتے ہیں کہ علی بن حجر السدی نے اپنے کسی دوست کو یہ اشعار لکھے۔

أحنّ الى عتابک غير أني أجلک عن عتاب في كتاب

و نحن اذا التقينا قبل موت　　شفيت غليل صدري من عتابي
وان سبقت بنا ايدي المنايا　　فكم من عاقب تحت التراب

(ترجمہ) ''میں آپ کے عتاب کا مشتاق ہوں مگر آپ کے عتاب میں تاخیر کی وجہ سے میں نے خط لکھا اور ہم جب موت سے پہلے ملیں گے تو میں اپنے غصے کو اپنی ناراضگی اور عتاب سے صاف کر دوں گا اور اگر موت کے ہاتھوں نے ہماری جانب سبقت کی تو کتنے ہی عتاب کرنے والے مٹی کے نیچے ہیں۔''

دوستوں کی لغزش اور کوتاہی کو معاف کیجئے

ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقلمند پر لازم ہے کہ اپنے ساتھی کی لغزش پر سرزنش اور خفگی سے کوتاہی نہ کرے اس لئے کہ جس پر خفگی نہ کی جائے وہ غلطی نہیں چھوڑتا اور خفگی کے سبب کو دور کرنے والا غلطی نہیں کرتا وہ ایسا ہی ہے کہ جس کی مغفرت ہوئی تو اسے عذاب نہیں دیا جائے گا اور خفگی کا اظہار دل میں کینہ چھپانے سے بہتر ہے اور بعض عتاب درگزر کرنے سے زیادہ نافع ہوتے ہیں۔ محمد بن اسحاق واسطی نے مجھے اشعار سنائے۔

إذا ما امرؤساء تک منه خليقة　　فكاتمته، فالو هن في ذاک ترکب
لعلک لو عاتبته، ثم لمته　　لسرّک، حتى لم تكن تتعتب

(ترجمہ) ''جب تجھے کسی کی عادت بری لگی اور تو نے اسے چھپایا تو کمزوری اس شخص پر سوار رہے گی اگر تو نے ناراضگی کا اظہار کر کے اسے ملامت کی تو وہ درست ہو کر تجھے خوش کر دے گا پھر خفگی اور ناراضگی کی تجھے ضرورت نہ رہے گی۔''

ڈانٹ ڈپٹ زیادہ مت کیجئے

ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقلمند شخص عتاب و خفگی میں زیادتی نہ کرے

کیونکہ اس سے یہ خوف ہے کہ اس نے جس کام پر ناراضگی یا خفگی کا اظہار کیا ہے وہ شخص اسے دوبارہ کرے گا اس لئے کہ جس کی ہر غلطی پر سرزنش کی جائے وہ زچ ہو کر بغض رکھنے لگتا ہے اور کثرت سے سرزنش کرنا سوءادب ہے جس طرح سرزنش کو بالکل ترک کرنا بے ادبی ہے اور سرزنش کی زیادتی محبت کو ختم اور دشمنی پیدا کرتی ہے۔

مجھے محمد بن ابوعلی الصیداوی نے اشعار سنائے۔

اذا كنت في كل الأمور معاتبا خليلك لم تلق الذی لاتعاتبه

فعش واحدًا، أوصل أخاك فانه مقارف ذنب مرةً ومجانبه

(ترجمہ) ''جب تم ہر معاملے پر خفگی اختیار کرو گے تو تمہیں ایسا دوست نہیں ملے گا جس میں خفگی کی کوئی بات نہ ہو اب یا تنہا رہو یا ایسا دوست بناؤ جو کبھی غلطی کرے گا اور کبھی نہیں کرے گا جب تو نے تنکے والا پانی نہیں پیا تو تُو پیاسا رہے گا اور کون سے لوگ ہیں جو بالکل صاف ہوں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نصیحت

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا سرزنش عتاب میں کثرت مت کرو کیونکہ یہ دشمنی اور بغض پیدا کرتا ہے اور اس کی کثرت سوءادب ہے۔

باب (۳۲)

معذرت کرنیوالے کا عذر قبول کرنے کی فضیلت

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی سے معذرت کی اور اس نے قبول نہ کی تو اس پر گناہ ٹیکس لینے والے کے گناہ کی طرح ہے۔[1]

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقلمند شخص پر واجب ہے کہ جب اس کا بھائی کسی کوتاہی کا عذر پیش کرے تو وہ عذر قبول کرلے اور ایسا خیال کرے کہ اس نے کچھ نہیں کیا کیونکہ جس نے کسی کا عذر قبول نہ کیا تو مجھے خوف ہے کہ وہ حوض کوثر پر رسول اللہ ﷺ سے نہ مل سکے گا اور جس شخص سے کوئی زیادتی ہو جائے تو اپنے اس بھائی سے اس کو معذرت کرنا واجب ہے۔ مجھے محمد بن عبداللہ بن زنجی بغدادی نے اشعار سنائے۔

اذا اعتذر الصديق إليک يوماً من التقصير عذر أخ مقر
فصنه عن جفائک، واعف عنه فان الصفح شيمة كل حر

(ترجمہ) ''جب آپ کا دوست کسی دن عذر پیش کرے اور اپنی کوتاہی کا اقرار کرے تو اس کی کوتاہی نظر انداز کر کے اسے معاف کردو اس لئے کہ درگزر کرنا ہر آزاد مرد کی عادت ہے۔''

خلیفہ سلیمان اور خالد بن عبداللہ

ابن عائشہ فرماتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک خالد بن عبداللہ پر غصہ ہوئے تو خالد بن عبداللہ نے آکر کہا اے امیر المومنین قدرت حفاظت کو ختم کر دیتی ہے اور آپ کا مرتبہ سزا دینے سے بلند ہے اگر آپ معاف کریں تو آپ اس کے لائق ہیں اور

---

[1] ابن ماجہ (۲/ ۳۱۸) منذری (۳/۲۹۳) الاصابہ (۱/۲۵۶)

اگر آپ سزا دیں تو میں اسی قابل ہوں چنانچہ سلیمان بن عبدالملک نے اس کو معاف کر دیا۔

عذر پیش کرنے کا ایک طریقہ

ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص معذرت کو پسند نہیں کرتا تو آدمی پر لازم ہے کہ اس کے سامنے کسی حیلے سے عذر پیش نہ کرے بلکہ صاف صاف بات کرے اور بار بار عذر پیش نہ کرے کیونکہ یہ تہمت کا سبب ہے اور تمام احوال میں تقلیل عذر بہتر ہے اس لئے کہ اعذار عام طور پر جھوٹے ہوتے ہیں اور جو شخص اپنی غلطی کا اعتراف کرے وہ معافی کا مستحق ہے اس لئے کہ عذر نرمی سے پیش کرنا غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے اور صاحب عذر جب حق پر ہو تو وہ اپنے قول و فعل میں تواضع و نرمی اختیار کرتا ہے۔ مجھے کریزی نے اشعار سنائے۔

وإني وان أظهرت لي منك جفوةً — وألزمتني ذنبا وان كنت مجرما

لراضى لنفسي مارضيت لهابه — أراك بها مني ابر وارحما

(ترجمہ) ''اگر میں نے جرم کیا اور آپ سے اپنی بداخلاقی کو ظاہر کیا اور آپ نے مجھ پر گناہ لازم کر دیا تو میرا نفس اس سے راضی ہے جس سے آپ خوش ہیں اور اظہار کرنے کی وجہ سے میں نے آپ کو معاف کرنے اور رحم کرنے والا دیکھا ہے۔''

جو عذر پیش کرے اسے قبول کرلو

عبداللہ بن خبیق فرماتے ہیں کہ کہاوت ہے کہ جو کسی کو آپ کے خلاف اکسائے اس سے درگزر کرو اور جو عذر پیش کرے اس کا عذر قبول کرلو۔

غلط بات دیکھ کر عذر سمجھو

ابوقلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تجھے اپنے بھائی کی ناپسندیدہ عادت کا علم ہو جائے تو اس کے لئے عذر تلاش کر، اگر تجھے عذر نہ ملے تو یہ خیال کر کہ ہوسکتا ہے

کہ اس کے پاس عذر ہو جس کا مجھے علم نہیں ہے۔

چھپ کر گناہ کرنے والے کا گناہ علی الاعلان نہ بتائیں

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقلمند شخص کے لئے واجب ہے کہ جس شخص نے علانیہ گناہ نہیں کیا ہو کسی کے سامنے اس کا اعلان نہ کرے کیونکہ صاحب عذر دو حال سے خالی نہیں وہ اپنے عذر میں سچا ہوگا یا جھوٹا ہوگا اگر سچا ہے تو معافی کا حقدار ہے اس لئے کہ لوگوں میں سب سے براوہ ہے جو غلطی نہ بتائے اور لغزشوں کو نہ چھپائے اور اگر صاحب عذر جھوٹا ہے تو آدمی پر لازم ہے جب اس کا جھوٹ اور عذر میں تواضع معلوم ہو تو پچھلی برائی پر اسے سزا نہ دے بلکہ اس کے تواضع کا شکر گزار ہو جس کے ساتھ اس نے عذر بیان کیا ہے۔ اور صاحب عذر کا تواضع اختیار کرنا عیب نہیں ہے۔

اَبرش کا شعر ہے۔

هبني أسأت، كما زعمت فأين عاطفة الاخوة؟

أو ان أسات، كما أسات فأين فضلك والمروة؟

(ترجمہ) ”جیسا کہ تیرا گمان ہے کہ میں نے برائی کی ہے تو تو مجھے بخش دے پس کہاں گئی بھائیوں کی مہربانی؟ یا اگر میں نے حقیقۃً برائی کی تو تو نے بھی کی ہے تو تمہارا فضل اور مروت کیا ہوئی؟“

ابودلف کو عبداللہ بن طاہر کا خط

حمید بن سنان خالدی کہتے ہیں کہ ابودلف کے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ میں ایک دن ابودلف کے پاس گیا اس کے سامنے خط رکھا تھا اور وہ ہنس رہے تھے ابو دلف نے کہا کہ یہ عبداللہ بن طاہر کا خط ہے اس میں اشعار ہیں میں چاہتا ہوں کہ تمہیں سناؤں اور یہ اشعار اس وجہ سے ہیں کہ میں نے اسے مشورہ دینے میں تاخیر کی اور اس کی جانب یہ اشعار لکھے۔

أرى ودكم كالورد ليس بدائم ولا خير فيمن لا يدوم له عهد
وودي بكم كالآس حسناً وبهجة له نضرة تبقى اذا فني الورد

(ترجمہ)''میں نے آپ کی محبت کو دیکھا کہ وہ گلاب کی طرح ہمیشہ رہنے والی نہیں اور اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے جس کا عہد پکا نہ ہو اور میری محبت آپ کے ساتھ آس درخت کی طرح حسن اور رونق میں ہے اس کی تازگی باقی رہے گی جب کہ گلاب فنا ہو جائے گا۔''

پھر عبداللہ بن طاہر نے مجھے یہ اشعار لکھ بھیجے ہیں۔

شبهت ودی الورد، فهو مشا كلي وهل زهرة الاوسيدها الورد
وشبهت منک الود بالآس في البقا ولم تخلف التشبيه فيک ولم تعد
فودک كالآس المريز مذاقه وليس له في الريح قبل ولا بعد

(ترجمہ)''تو نے میری محبت کو گلاب سے تشبیہ دی تو وہ میرے مناسب ہے اس لئے کہ ہر پھول کا سردار گلاب ہے اور تو نے اپنی محبت اس درخت سے باقی رہنے میں تشبیہ دی اور تشبیہ نہ تیرے خلاف ہے اور نہ تشبیہ نے تجھ سے تجاوز کیا چنانچہ تمہاری محبت کا ذائقہ اس درخت کی طرح پختہ ہے لیکن اس کے لئے کوئی خوشبو نہیں نہ پہلے اور نہ ہی بعد میں ہے۔''

ابوالاسود دئلی اور ان کا دوست

عیسیٰ بن عمر کہتے ہیں کہ ابوالاسود الدولی کا ایک دوست تھا ایک دن ابوالاسود نے اس میں ناپسندیدہ بات دیکھی تو ابوالاسود نے یہ اشعار کہے۔

رأيت امرأً لم اكن ابلـه اتاني فقال اتخذني خليلا
فخاللته ثم صافيته فألفيته غير مستعتب
فلم ينقص الودمنه فتيلا ولا ذاكر اللّٰه الا قليلا
فراجعته ثم عاتبته الست حقيقا بتوديعه

عتابا رفیقا وقولا جمیلا   واتبع ذلک ھجرا طویلا

(ترجمہ) ''میں نے ایک شخص دیکھا میں احمق اور کمزور رائے والا نہیں ہوں وہ میرے پاس آکر کہنے لگا مجھے دوست بناؤ میں نے اس سے دوستی کی پھر خالص دوستی کی اس سے محبت میں ایک دھاگے برابر کمی نہیں ہوئی پھر میں اسے اچھی عادت کی طرف لایا اور بری عادت پر ہلکی سرزنش کی اور اچھی بات کہی پھر میں نے اس سے محبت کی بغیر ناراضگی کے اس حال میں کہ میں اللہ کا ذکر کم کرتا تھا کیا میرے لئے مناسب نہیں ہے کہ میں جدا ہوں اور اسے ہمیشہ کے لئے چھوڑ دوں۔''

معذرت کرنا قابل تعریف عمل ہے

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معذرت کرنا غموں کو ختم کردیتا ہے اور اس سے کینہ اور دشمنی دور ہو جاتی ہے اور معذرت میں کمی سے بڑی برائیوں اور گناہوں میں ملوث ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اور معذرت کی کثرت تہمت اور بری رائے کا سبب ہے اور معذرت قابل تعریف عادت ہے جس کی وجہ سے عجب اور تکبر ختم ہوتا ہے اس لئے عاقل ہر لغزش کے وقت معذرت کو لازم رکھے۔

ابن عنبسہ اور ابن زائدہ کا واقعہ

عطا بن مصعب فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عنبسہ بن سعید، معن بن زائدہ کے پاس یمن آئے اور ان کے درمیان عداوت تھی جب معن نے ان کو دیکھا تو کہا اے عبدالرحمن کس وجہ سے میرے پاس آئے ہو اور کس خیر کی مجھ سے امید ہے؟ عبدالرحمن بن عنبسہ نے جواب دیا اللہ امیر کا بھلا کرے آپ میری بات سنیئے میں آپ کو دو شعر سناؤں گا جو نصیب نے عبدالعزیز بن مروان کے بارے میں کہے تھے۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ چنانچہ عبدالرحمن نے اشعار پڑھے۔

لو کان فوق الأرض حی فعاله　　کفعلک أو للفعل منک مقارب
لقلت له هذا، ولکن تعذرت　　سواک علی المستعتبین المذاهب

(ترجمہ) ''اگر زمین کے اوپر کسی زندہ شخص کا فعل آپ کے فعل اور
کام کی طرح ہے یا اس کے قریب ہے تو میں اس کے لئے یہ کہتا
لیکن راستوں نے تیرے سوا ناراض ہونے والوں پر عذر کیا۔''

یہ سن کر معن نے ان سے کہا کہ آپ یہیں مقیم ہو جائیں۔ میں گزرے ہوئے کاموں کا تجھ سے مواخذہ نہیں کروں گا اور نہ موجودہ پر ڈانٹوں گا۔

ابن سماک کو بہترین جواب

ابن سماک، محمد بن سلیمان یا حماد بن موسیٰ (جوان کا کاتب تھا) سے اعراض کرنے لگے اس نے پوچھا کیا بات ہے کہ آپ مجھ سے اعراض کر رہے ہیں؟ ابن سماک نے کہا کہ مجھے آپ کی طرف سے ایک ناپسندیدہ بات پہنچی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت مجھے پرواہ نہیں ابن سماک نے پوچھا کیوں تو اس نے جواب دیا اگر وہ بات گناہ ہے تو آپ نے معاف کر دی ہوگی اور اگر وہ جھوٹ ہے تو آپ نے قبول نہیں کی ہوگی۔ اس طرح دونوں میں پھر سے محبت پیدا ہوگئی۔

باب (۴۴)

راز چھپانا ضروری ہے ...... اس کی اہمیت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''ضروریات پوری کرنے کے لئے راز چھپا کر مدد چاہو اس لئے کہ ہر نعمت پر کوئی نہ کوئی حسد کرنے والا ہوتا ہے۔''[1]

ابوحاتم کہتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد حسن اور طریق غریب ہے۔ لہٰذا جو شخص اہل عقل کے طریقے پر چلے اس پر لازم ہے کہ کوئی راز کی بات کسی معتمد و غیر معتمد کے سامنے ظاہر نہ کرے کیونکہ گردش دوراں اپنا کام دکھاتی ہے چنانچہ راز فاش ہونے کی صورت میں وفا جفا میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ۔

مجھے اس شخص پر تعجب ہے جسے اپنے بھائی کی آنکھ میں پڑا تنکا تو نظر آجاتا ہے مگر اپنی آنکھ میں پڑا شہتیر نظر نہیں آتا۔ اور وہ شخص جو کہ دوسرے کے کینے کو تو خوب محسوس کرتا ہے لیکن اپنے دل میں کینے کو گھر کرنے دیتا ہے۔ میں جب کسی چیز پر حقیقتاً نادم نہیں ہوا تو پھر مصنوعی ندامت پر خود کو ملامت کیونکر کروں۔ اور مجھے اس پر بھی تعجب ہے کہ اپنا راز کسی پر عیاں کروں اور پھر اس کے فاش کرنے پر اس شخص کو ملامت کروں۔ اس کو ملامت کیسے کروں جبکہ میں خود اس راز سے تنگ تھا۔

مجھے علی بن محمد بسامی نے یہ اشعار سنائے۔

تبیح بسرک ضیقا به وتبغی لسرک من یکتم
وکتمانک السر ممن تخاف به ومن لاتخافنه احزم
اذا ذاع سرک من مخبر فأنت وان لمته ألوم

---

[1] تاریخ جرجان للسہمی ص ۱۸۲۔ طبرانی۔ مسند قضاعی (۱/ ۷۰۷) بیہقی فی شعب الایمان

(ترجمہ) ''تم اپنے راز سے تنگ ہو کر ایسے آدمی کے متلاشی ہو جو اس کو چھپا لے، راز چھپانے کے معاملے میں خواہ کسی شخص سے تمہیں خوف ہو یا نہ ہو بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے جب تمہارے راز کی اطلاع پانے والا شخص اسے بیان کر دے تو اسے برا کہتے ہوئے ملامت کے زیادہ حقدار تم ہو۔''

مجھے عبدالعزیز بن سلیمان نے یہ اشعار سنائے۔

اذا اضاق صدر المرء عن بعض سره   فالقاه فی صدری فصدری أضیق
ومن لامنی فی ان اضیع سره   وضیعه قبلی فذو السر اخرق

(ترجمہ) ''جس کا سینہ اپنا راز چھپانے سے عاجز ہو جائے اور وہ اپنا راز میرے سینے کے حوالے کر دے تو میرا سینہ تو زیادہ تنگ ہے اور پھر وہ مجھے راز ضائع کرنے پر ملامت کرے جبکہ وہ خود مجھ سے پہلے اسے ضائع کر چکا ہے تو اس سے بڑا بے وقوف کوئی نہیں۔''

مدائنی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

لوگوں میں سب سے زیادہ صبر کرنے والا شخص وہ ہے جو اپنے دوست پر اپنا راز اس خوف سے ظاہر ہونے نہ دے کہ مبادا کبھی آپس میں رنجش ہو جائے تو کہیں وہ اس کو فاش نہ کر دے۔

مجھے بغدادی نے یہ اشعار سنائے۔

صن السر بالکتمان یرضیک غبه   فقد یظهر المرء المضیع فیندم
فلا تلجئن سرا الی غیر حرزه   فیظهر حرز السوء ما کنت تکتم

(ترجمہ) ''راز کو چھپا کر محفوظ کر دو تمہاری خوشی اسی میں مضمر ہے اس لئے یہ اس کو ظاہر کر کے ضائع کرنے والا شخص شرمندگی اٹھاتا ہے اپنے راز کا ٹھکانہ کبھی کسی غیر محفوظ جگہ کو نہ بنانا ورنہ ایسی بری حفاظت تمہاری کوشش پر پانی پھیر کر اسے فاش کر دے گی۔''

محمد بن اسحاق واسطی نے مجھے یہ اشعار سنائے۔

اذا المرء لم یحفظ سریرۃ نفسہ و کان لسر الأخ غیر کتوم

فبعدالہ من ذی اخ ومؤدۃ ولیس علی ودلہ بمقیم

(ترجمہ) ''جب کوئی شخص اپنا راز بھی محفوظ نہ رکھ سکے اور اپنے بھائی کا راز چھپانے والا بھی نہ ہو تو اس کی بھائی بندی اور محبت کہاں گئی وہ اس محبت پر کیوں کر قائم رہ سکتا ہے۔''

ابوحاتم فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے راز کی حفاظت اسے چھپا کر کر لی تو اس کی تدبیر کامل ہوگئی اور کامیابی اس کی دسترس میں آگئی اور وہ عیب اور تکلیف اٹھانے سے محفوظ ہو گیا اگرچہ ان معاملات میں جن پر اسے قدرت حاصل ہے کچھ غلطی کر جائے یا کامیابی کے حصول میں کچھ کمی ہو۔

محتاط شخص اپنے راز کو ایک ظرف میں محفوظ کر لیتا ہے اور ہر کس و ناکس سے اس کو چھپاتا ہے لیکن اگر وہ کسی مجبوری کا شکار ہو کر اس راز کو راز رکھنے سے عاجز ہو جائے تو پھر عقل مند آدمی اس راز کو صرف اپنے مخلص اور خیر خواہ کے حوالے کرتا ہے کیونکہ راز ایک امانت ہے اور اس کا فاش کرنا خیانت ہے۔ امانت دار کا دل اس راز کے لئے ظرف کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ ظرف بسا اوقات تنگ ہو جاتے ہیں لیکن کچھ ظروف وسعت والے بھی ہوتے ہیں جو امانت رکھے گئے رازوں کو اپنی وسعتوں میں سمو لیتے ہیں۔

مجھے کریزی نے یہ اشعار سنائے۔

اجعل لسرک من فؤادک منزلا لایستطیع لہ اللسان دخولا

ان اللسان اذا ستطاع الی الذی کتم الفؤاد من الشئون و صبولا

الفیت سرک فی الصدیق وغیرہ من ذی العداوۃ فاشیا مبذولا

(ترجمہ) ''اپنے راز کے لئے اپنے دل میں ایک ایسا گھر بناؤ جس میں زبان داخل نہ ہو سکے کیونکہ اگر ان احوال تک زبان کی رسائی

ہوگئی جنہیں تم نے دل میں بسایا ہوا ہے تو تم دوست کیا دشمن کیا
سب کو راز فاش کرنے اور اسے ضائع کرنے والا پاؤ گے۔"
مجھے منتصر بن بلال انصاری نے یہ اشعار سنائے۔

سأكتم سري واكتم سره ولاغرني اني عليه كريم
حليم فيفشي، اوجهول يذيعه وما الناس الاجاهل وحليم

(ترجمہ) "ویسے تو میں اپنا اور اس کا راز پردہ خفا میں رکھوں گا لیکن
مجھے یہ بات دھوکے میں نہ ڈالے کہ میں اس کے حق میں شریف
الطبع واقع ہوں گا بردبار شخص بھی راز فاش کرسکتا ہے اور جاہل بھی
اس کو پھیلا دیتا ہے، لوگوں کی دو ہی قسمیں ہیں جاہل اور بردبار۔"
ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ
کہاوت ہے کہ عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے دوست سے بھی ڈرے۔
ہمارے بعض دوستوں نے یہ اشعار سنائے:

لعمرك كتمان الفتى سرا مانوى اعف وادنى للرشاد و اكرم
واجمل في بث الحديث مقالة واحسن في الاخلاق ذوما واحزم

(ترجمہ) "تیری عمر کی قسم شریف آدمی کا راز کو محفوظ رکھنا اس کے
لئے زیادہ پاکدامنی، زیادہ راہ راست پر رہنے اور زیادہ شرافت کا
ذریعہ ہے۔ اور اس کے متعلق اچھی بات باقی رہنے، اس کے حسن
اخلاق کو دوام بخشنے اور زیادہ احتیاط کے پہلوؤں کو شامل ہے۔"

ابوحاتم کہتے ہیں کہ رازوں کو آزاد چھوڑ دینا عاجز و بے بس ہونا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اگر ایک چیز دوست سے چھپائی جائے تو بالآخر اسے دوست کے سامنے ظاہر کردیا جائے اہل عقل کو غور کرتے ہوئے تجربہ کو کافی سمجھنا چاہئے۔

جس کے پاس کوئی بات امانت رکھی جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے مخفی رکھے اس لئے کہ راز کہتے ہی اس کو ہیں کہ جسے چھپایا جائے۔ لہٰذا عقلمند کے لئے ضروری ہے

کہ وہ اپنے سینہ کو دوسروں کے لئے کشادہ رکھے تاکہ راز افشا نہ ہو۔

اعمش کہتے ہیں کہ کسی کا سینہ اس کے راز کے لئے تنگ پڑ جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اسے بیان کر دیتا ہے اور جسے بتاتا ہے اسے یہ کہتا بھی ہے کہ یہ بات کسی اور کو مت بتانا۔

حسین بن عبداللہ کہتا ہے۔

لایکتم السر الا من له شرف   والسر عند کرام الناس مکتوم

السر عندی فی بیت له غلق   ضلت مفاتیحه والباب مختوم

(ترجمہ) ''راز کو تو وہی شخص چھپا سکتا ہے جو صاحب شرافت ہو اور شرفاء کے ہاں راز چھپانے کی ہی چیز ہے۔ میرا راز ایسے گھر میں ہوتا ہے جس میں تالا پڑا ہو اور چابیاں گم ہوگئی ہوں اور دروازے پر مہر ''سیل'' لگی ہوئی ہو۔''

ابو حاتم کہتے ہیں کہ

کامیابی ''احتیاط'' سے ہوتی ہے اور احتیاط کے لئے رائے کو گردش میں لانا پڑتا ہے، رائے کی مضبوطی رازوں کے محفوظ کرنے سے ہوتی ہے اور جو شخص اپنے راز چھپانے میں کامیاب ہو جائے تو بھلائی اس کے قبضے میں ہو جاتی ہے اور جس نے لوگوں کو اپنے رازوں سے باخبر کر دیا تو وہ ان کے سامنے کمزور پڑ جائے گا اور لوگ وہ راز فاش کر دیں گے اور جو شخص راز نہ چھپا سکا وہ پشیمان اور نادم ہوگا اور ندامت جس کا مقدر ہوگی وہ کم عقل ہوگا اور جو اس کیفیت پر برقرار رہا وہ جہالت کی طرف لوٹے گا۔ لہٰذا راز فاش کرنے کے نتیجے میں جو ندامت اور افسوس اسے اٹھانا پڑے گا اس سے بہتر ہے کہ راز کی حفاظت کر لی جائے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

خشیت لسانی ان یکون خؤونا   فاودعته قلبی فکان امینا

فقلت لیخفی دون شخصی وناظری   ایا حرکاتی کن فی سکونا

(ترجمہ) ''جب مجھے اپنی زبان کے خیانت کرنے کا خوف ہوا تو میں نے اس (زبان) کو دل کے پاس امانت رکھ دیا کیونکہ دل تو امین ہے ہی۔ پھر میں نے مطمئن ہو کر کہا کہ دل تو مجھ سے اور مجھے دیکھنے والے شخص سے بھی چھپاتا ہے۔ اے میری حرکتو۔ پرسکون ہو جاؤ۔''

مشورے کی سنت کی حقیقت

ابن شبرمہ حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں کہ سورہ آل عمران کی آیت ''وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ'' (آیت نمبر ۱۵۹) میں مشورہ کا جو حکم دیا گیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے کے محتاج نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ آپ ﷺ کے بعد یہ سنت (امت محمدیہ ﷺ میں) جاری رہے۔

ابوحاتم کہتے ہیں کہ جس شخص سے مشورہ مانگا جائے وہ امین ہے لیکن ضابطہ کے مطابق (دنیاوی احکام کے اعتبار سے) وہ ضامن نہیں ہوگا۔ مشورہ لینے والا غلطی سے محفوظ ہو جاتا ہے اور رائے قائم کرنے میں بااختیار ہوتا ہے۔ (یعنی مشورہ دینے والے کے مشورے کا پابند نہیں ہوتا)

وہ عقلمند جو عقلمندوں کے طریقہ پر چلے، اس کے لئے لازم ہے کہ وہ جان رکھے کہ مشورہ کرنے سے راز افشاء ہوتا ہے لہٰذا مشورے کے لئے سمجھ دار، خیر خواہ اور محبت و دینداری کے اوصاف کے حامل شخص کا انتخاب کرے اور جب مشورہ دیا جائے تو یہ ایک بڑی نعمت ہے اس نعمت کا حق یہ ہے کہ اس مشورہ پر عمل کیا جائے اور نعمت کا حق ادا کیا جائے اور مشورہ اگر مذکورہ اوصاف کے حامل سے کیا جائے گا تو (انشاء اللہ) برکت سے خالی نہ ہوگا۔

ابن عائشہ سے منقول ہے کہ حسن نے فرمایا کہ

جب کسی قوم پر کڑا وقت آیا اور انہوں نے آپس میں (درپیش مشکلات کے حل کے لئے) مشورہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح ترین حل کی طرف راہنمائی فرمائی ہے۔

مجھے کریزی نے یہ اشعار سنائے۔

دبر اذا مارمت امرا بفکرة   لتعلم ما تاتی وما تتجنب

وشاور نقی الرأی عند التباسه   لکی یضح الأمه الذی هو اصوب

(ترجمہ) ''جب تم کچھ کرنا چاہو تو بہت غور وفکر کر کے شروع کرو تاکہ تم خوب سمجھ لو کہ تم کیا کرنے جا رہے ہو اور کس چیز سے تمہیں بچنا چاہئے۔ اور اس کام میں الجھنیں دور کرنے کے لئے درست سمت اختیار کرنے کے لئے کسی مخلص صاحب رائے شخص سے مشورہ کرلو۔''

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ تورات میں چار کلمات لکھے ہیں۔

۱۔ جو مشورہ نہیں کرتا وہ نادم ہوگا۔

۲۔ جو بے نیازی اختیار کرے گا مالدار ہو جائے گا۔

۳۔ فقر وفاقہ سرخ موت ہے۔

۴۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند اور محبت کرنے والے شخص کے مشورے سے زیادہ کوئی چیز انسیت والی نہیں اور اس کے مشورے کی مخالفت سے زیادہ کوئی چیز وحشتناک نہیں۔ اس لئے کہ مشورہ اور غور وفکر، برکت کے دروازے اور رحمت کی کنجیاں ہیں۔

جس شخص سے مشورہ کیا جائے اسے چاہئے کہ وہ خیر خواہی کے ساتھ مشورہ دے اور رائے خوب چھان پھٹک کر دے اور حق بات بتائے۔ راہ راست پر چلے اور مشورہ طلب کرنے والے کو اپنے جیسا سمجھے، خیانت کا مرتکب نہ ہو اور خلوص کا برتاؤ کرے۔

اور اس طرح کا ہو جائے جیسا کہ علی بن محمد بسامی کے ان اشعار میں بیان کیا گیا ہے۔

ومن الرجال اذا زکت اجلاءهم   من یستشار اذا استشیر فیطرق

حتی یجول بکل وادقلبہ فیری و یعرف مایقول و ینطق
ان الحلیم اذا تفکر لم یکد یخفی علیہ من الامور الاوفق

(ترجمہ) ”لوگوں میں ایسے بھی ہیں کہ جب ان کی عقلیں ستھری ہو جاتی ہیں تو جب ان سے مشورہ لیا جاتا ہے تو وہ سوچنے کے لئے سر کو جھکا دیتے ہیں حتیٰ کہ ان کا دل ہر جولان گاہ میں گردش کرتا ہے پھر اس کی نظر اور سمجھ وہاں تک پہنچ جاتی ہے جو اس کو زبان سے کہنا چاہئے۔ بردبار انسان جب غور وفکر سے کام لیتا ہے تو اس پر بہترین آراء مخفی نہیں رہتیں۔“

حضرت حسن کہتے ہیں کہ سمجھدار شخص سے مشورہ لینے والا شرمندہ نہیں ہوتا۔

ابوحاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص پر لازم ہے کہ جب وہ ایسے لوگوں میں شامل ہو جن سے مشورہ لیا جا رہا ہو تو وہ یہ سمجھے کہ یہ وہ آخری شخص ہے جو مشورہ دے رہا ہے چنانچہ ایسا مشورہ بہت سوچ سمجھ کر ہوگا اور غلطیوں سے پاک اور بہت محفوظ ہوگا۔

جو شخص مشورہ لینا چاہے تو وہ یہ احتیاط ضرور کرے کہ کسی عاجز و بے کس شخص سے مشورہ نہ لے، جس طرح کوئی چست ہوشیار شخص کسی سست آدمی سے مدد طلب نہیں کرتا۔

مشورہ عین ہدایت ہے جو شخص مشورہ کرتا ہے وہ رہنمائی کو نہیں کھوتا اور جو شخص مشورہ کرنا ترک کر دیتا ہے وہ گمراہی کو نہیں کھوتا۔ اور جو شخص کسی سمجھدار سے مشورہ کرتا ہے کبھی نادم نہیں ہوتا۔

ابن ابی الحسین کہتے ہیں کہ کہاوت مشہور ہے کہ مشورے کے نتیجے میں کوئی شخص تباہ و برباد نہیں ہوا اور الگ تھلگ رہنے والا شخص کبھی نیک بخت نہیں ہوا۔

ابوحاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو اس کی اچھی عادت میں یہ بات ہوتی ہے کہ وہ کسی خیر خواہ عقلمند اور صاحب رائے سے مشورہ کرتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے۔ اسے چاہئے کہ مشورہ کے وقت سچ کو ماننے اور باطل موقف

پر ڈٹ جانے کے بجائے حق کو تسلیم کرے۔

قابل قدر رائے اگرچہ کسی معمولی شخص کی جانب سے ہو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اس لئے کہ قیمتی موتی کو یہ بات کم قیمت نہیں کرتی کہ اس کے حصول میں خواص کو خطرات کم جھیلنے پڑے تھے۔ پھر استخارہ کر کے اس مشورے پر عمل کرے۔

مجھے بغدادی نے یہ اشعار سنائے:

اطع الحليم اذا الحليم عصاكا ان الحليم اذا عصاك هداكا

واذا استشارك من تود فقل له اطع الحليم اذا الحليم نهاكا

ولئن أبيعت لتأتين خلافه اربا يحوطك اويكون هلاكا

واعلم بانك لن تسود ولن ترى سبل الرشاد اذا اطعت هواكا

(ترجمہ) ''کوئی بردبار شخص جب تمہاری بات کی مخالفت کرے تو تم اس کی اطاعت کرو اس لئے کہ وہ صاحب حلم جب تمہارے ناموافق ہوگا تو اس میں بھی تمہارے لئے رہنمائی ہوگی اور جس سے تمہیں محبت ہے اگر وہ تم سے مشورہ لے تو تم اس سے یوں کہو کہ بردبار کی اطاعت وفرمانبرداری کرو جب وہ تمہیں کسی امر سے روکے اور اگر تم انکار کرو گے تو اس کے برعکس کوئی ایسا کام کر بیٹھو گے جو تمہارا گھیراؤ کرلے گا۔ یا ہلاکت کا سبب ہوگا اور جان لو کہ جب تم اپنی خواہشات نفسانیہ کے تابع ہو جاؤ گے تو نہ تمہیں سرداری مل سکے گی اور نہ تم راہ راست کو دیکھ سکو گے۔''

ابن المقفع کہتے ہیں کہ کسریٰ کے ایک وزیر کا قول ہے کہ تین قسم کے لوگوں کی رائے قابل اعتبار نہیں تم ان سے مشورہ نہیں لینا۔

(۱) تنگ ظرف انسان۔

(۲) پیشاب روکنے والا

(۳) بدکلامی کرنے والی عورت کے شوہر سے۔

باب (۳۴)

مسلمانوں سے خیر خواہی کرنے کی ترغیب

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔
”دین خیر خواہی کا نام ہے۔ پوچھا گیا کس کے لئے؟ فرمایا اللہ کے لئے۔ اس کے رسول ﷺ کے لئے مسلمان حکمرانوں کے لئے۔ اور عام مسلمانوں کے لئے۔“[1]

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کے لئے اپنے اوپر خیر خواہی کو لازم سمجھے۔ ان سے خیانت کا دل میں خیال نہ لائے۔ اور نہ ہی قولاً فعلاً ان سے خیانت کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ جب کسی سے بیعت لیتے تو نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ اسے مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کی بھی تلقین فرماتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا دھوکہ نہ دو۔ یہ کمینوں کی خصلت ہے اپنے بھائی کے لئے خیر خواہی کو خالص کرو۔ وہ اچھی ہو یا بظاہر ناپسندیدہ لگے۔ جہاں وہ رہے اسی کے ساتھ رہو۔

کریزی نے کہا۔

قُل للنصیح الذی أهدیٰ نصیحته   سِراً الینا وسامته التکالیفُ
النصح لیس له حدٌّ فَتعرِفه   والنُصح متوحشٌ منه ومألوفٌ
حتی اذا صَرَّحَتْ عَنّا عواقِبُه   کانت لنا عظةٌ منه و تعنیفُ
لو کان للنصح حدٌ یستبان به   ما نا لنا حسْرةٌ منه و تلهیف
لکن له سُبُلٌ شتّی مخالفةٌ   بعضٌ لِبعضٍ فمجهولٌ و معروف
والناس غاوٍ و ذُورشدٍ ومختلط   والنصح ممضی و مردود و موقوف

---

[1] مسند احمد (۴/۱۰۲)۔ صحیح مسلم ا ص ۵۴، نسائی (۲/۱۷۸)۔ ابو داؤد (۵/۲۳۳)

(ترجمہ) ''کہو، تنہائی میں نصیحت کرنے والے کو جسے تکالیف نے پکڑ لیا ہے کہ نصیحت کی کوئی تعریف نہیں ہے جس کے ذریعے سے تم اسے پہچان سکو۔ بعض نصیحتوں سے وحشت آتی ہے اور بعض ماؤف ہوتی ہیں۔ نصیحت کے نتائج جب ظاہر ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض نصیحتوں میں بھلائی اور بعض میں ڈانٹ اور سختی ہوتی ہے۔ اگر نصیحت کی کوئی تعریف ہوتی جس سے وہ پہچانی جاتی تو ہمیں اس سے حسرت اور افسوس نہ ہوتا۔ لیکن نصیحت کے ایک دوسرے سے مخالف مختلف راستے ہیں۔ بعض معلوم امور بعض نامعلوم۔ لوگ بھٹکے ہوئے، ہدایت یافتہ اور ملے جلے ہیں اس طرح نصیحت بھی مقبول، مردود، اور موقوف ہوتی ہے۔''

خیر خواہی کرنے والا اچھا دوست ہے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ بہترین دوست وہ ہے جو زیادہ سے زیادہ خیر خواہی کا سوچے۔ جیسا کہ بہترین عمل وہ ہے جو انجام اور اخلاص کے اعتبار سے اچھا ہو اور خیر خواہی کا وار بغض رکھنے والے کے سلام سے بہتر ہے۔ اور لازم ہے کہ عاقل اپنی ذات کی نمائش کئے بغیر خیر خواہی کو ہر عام و خاص کے لئے عام رکھے۔ اور ضروری نہیں ہے کہ نصیحت کرنے والا نصیحت کا اس شخص سے زیادہ حقدار ہو جس کو نصیحت کی جا رہی ہے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نصیحت

عبدالرحمٰن بن قاسم کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ آئے تو ان سے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ ملے اور کہا ''میں تمہیں ایک مشورہ دیتا ہوں تم اسے قبول کر لو۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ۔ ''دو'' حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام پر برقرار رکھو۔ وہ آپ کے فرمانبردار رہیں گے کیونکہ اہل شام نے ان کو چکھا تو شیریں پایا۔ وہ بیس سال تک ان پر حکمران رہے ہیں

اور اس عرصہ میں نہ تو انہوں نے ان کو مال میں قابل سرزنش پایا اور نہ ہی آبرو میں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ واللہ اگر وہ مجھ سے ایک بستی کی بھی حکمرانی مانگیں تو میں انہیں وہ بھی نہ دوں۔ اس پر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میرا خیال ہے کہ وہ عنقریب بہت سی بستیوں اور زمینوں پر حکمران ہوں گے۔

مومن دوسرے مومن کا خیر خواہ ہوتا ہے

حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کا حصہ ہے اور اسی طرح ایک مومن دوسرے مومن کے لئے آئینہ ہے۔ اگر اس میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھتا ہے تو اس کو صحیح کرتا ہے اور خلوت اور جلوت میں اس کا خیر خواہ ہوتا ہے۔

علی بن محمد بسامی نے کہا۔

امنت علی السر امرأ اغیر حازم — ولکنه فِی النصح غیر مریب
فذاع به فِی الناس حتی کأنّما — بعلیأ نار أوُ قدت بثقوب
ممّا کل ذی لُبّ بمؤتیک نصحه — وَما کل مُؤتٍ نَصحه بلبیب
ولکن اذا ما استجمعا عند واحد — فحق له من طاعة بنصیب

(ترجمہ) ”میں نے اپنی خلوتوں کا امین ایسے شخص کو بنایا ہے جو اگرچہ مضبوط نہیں ہے۔ لیکن اس کی خیر خواہی میں کوئی شک نہیں۔ خیر خواہی کے ساتھ لوگوں میں وہ ایسے مشہور ہوا جیسا کہ اس پر شمعیں جل رہی ہوں۔ لازمی نہیں ہے کہ ہر عقلمند تجھے نصیحت کرنے والا ہو اور نہ ہی ہر نصیحت کرنے والا عقلمند ہو سکتا ہے۔ البتہ اگر یہ دونوں خصلتیں کسی میں جمع ہو جائیں تو پھر اس کا حق یہ ہے کہ اسے اطاعت میں سے وافر حصہ دیا جائے۔“

دو ظالم شخص

بعض حکماء کا قول ہے کہ دو شخص ظالم ہیں ایک وہ جس کو نصیحت کی جائے اور

وہ اسے گناہ سمجھے۔ اور دوسرا وہ شخص جو تنگ مکان میں کشادہ جگہ ملنے پر چار زانو ہو کر بیٹھ جائے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ تہمت نصیحت کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ نصیحت اس کے لئے ہے جو اسے قبول کرے۔ جیسا کہ دنیا اسی کے لئے ہے جو اسے چھوڑ دے اور آخرت اسی کے لئے جو اسے طلب کرے۔ ہر خیر خواہ پر محنت اور کوشش لازم ہے اگر نصیحت کرنے والا اپنی طبیعت پر بھاری لگنے والی نصیحت خود قبول نہ کرے تو جو وہ رائے دے گا تو اس پر اس کی کوئی مدح سرائی نہ کرے گا۔ بہرے سے مشورہ کرنا اس نصیحت کرنے والے سے بہتر ہے۔ جس سے لوگ اعراض کرتے ہوں۔ ناشکرے کو نصیحت کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو بنجر زمین میں بیج ضائع کرے نصیحت سے اعراض کرنے والا اکثر وہ شخص ہوتا ہے جس کو اپنی رائے پر ناز ہوتا ہے۔

ابرش نے کہا

اذا نصحت لذی عجب لترشدہ فلم یطعک فلا تنصح لہ ابدا
فان ذا العجب لایعطیک طاعتہ ولا یجیب الی ارشادۃ احدا
وما علیک وان غاو غوی حِقَبًا ان لم یکن لک قُربی اویکن ولدا

(ترجمہ) ''جب تم بھلائی کے ارادے سے خود پسند شخص کو نصیحت کرو گے۔ تو وہ تمہاری نہ مانے گا۔ پس تم اس کو کبھی نصیحت نہ کرو۔ کیونکہ خود پسند شخص تمہاری کبھی بھی فرمانبرداری نہیں کرے گا اور جب وہ کسی کو بھلائی کا حکم دے گا تو اس کی بھی کوئی نہ مانے گا۔ لہذا آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اگرچہ بھٹکنے والا کئی زمانوں تک بھٹکا رہے اگر وہ تیرا رشتہ دار اور بیٹا نہ ہو۔''

نصیحت تنہائی میں کرنی چاہیے

ابوحاتم کہتے ہیں کہ خیر خواہی عام مسلمانوں پر لازم ہے لیکن اس کو تنہائی میں کرنا چاہئے کیونکہ جو اپنے بھائی کو تنہائی میں نصیحت کرے گا تو وہ اس کے لئے باعث

زینت ہوگا اور جو لوگوں کے سامنے کرے گا تو وہ اس کے لئے باعث عار ہوگا تو اپنی محنت کو ایسے کام میں لگانا جو مسلمانوں کے لئے باعث زینت ہو۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کو اپنے کام میں لگایا جائے جو کہ اس کے لئے باعث عار ہو۔

علی بن مدینی کہتے ہیں کہ سفیان نے مسعر کو کہا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہیں کوئی تمہارے عیوب بتلانے والا شخص ہو تو انہوں نے کہا اگر کوئی آ کر مجھے میرے عیوب کی وجہ سے ڈانٹے تو ''نہیں'' اور اگر کوئی مجھے نصیحت کرنے آئے تو پھر صحیح ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پہلے اگر کوئی شخص اپنے بھائی میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھتا تو اسے تنہائی میں حکم کرتا اور تنہائی میں ہی روکتا تھا اور اس کو پردہ پوشی اور برے کام سے روکنے دونوں کا اجر ملتا لیکن آج کل اگر کوئی شخص دوسرے میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھتا ہے تو اس کو غصہ دلاتا ہے۔ اور اس کی پردہ دری کرتا ہے۔

نصیحت کرنے کا انداز

سفیان کہتے ہیں کہ طلحہ جبار بن وائل کے پاس آئے ان کے پاس کچھ لوگ تھے تو طلحہ ان سے سرگوشی کر کے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد عبدالجبار نے لوگوں سے کہا تم جانتے ہو کہ انہوں نے مجھ سے کیا سرگوشی کی وہ میرے کان میں یہ کہہ کر گئے ہیں کہ تم کل نماز میں ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔

نصیحت الفت پیدا کرتی ہے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ نصیحت جب ایسے طریقے سے کی جائے۔ جیسا ہم نے بیان کیا تو وہ الفت پیدا کرتی ہے اور اخوت کا حق ادا کرتی ہے۔ وہ نصیحت کرنے والا جو کسی کی زینت چاہتا ہو اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ تنہائی میں نصیحت کرتا ہے اور وہ نصیحت کرنے والا جو دوسرے کو عار دلانا چاہتا ہو اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے نصیحت کرتا ہے۔ عاقل کو چاہئے کہ وہ دشمنوں کو تنہائی اور لوگوں کے سامنے نصیحت کرنے میں ہوشیار رہے۔

ابن زنجی بغدادی نے کہا

فکم من عدو مُعلن لک نصحه علانیهٖ والغش تحت الاضالع
وکم من صدیق مرشد قد عصته فکنت له فی الرشد غیر مطاوع
وما الامر الا بالعواقب انها سیبد وعلیها کل سر وذائع

(ترجمہ) ''کتنے ہی دشمن جو مجھے لوگوں کے سامنے نصیحت کرتے ہیں اور فریب ان کی پسلیوں میں ہوتا ہے۔ اور کتنے ہی بھلائی کا سوچنے والے دوست تو نے ان کی نافرمانی کی۔ اور تم نے بھلائی میں ان کی نہ مانی۔ معاملات میں انجام کار ہی دیکھا جاتا ہے۔ انجام کار میں ہی ہر راز اور مشہور بات ظاہر ہوتی ہے۔''

ربیع بن خثیم نے یہ وصیت لکھی۔

(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)

یہ ربیع بن خثیم کی وصیت ہے وہ اس پر گواہ ہے اور گواہی میں اللہ ہی کافی ہے وہی اپنے نیک بندوں کو بہتر بدلہ دینے والا ہے، میں اللہ سے اس حیثیت سے کہ وہ میرا رب ہے راضی ہوا، اور محمد ﷺ سے اس حیثیت سے کہ وہ اللہ کے نبی ﷺ ہیں اور اسلام سے اس حیثیت سے کہ وہ میرا دین ہے۔

عبادت گزاروں میں سے جس نے میری اطاعت کی وہ اللہ کی عبادت کرے اسی کی حمد وثنا کرے اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرے۔

باب (۳۵)

خطاب بن معلّٰی کی اپنے بیٹے کو وصیت

خطاب بن معلّٰی نے اپنے بیٹے سے کہا اے بیٹے اللہ سے ڈرو اور اس کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کرلو جن کاموں کو اس نے حرام کیا ہے ان سے بچو۔ اس کی سنت اور اس کے احکام کی اتباع کرو یہاں تک کہ تیرے عیوب درست ہو جائیں اور تیری آنکھ ٹھنڈی ہو جائے بے شک اللہ سے کچھ بھی مخفی نہیں ہے، میں نے تمہارے لئے ایک نشان مقرر کرلیا ہے، اور ایک ریشم کی داغ بیل ڈال دی ہے۔ اگر تم نے اسے یاد کرلیا اور اس پر عمل کیا تو بادشاہوں کی آنکھوں کو بھر دو گے۔ اور فقراء تمہارے فرمانبردار ہو جائیں گے اور ہمیشہ وہ تمہاری طرف خود کو محتاج سمجھیں گے اور جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کی طرف راغب ہوں گے۔ اپنے والد کی اطاعت کرو، اس کی وصیت پر اقتصار کرو، اپنے ذہن کو اس کے لئے فارغ کرو، اپنے دل و دماغ کو اس میں مشغول رکھو۔

وقار اور سنجیدگی اختیار کرو

بے ہودہ کلام زیادہ ہنسنا اور دوستوں سے زیادہ مزاح کرنے سے بچو، کیونکہ یہ چیزیں وقار کو ختم کرتی ہیں وقار کو اپناؤ لیکن اس بات کا خیال رکھو کہ لوگ تمہاری طرف تکبر کی نسبت نہ کریں، اور بڑائی کو تمہاری طرف سے نقل نہ کریں۔ دشمن اور دوست دونوں سے خوش روئی سے ملو، ان سے تکلیف کو دور کرو، ان کو ذلیل نہ کرو، ان پر اپنا رعب نہ جاؤ۔

تمام کاموں میں میانہ روی کو اپناؤ، کیونکہ بہترین کام وہ ہیں جو میانہ روی سے کئے جائیں۔

باتیں کم کیا کرو، اور سلام پھیلاؤ، دھیمے دھیمے چلو پاؤں اور دامن کو نہ گھسیٹو۔

گردن اور چادر کو نہ موڑو کسی کی طرف گردن موڑ کر نہ دیکھو، زیادہ ادھر ادھر نہ دیکھو۔

لوگوں کے گروہوں کے درمیان کھڑے نہ ہوا کرو، بازار میں مجلس نہ لگاؤ اور دو کانوں کو باتیں کرنے کی جگہ نہ بناؤ۔

زیادہ جھگڑا نہ کرو اور بے وقوفوں سے نہ لڑو۔ بات کرو تو مختصر، ہنسی مذاق کرو تو تھوڑے پر اقتصار کرو۔

جسمانی اعضاء کے آداب

بیٹھو تو چار زانو ہو کر، انگلیوں کو ایک دوسرے میں نہ ڈالو، اور نہ ان سے چٹخارے نکالو، داڑھی اور انگوٹھی اور تلوار کے اوپر والے حصے سے نہ کھیلو، مجلس میں دانتوں کا خلال نہ کرو، اور ناک میں انگلی نہ ڈالو، زیادہ مکھیاں نہ ہٹاتے رہا کرو، زیادہ جمائیاں نہ لیا کرو، اور نہ ہی جمائی لیتے وقت ہاتھ پھیلاؤ، اور اس طرح کی دیگر چیزیں جن کو لوگ ہلکی اور باعث عار سمجھتے ہیں ان سب سے بچو، تمہاری مجلس باعث ہدایت ہوگی، اور تمہارا کلام لوگ ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

خود پسندی کا اظہار مت کرو

اچھی بات کو کان لگا کے سنو، خود پسندی کا اظہار نہ کرو، اور نہ ہی ایک بات کو دوبارہ پوچھو، لطیفے اور جھوٹی حکایات سے بچو، خود پسندی کا اظہار نہ بیٹے کے سامنے کرو اور نہ ہی اپنی لونڈی کے سامنے کرو۔

اپنے گھوڑے اور تلوار کی مدح سرائی نہ کرو، اپنے خواب بیان نہ کیا کرو، کیونکہ تم نے اگر کسی بات میں اپنی خود پسندی کا اظہار کیا تو بے وقوف اس میں طمع کریں گے، پھر وہ تمہاری طرف جھوٹے خواب منسوب کریں گے، اور تمہاری عقل میں اپنی رائے کی غمازی کریں گے۔

بناوٹ اور تصنع سے بچو

عورتوں کی طرح بناوٹی نہ بنو، اور نہ غلام کی طرح عاجزی اور مسکنت کا اظہار

کرو، داڑھی کے بال نہ نوچو، اور ٹھوڑی کے نیچے کے بال نہ چھوڑو، بالوں کو پراگندہ نہ رکھو، سفید بال نہ اکھیڑو، تیل اور سرمہ زیادہ استعمال نہ کرو، حاجت طلبی میں اصرار اور عاجزی نہ کرو۔

سارا علم کسی کو مت سکھاؤ

اپنے اہل وعیال سمیت کسی کو اپنا سارا علم نہ سکھاؤ، کیونکہ اگر وہ کم ہوگا تو تم ان کی نظر میں ہلکے ہو جاؤ گے اور اگر وہ زیادہ ہوگا تو تم ان کی خوشنودی حاصل نہ کرسکو گے۔

گھر والوں سے سختی کا انداز

بغیر سختی کے ان کو ڈراتے رہو، اور کمزوری دکھائے بغیر ان سے نرمی بھی کرتے رہو، اپنی لونڈی سے مذاق نہ کرو۔

جھگڑے، بے ہودگی سے پرہیز کرو

کسی سے جھگڑا ہو جائے تو باوقار رہو، جہالت اور جلد بازی سے بچو، اپنی دلیل میں غور وفکر کرو، اور حاکم سے بردباری سے پیش آؤ، ہاتھ سے زیادہ اشارہ نہ کرو، بے اطمینان ہو کر گھٹنوں کے بل نہ بیٹھو، چہرے کی سرخی اور پیشانی کے پسینے سے بچو، تم سے کوئی جہالت سے پیش آئے تو تم بردباری کا مظاہرہ کرو، غصہ جب ٹھنڈا ہو جائے تو پھر بات کرو، اپنی آبرو کی حفاظت کرو، بے ہودگی سے دور رہو۔

حاکم وقت سے معاملہ

حاکم وقت اگر تمہارے قریب ہو جائے تو تم اس کے ساتھ نیزے کی دھار کی طرح ہو جاؤ، اگر وہ تمہاری طرف مائل ہو جائے تو تم اس کے بدلنے سے مامون نہ ہو جاؤ، چھوٹے بچے کی طرح اس سے نرمی کرو، اس کی پسندیدہ باتیں کرو۔

حاکم وقت اگر تم پر نوازش کرے اور تمہیں اپنا خاص بنائے تو تم اس کے اور

اس کے اہل وعیال کے درمیان دخیل نہ بن جاؤ، اگرچہ وہ اس کو چاہتا ہو، کیونکہ حاکم اور اس کے اہل وعیال کے درمیان دخیل بننا یہ ایسا گرنا ہے جس کے بعد اٹھنا مشکل ہوتا ہے، اور یہ ناقابل معافی لغزش ہے۔

زبان کی پاسداری

وعدہ کرو تو پورا کرو، بات کرو تو سچ کہو، بہرے سے جھگڑنے والے کی طرح زور زور سے نہ بولو، اور نہ گونگے کی طرح اشاروں سے سرگوشیاں کرو، اچھے اقوال اختیار کرو، کسی کی بات نقل کرو تو اس کو قائل کی طرف منسوب کرو، ان اجنبی اور قابل ملامت باتوں سے بچو، جن سے دل ناواقف ہوں اور جسم کے بال کھڑے ہو جائیں، الفاظ کو دہرانے مثلاً ہاں ہاں نہیں نہیں، جلدی کرو جلدی کرو، کہنے سے بچو۔

کھانے پینے کے آداب

وضو کرو تو ہتھیلیاں خوب رگڑو، مسواک کی طرح منجن وغیرہ بھی استعمال کرو، تھال میں کلی نہ کرو، منہ سے پانی پھینکو تو کلی کرنے کی طرح نہ پھینکو کہ وہ قریب بیٹھے ساتھی پر گر جائے گا، ایسا نہ کرو کہ آدھا لقمہ چبا لو جو بچ جائے وہ سالن میں تر کر کے کھاؤ، کیونکہ یہ مکروہ ہے۔

حکمران کے ہاں کھانا

حاکم وقت کے دسترخوان پر زیادہ پانی نہ مانگو، خالی ہڈی سے نہ کھیلو، اس کے دسترخوان پر سرکہ مصالحہ، شہد وغیرہ میں سے کم وبیش جو تمہارے قریب کیا جائے اس میں عیب نہ نکالو، کیونکہ بادل بھی اپنا رعب رکھتا ہے۔

مال کا حق

تباہ حال کی طرح بالکل نہ روکو، اور بے وقوف متکبر کی طرح فضول خرچی بھی نہ کرو، اپنے مال میں حقوق واجبہ اور دوست کا حق پہچانو، لوگوں سے مستغنی رہو گے تو وہ

تمہارے محتاج ہوں گے۔

یاد رکھ زیادہ لالچ دل پر مہر لگاتی ہے اور دوسرے کے مال میں رغبت جیسا کہ مشہور ہے کہ گردن کو پیس دیتی ہے۔ بعض اوقات ایک لقمہ کتنے لقموں کو روک دیتا ہے۔ عفت ہی قدآور مال ہے، اور عمدہ اخلاق ہے، انسان کا اپنی قدر پہچاننا اس کے نام کو بلند کرنا ہے، قضائے الٰہی سے جو تجاوز کرتا ہے تو وہ دور گڑھے میں جا گرتا ہے، سچ زینت ہے اور جھوٹ عیب ہے، وہ سچ جو انسان کو وقتی طور پر تباہ کر دے انجام کے اعتبار سے اس جھوٹ سے اچھا ہے، جس کا کہنے والا عارضی طور پر بچ جائے۔

بردبار کی دشمنی احمق کی دوستی سے بہتر ہے

شریف کی صحبت میں ذلیل ہو کر رہنا اس سے بہتر ہے کہ انسان کمینے کی صحبت میں اچھا رہے۔

سخی بادشاہ کی قربت عزت نہ کرنے والے سمندر نما شخص کے پڑوس سے بہتر ہے۔

بری بیوی مشکل بیماری ہے

بوڑھی سے نکاح چہرے کی شادمانی کو لے ڈوبتا ہے۔

عورتوں کی فرمانبرداریاں عاقلوں کے لئے عیب ہے۔

عاقلوں کی مشابہت اختیار کرو، انہی میں سے ہو جاؤ گے۔

بلندی کے حصول کے لئے اس کی محنت کرو اس کو پالو گے

یاد رکھو ہر آدمی کو وہی حیثیت ملتی ہے جہاں اس نے اپنے آپ کو رکھا ہو۔

ایجاد کرنے والے کی نسبت اس کی ایجاد کی طرف کی جاتی ہے۔

آدمی اپنے دوست سے پہچانا جاتا ہے۔

برے دوستوں سے بچو وہ اپنے ساتھیوں سے خیانت کرتے ہیں اور ان کو پریشان کرتے ہیں، ان کی قربت خارش سے زیادہ جلدی متعدی ہوتی ہے۔ ان کو چھوڑنا کمال ادب میں سے ہے۔

ملازم کو حقیر سمجھنا باعث ملامت ہے۔

جلدی بازی نحوست ہے۔

بری تدبیر کمزوری ہے۔

دوست دو طرح کے ہوتے ہیں۔

مصیبت کے وقت کا دوست اور کشائش کے وقت پہلے دوست کی دوستی نبھاؤ، اور دوسرے سے دور رہو کیونکہ وہ بدترین دشمن ہے۔

خواہش کا تابعدار ہلاکت کی طرف مائل ہوتا ہے

ترش روئی سے پیش آنے والوں کو پسند نہ کرو۔

بالکل لاغر اور ناتواں شخص کو حقیر نہ سمجھو، اس لئے کہ انسان دو چھوٹی چیزوں سے پہچانا جاتا ہے، یعنی دل اور زبان، انہی دو سے اس کا نافع ہونا وابستہ ہے۔

دشمن کے شہر میں ہو تب بھی فساد سے بچو۔

خود سے کمتر شخص کے لئے اپنی آبرو نہ بچھاؤ۔

آبرو سے زیادہ مال کو عزیز نہ جانو۔

اتنی زیادہ باتیں نہ کرو کہ تم لوگوں پر بھاری ہو جاؤ۔

ملنے والے سے ہشاش بشاش ہو کر ملو، اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نہ دیکھو، کیونکہ ظاہر طور پر اس عمل کو عورتوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے کے لئے بناوٹی مت ہو جاؤ۔

لوگوں کے قریب اور عزت سے رہو۔

فرصت میں چست رہو، اپنی ضرورت میں رفیق رہو، اپنے بوجھ میں مضبوط رہو، ہر زمانے کے مطابق لباس پہنو، اور ہر قوم کے ہم شکل ہو کر رہو۔[1]

ایسے کام سے بچو جس کا انجام باعث ملامت۔

کسی کام میں جلدی نہ کرو یہاں تک کہ تم اس کا انجام دیکھ لو، اور کسی چیز کو لوٹانے سے قبل اس کے جائے صدور کو دیکھ لو، مہینے میں ایک دفعہ بال ضرور صاف کرو،

[1] اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور سنت رسول ﷺ کے ترک سے بچتے ہوئے ایسا کرنا ہے۔

بغل کے بال بلیڈ[۲] وغیرہ سے زائل نہ کرو۔

مسواک کو اپنی طبیعت کا حصہ بناؤ۔ مسواک کرو تو چوڑائی میں۔

تعمیر تجارت میں زیادہ نافع ہے۔

کھیتی باڑی مویشی پالنے سے بہتر ہے۔

کمینے سے جھگڑو گے تو وہ تمہارے نقصان میں طمع کرے گا۔

جو اپنی آبرو کو عزیز جانے گا، لوگ اس کی عزت کریں گے۔

جاہل تمہاری مذمت کرے، یہ اس سے بہتر ہے کہ تمہاری مدح سرائی کرے۔

حق کا اعتراف سچے اخلاق میں سے ہے۔

نیک دوست ایسا ہوتا ہے جیسا کہ چچا کا بیٹا۔

جو مالدار ہوا وہ بڑا ہوا، اور جو فقیر ہوا وہ کمتر ہوا۔

جواب دہی کے خوف سے بات میں اقتصار کرو۔

تمہاری طرف جو کوشش کر کے آئے گا وہ تم پر غالب رہے گا۔

لمبے سفر اکتاہٹ اور زیادہ آرزوئیں گمراہی ہیں۔

غائب کا کوئی دوست نہیں، اور میت پر کوئی مہربان نہیں ہوتا۔

بوڑھے کو ادب سکھانا تھکاوٹ اور غلام کو ادب سکھانا بدبختی ہے۔

فحش گو شخص بادشاہ اور بداخلاق اس کا وزیر ہے۔

اور بردبار احمق کی سواری ہے۔

حماقت لاعلاج مرض ہے۔

اور بردباری بہترین وزیر ہے۔

دین سب سے زیادہ زینت بخش اثر ہے۔

۲۔ اس کا عمل یہ ہے کہ شروع شروع میں ایسا نہ کیا جائے تو پھر بال نرم اگ آئیں گے اور نوچنے سے ختم ہو جائیں گے۔ لیکن اگر بلیڈ کی عادت بن گئی اور بال سخت ہو گئے تو پھر نوچا نہ جائے۔

فحش گوئی بے وقوفی ہے۔

نشے والا شیطان اور اس کا کلام بکواس ہے۔

شعر جادو ہے، ڈانٹنا جدائی کا باعث ہے۔

کنجوسی بدبختی ہے اور بہادری میں بقاء ہے۔

ہدیہ دینا عمدہ اخلاق میں سے ہے۔ الفت محبت پیدا کرتا ہے۔

جس نے بھلائی کی ابتدا کی تو وہ گویا اس پر فرض ہوگئی۔

بغیر مانگے بھلائی کی ابتدا کرنا بھی ایک نیکی ہے۔

ریا کار سخاوت کی طرف لوٹتا ہے۔

ریا کار سے بھلائی کرنا برائی کے اعلان سے بہتر ہے۔

نسب جھگڑے کا باعث ہوتا ہے۔

عادت انسان کی طبیعت کے ساتھ لازم ہوتی ہے۔ چاہے اچھی ہو یا بری۔

جو کسی معاملے میں پڑ گیا اس کو نفرت اور حسد کا بوجھ اٹھانا پڑے گا۔

حاکم وقت سے آس لگانا ایک نقص اور عیب ہے۔

میدان جنگ سے فرار ہونا عار اور آگے بڑھنا جان کو خطرے میں ڈالنا ہے۔

مانگنے پر زیادہ اعتذار پیش کرنا بخل کی علامت ہے۔

بدترین شخص وہ ہے جو زیادہ عذر بیان کرے۔

فراوانی کی حالت میں دوسروں کے لئے آسانی پیدا کرنا جلدی نافع ثابت ہوتا ہے۔

اچھے طریقے سے ملنا نفرت ختم کرتا ہے۔

نرم گفتگو معزز لوگوں کے اخلاق میں سے ہے۔

اے بیٹے آدمی کی بیوی اس کے سکون کا ذریعہ ہوتی ہے اس سے اختلاف رکھ کر زندگی سنور نہیں سکتی۔

اچھی بری عورتیں

جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہوتو اس کے خاندان کے بارے میں تحقیق کرلو کیونکہ اچھی رگیں میٹھے پھل اگاتی ہیں۔

یادرکھ اتنا ہاتھ کی انگلیوں میں اختلاف نہیں ہوتا جتنا عورتوں میں اختلاف ہوتا ہے۔لہٰذا ہراول فول بکنے والی اور ایذا دینے والی عورت سے بچو۔

بعض کمینی عورتیں

عورتوں میں بعض خود پسند اور شوہر میں عیب نکالنے والی ہوتی ہیں، شوہر اگر اس کی عزت کرے تو وہ اس کو اپنا حق سمجھتی ہیں، اور کسی احسان پر شکر ادا کرنا اس کے مزاج کے خلاف ہوتا ہے۔تھوڑے پر وہ راضی نہیں ہوتیں، شوہر کے خلاف اس کی زبان تیز دھاری تلوار کی طرح ہوتی ہے۔ بدخوئی نے اس کے چہرے سے حیا کا پردہ ہٹا دیا ہوتا ہے، وہ اپنے چہرے کی بے پردگی سے شرماتی نہیں، اور نہ وہ اپنے پڑوسی سے شرماتی ہیں، ایسی عورت بھونکنے والی اور چیرنے پھاڑنے والی کتیا ہوتی ہے۔

اس عورت کے نقصانات

ایسی عورت کے شوہر کا چہرہ زخمی ہوتا ہے اور اس کی آبرو پر گالیاں برستی ہیں۔

وہ نہ اس کے دین کا خیال رکھتی ہے اور نہ ہی دنیا کا، نہ اس کے ساتھی ہونے کا خیال رکھتی ہے اور نہ زیادہ اولاد کا، اس کے شوہر کا پردہ چاک ہوتا ہے اور راز پھیلا ہوا اور بھلائی دفن ہوتی ہے، صبح غمگین ہوتا اور شام کو قابل سرزنش اس کا پینا کڑوا اور کھانا سخت ہوتا ہے، بچے اس کے ضائع اور گھر تباہ ہوتا ہے، کپڑے میلے سر پراگندہ ہوتا ہے اگر سہے تو ناتواں نظر آئے، اور بات کرے تو غضبناک دکھائی دے۔ دن اس کا رات اور رات اس کی ہلاکت کی گھات ہوتی ہے۔ وہ اسے اس طرح ڈستی رہتی ہے جیسا کہ زخمی کرنے والا سانپ اور ایسا ڈنگ مارتی ہے جیسا کہ زرد رنگ کا بچھو ڈنگ مارتا ہے۔

ایک خطرناک قسم

عورتوں میں سے بعض بوڑھی لمبی بداخلاق سخت زہریلی دھمکانے والی اور جھوٹی ہوتی ہیں۔ ہواؤں کے ساتھ چلنے والی اور ہر پر والے پرندے کے ساتھ اڑنے والی، اگر شوہر ہاں کہے تو وہ نہیں کہے گی، اگر وہ نہیں کہے تو وہ ہاں کہے گی، شوہر کے لئے ذلتوں کا باعث، جو کچھ شوہر کے پاس ہو اس کو کمتر سمجھنے والی شوہر کے لئے مثالیں بیان کرنے والی، دنیا بھر کے لوگوں کو چھوڑ کر صرف شوہر کو طعن زنی کا نشانہ بنانے والی، ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف اس کو منتقل کرتی رہتی ہے، یہاں تک کہ اس کو اپنے گھر سے نفرت ہو جائے، اور اس کی اولاد کی زندگی اجیرن ہو جائے، اور وہ اپنے آپ کو حقیر سمجھنے اور اس کے بھائی اس سے نفرت اور اس کے پڑوسی اس پر رحم کھانے لگتے ہیں۔

بے وقوف عورتیں

عورتوں میں سے بعض بے وقوف ناواقف جگہ پر برسنے والی زبان سے چبانے والی، جو کام اس کے مناسب نہ ہو اس میں ہاتھ ڈالنے والی، اپنے شوہر کی محبت پر صبر کرنے والی، اور اس کی کمائی پر راضی رہنے والی، چرنے والے گدھے کی طرح کھاتی ہو، سورج کے پھیلنے کے بعد اس کی کوئی آواز سنائی نہ دے گی، یعنی سوتی رہے گی، گھر اس کے بغیر جھاڑو دیئے گندا پڑا رہے گا، تو صبح میں کھانا رات والا ہی ہوگا، برتن اس کے گندے ہوں گے، اور آٹا اس کا کھٹا ہوگا، اور اس کے ہاتھ سے کچھ نکلنا ممنوع ہوگا، اس کے خادم کو مار پڑ رہی ہوگی، اور پڑوسی حالت جنگ میں ہوگا۔

مہربان اور پسندیدہ عورتیں

عورتوں میں سے بعض مہربان محبت کرنے والی ہوتی ہیں، بابرکت بچے جننے والی، شوہر کی عدم موجودگی میں امانت دار، اپنے پڑوسیوں میں باپردہ، ظاہر و باطن میں اچھے اخلاق کی حامل شریف اور فرمانبردار، بہت زیادہ مہربان، پست آواز والی، گھر کو

صاف رکھنے والی، اس کا خادم موٹا اور بیٹا خوب بنا سنورا، اس کی بھلائی دائمی، پاکدامنی اور نیکیوں کے ساتھ موصوف ہوتی ہے۔

میرے بیٹے اللہ تجھے ان لوگوں میں سے کرے جو ہدایت کی اقتدا کرتے ہیں۔

اور تقویٰ کا اہتمام کرتے ہیں اللہ کی ناراضگی سے بچتے ہیں اور اس کی رضا کو پسند کرتے ہین، میرے بعد اللہ ہی تم پر میری جگہ خیر خواہ ہے، وہ تیرے معاملات کا متولی ہے۔

ولا حول والا قوة الا باالله، وصلى الله على محمد نبي السيدى وعلىٰ آله وسلم تسليماً كثيرا.

باب (۳۶)

﴿مسلمانوں سے قطع تعلق کی مذمت﴾

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو، اور ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو، اور اے اللہ کے بندو، بھائی بھائی بن کر رہو۔[1]

امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا آپس میں نہ حسد کرنا جائز ہے اور نہ ہی ایک دوسرے سے بغض رکھنا اور نہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا اور نہ ہی ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرنا صحیح ہے۔ بلکہ ان کو جیسا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، بھائی بھائی بن کر رہنا چاہئے ایک کی تکلیف کو دوسرا شخص محسوس کرے اور ایک کی خوشی میں دوسرا شریک ہو۔ اپنے دل سے دھوکہ دہی اور فریب کو نکال کر اپنے دل کے خیالات اللہ کے سپرد کرے۔ اس کے ساتھ قضائے الٰہی میں جو لکھا ہوا ہے اس پر راضی رہے کسی کی لغزش کو دیکھ کر اس سے قطع تعلق نہیں کرنا چاہئے۔ عفو و درگزر اور لطف و کرم کی چادر ڈال دینی چاہئے۔

معاویہ بن جعفر نے کہا:

لا یزھدنک فی أخ لک أن تراہ زل زلۃ

(ترجمہ) ''اپنے بھائی کی کسی لغزش کو دیکھ کر اس سے کنارہ کش ہرگز نہ ہو جاؤ۔''

بعض اوقات انسان کو اس کے قریبی ساتھی بدترین جگہ پر پھینکتے ہیں اور ایسے لوگ بھی ان سے خیانت کر جاتے ہیں جن کے ہمراز ہونے پر اس کو اعتماد ہوتا ہے اور

---

[1] صحیح مسلم (۴/۱۹۸۳) حدیث نمبر ۲۵۵۹

موت وہ سب سے بڑا حادثہ ہے جو انسانی طبیعت پر آتا ہے۔

حمید بن عیاش نے کہا

ولاتک فی حب الاخلاء مفرطا فإن أنت أبغضت البغیض فأجمل

فإنک لاتدری متی انت مبغض حبیبک أوتهوی البغیض فأعقل

(ترجمہ) ''دوستوں کی محبت میں حد سے تجاوز مت کرو، کسی سے نفرت ہو جائے تو بھلائی کا دامن نہ چھوڑو کیونکہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ کب تم دوست سے نفرت اور جس سے نفرت تھی اس سے محبت کرنے لگو لہٰذا سمجھداری سے کام لو۔''

ثعلب نے کہا

وما صدودُ ذوات الدل یُز مضُني لکنما الموت عندی صدُّ إخوانِي

انی لأصبُر مِن عَوْد بہ جُلبٌ عند الملمات إلا عند هجران

اذا رأیتِ ازورارا من اخی ثقة ضاقت علی برجب الارض أوطاني

(ترجمہ) ''اچھی سیرت والے لوگوں کے اعراض سے مجھے تکلیف نہیں ہوتی ہے لیکن میرے نزدیک موت ہی دوستوں سے رکاوٹ ہے۔ حادثات کے وقت میں اس بوڑھے اونٹ پر جس کے جسم پر دانے ہوں اور صبر کر سکتا ہوں لیکن دوستوں کی جدائی ناقابل برداشت ہے۔ جب میں اپنے بااعتماد دوست میں بے رخی دیکھتا ہوں تو باوجود زمین کی کشادگی کے مجھ پر میرا وطن تنگ ہو جاتا ہے۔''

ابو حاتم نے کہا کہ انسان کے لئے نامناسب ہے کہ وہ محبت کا اظہار کر کے دوستوں میں داخل ہو جائے۔ پھر معمولی وجہ سے ان کو غمگین کر کے قطع تعلق کر لے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قطع تعلق کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ یہ عادت بیوقوفوں اور عوام کی ہے۔

بلکہ اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ لغزشوں سے درگزر کرے اور بے ہودہ باتوں پر جھگڑنے سے دور رہے۔ خاص طور پر جب کسی دوست کے بارے میں ایسی بات کی جائے جس میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال ہو کیونکہ انسانوں کے تعلقات تیروں کی اس کمان کی طرح ہیں جس میں کچھ عیب ہو۔

محمد بن حمید نے کہا۔ اشعار

ومن ذامن عیوب الناس ناجٍ ... بحق قیل فیہ أو قراف

قبیح بي اذا خاللتُ خلا ... ولازم خُلق أن لا أکافي

وکلُّ مودة لاخیر فیھا ... اذالم تحتمل حق المصافی

فأما فی الکلام فکم و فی ... و لکن فی الشدائد لا یوافی

اذا أُحببتُ لم أنقض إخائی ... وَلم إبن إلا خاء علی اعتساف

ولکن أمنح الکرماء وُدًا ... وَلا ادعو اللئام إلی العطاف

اذا ماالمرء أدبر لم تُطقہ ... وَصَار المستقیم إلی خلاف

(ترجمہ) ''لوگوں کے عیوب سے کس کو نجات مل سکتی ہے؟ چاہے وہ عیوب ان میں واقعۃً ہوں یا منسوب کر دیئے گئے ہوں۔ مجھے یہ بات بری لگتی ہے کہ میں کسی سے دوستی لگاؤں اور پھر جب وہ میرا دوست بن جائے تو میں اس سے برابری نہ کروں۔ اس دوستی میں کوئی بھلائی نہیں ہے جو خالص دوست کا حق ادا نہ کر سکے۔ یعنی باتوں میں وفاداری کی جائے اور مشکلات میں بے وفائی کی جائے جب میں محبت کرتا ہوں تو اس کو نہ ہی توڑتا ہوں اور نہ ہی سخت وقت میں اس کو اپنے سے علیحدہ کرتا ہوں۔ باعزت لوگوں کو میں محبت دیتا ہوں اور کمینوں کو میں شفقت کی طرف نہیں بلاتا۔ انسان جب پیٹھ پھیر لے تو یہ ناقابل برداشت ہوتا ہے اس کو دیکھ کر سیدھے راستے پر گامزن شخص الٹے راستے پر چلنے لگتا ہے۔''

اپنے عیوب کی پہچان

حسین بن حریث کہتے ہیں کہ ایک آدمی سے پوچھا گیا کیا تمہارا کوئی عیب ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس سے کہا گیا کیا تم میں کوئی عیب نکالنے والا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ کہنے والے نے کہا پھر تو تم میں کتنے ہی عیوب ہیں۔

امام ابوحاتم کہتے ہیں تین چیزیں قطع تعلق کا باعث ہوتی ہیں۔

۱۔ دوست سے لغزش سرزد ہو جائے اور اس سے درگزر اور اس کا مداوا نہ کیا جائے۔

۲۔ کوئی چغلخور اور ملامت کرنے والا آپ کے سامنے آپ کے دوست کے عیوب بیان کرے اور آپ اس کی تصدیق کریں اور دوست کا عذر قبول نہ کریں۔

۳۔ کسی کا تنگ دل ہونا، تنگدلی صحبت کو ختم کرتی ہے اور تنگدل کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔

بعض اہل ادب نے کہا۔ شعر

ان الـــمـــلـــولة وُدُّہٗ مـثـل الســراب یـذم ورده

(ترجمہ) "تنگدل کی دوستی سراب کی مانند ہے۔ اس سے دوستی قابل مذمت ہے"

یا اس چمکنے والے زائد بادل کی طرح ہے جو اپنا وعدہ پورا نہ کرے۔ یا اس تلوار کی طرح ہے کہ جب تم ضرب لگانے کے لئے اسے حرکت دو اس کی دھار کند ہو جائے۔ تنگدل کی دوستی ہرگز قبول نہ کرو۔ اس کا وعدہ وعید دونوں جھوٹ۔ ایک نظر وہ تم سے محبت کرنے والا ہوگا اور دوسرے لمحے میں اس کی بے رخی تم پر عیاں ہو جائے گی۔ تم دیکھو گے کہ اس کے اخلاق بدل جائیں گے اور رخسار اس کی ایک طرف جھکی ہوگی۔

سفیان کہتے ہیں۔ ابن شبرمہ سے ان کے ایک دوست نے جفا کی تو انہوں نے اس کی طرف یہ لکھا۔

کلا فا غنی عن اخیہ حیاتہ ونحن اذا متنا أشد تغانیا

(ترجمہ) "ہم میں سے ہر ایک اپنی زندگی میں ایک دوسرے سے مستغنی ہے اور مرنے کے بعد تو ہم اور زیادہ ایک دوسرے سے مستغنی ہو جائیں گے۔"

ابو حاتم کہتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھے۔ جس نے اس طرح کیا تو اس نے نبی کریم ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی[1] کی۔ بہترین شخص وہ ہے جو سلام میں ابتداء کرے، سلام میں سبقت کرنے والا جنت کی طرف سبقت کرتا ہے۔ ایک سال تک اپنے[2] بھائی سے قطع تعلق کرنا اس کا خون بہانے کی طرح ہے، قطع تعلقی[3] کی حالت میں مرنے والا آگ میں داخل ہوگا۔ الا یہ کہ اللہ اس پر اپنا فضل فرمائے۔

زیادہ سے زیادہ تین دن تک قطع تعلقی جائز ہے۔

محمد بن حسن نے کہا۔

یا سیدی عندک بی مظلمة فاستفت فیھا ابن أبی خیثمة

فإنّہ یرویہ عن شیخہ قال روی الضحاک عن عکرمہ

عن ابن عباس عن المصطفیٰ نبینا المبعوث بالمرحمة

إن صدود الخل عن خلة فوق ثلاث ربنا حرمہ

(ترجمہ) "اے سردار تم پر میرا ایک حق ہے۔ اس کے بارے میں ابن ابی خیثمہ سے پوچھو وہ اپنے استاذ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ضحاک عکرمہ سے نقل کرے اور عکرمہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ وہ نبی رحمت ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دوست کا دوسرے کو تین دن سے زیادہ چھوڑنا اللہ نے حرام کیا ہے۔"

---

[1] صحیح بخاری [2] ابوداؤد [3] احمد ابوداؤد

محمد بن شاہ نے کہا۔

ما ودني احد الا بذلت له صفوا المودة متى آخر الابد

ولا جفاني وان كنت المحب له إلاّ دعوت له الرحمٰن بالرشد

ولا ائتمنتُ على سر فبحت به ولا مددتُ إلى غير الجميل يدي

ولا اخون خليلي في خليلته حتى أغيب في الأكفان واللحد

(ترجمہ) ''مجھ سے جس نے محبت کی میں نے آخری دم تک اس کو خالص محبت دی ہے۔ میری محبت کے باوجود اگر وہ مجھ سے جفا کرے تب بھی اس کے لئے رحمان سے راہ راست کی دعا مانگتا ہوں۔ جب بھی مجھے وہ راز دار بناتا ہے میں اس کا راز افشا نہیں کرتا اور میں نے کبھی غیر پسندیدہ چیز کی طرف اپنا ہاتھ نہیں پھیلایا۔ میں اپنے دوست کی دوستی میں خیانت نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ کفن اور لحد میں غائب ہو جاؤں۔''

باب (۳۷)

تکلیف کے وقت بردباری اپنانے کی ترغیب

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

بغیر لغزش کے کوئی بردبار نہیں بنتا اور بغیر تجربے کے کوئی حکیم نہیں بنتا۔[1]

ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ حدیث اسی قسم میں سے ہے جس کا تذکرہ میں نے اپنی کتاب فصول السنن میں کیا ہے۔ کہ عرب ایک چیز جب دوسری چیز کے قریب ہو اگرچہ اس تک نہ پہنچی ہو تب بھی اس کو اس کا نام دے دیتے ہیں۔ اسی طرح جب کسی چیز میں تھوڑی سی بھی کمی ہو تو اس کے نام کی اس سے نفی کر دیتے ہیں چونکہ اکثر انسان کو اس وقت تک بردبار نہیں کہا جاتا جب تک کہ اس میں تھوڑی لغزش سرزد ہونے کا مادہ نہ پایا جائے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے اس شخص سے بردبار ہونے کی نفی کی جس سے لغزش سرزد نہ ہو۔ کیونکہ وہ مکمل بردبار کے اوصاف کے ساتھ متصف نہیں ہوتا۔ بردبار عظیم الشان، بلند مرتبہ والا ہوتا ہے اس کا معاملہ قابل احترام اور اس کا عمل پسندیدہ ہوتا ہے۔

بردباری کی تعریف

نفس پر جب کوئی خلاف طبیعت ناگوار حالت آئے تو اس کو ممنوع کاموں سے روکنے کا نام بردباری ہے پس بردباری معرفت، صبر، سکون و وقار پر مشتمل ہے۔ درگزر کو اگر قدرت کے ساتھ ملا دیا جائے تو اس سے بہتر کوئی چیز دوسرے سے نہیں ملائی جاسکتی۔ جو انتقام پر قدرت کے باوجود بردباری کا مظاہرہ کرے تو یہ اس کے

---

[1] مسند احمد ۳ ص ۸، ۳ ص ۶۹۔ مسند احمد احمد و ترمذی حدیث نمبر ۲۱۰۲۔ ابن حبان حدیث نمبر ۲۰۷۸

ساتھ کتنا اچھا لگے گا۔

ضمرہ کہتے ہیں کہ بردباری عقل سے بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ نے خود کو بردبار کہا ہے۔

محمد بن عبداللہ زنجی نے کہا

الم تر أنّ الحلم زينٌ مسودٌ　　لصاحبه والجهل للمرء شائن

فكن دافنا للشر بالخير تسترح　　من الهم إن الخير للشر دافن

(ترجمہ) ''کیا تم نہیں جانتے کہ بردباری زینت ہے۔ جو انسان کو سردار بناتی ہے اور جہالت انسان کے لئے باعث عیب ہے۔
برائی کو بھلائی سے دفن کرو۔ غم سے نجات پاؤ گے بیشک بھلائی برائی کو دفن کرنے والی ہے۔''

محمد بن اسحاق نے کہا۔

إن شئت يومًا أن تسود عشيرة　　فبالحلم سُدْ لا بالتسرع والشتم

وللحلم خيرُ فاعلمنّ مغبّة　　مِن الجهل إلا أن تشرِسَنّ مِن الظلم

(ترجمہ) ''جب کسی قبیلے کی سرداری چاہو تو بردباری سے اسے چاہو۔ نہ کہ جلد بازی اور گالی گلوچ سے۔ خوب جان لو کہ بردباری انجام کار کے اعتبار سے جہالت سے بہتر ہے۔ الا یہ کہ تم ظلم سے بچنے کے لئے بداخلاقی کرو۔''

علی بن محمد بسامی نے کہا

فارْضَ بما حُمَّ من قضاء　　يُصِبك من ذالك الخيار

وَعِشْ حميدًا رخيَّ بال　　مازانك الحلم والوقار

(ترجمہ) ''قضائے الٰہی جو فیصلہ کرے اس پر راضی رہو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ اچھے اور آسودہ حال ہو کر زندگی گزارو۔ جب تک بردباری اور وقار تمہیں مزین رکھے۔''

بردباری کی عظمت کی دلیل

ابوحاتم کہتے ہیں کہ بردباری کے خوبصورت اور عظیم الشان ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کے ساتھ اللہ نے خود کو موصوف کیا ہے پھر انبیاء علیہم السلام میں سے صرف اپنے دوست ابراہیم علیہ السلام اور اپنے نام پر ذبح ہونے والے اسحاق[1] کو اس کے ساتھ موصوف کیا ہے۔ فرمایا۔

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (هود) فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ (الصافات)

اگر بردباری میں صرف یہ دو خصلتیں ہی پائی جاتیں تو تب بھی عاقل کو چاہئے تھا کہ جتنا ممکن ہو سکے اس کا دامن نہ چھوڑے۔ ایک یہ کہ اس کے ذریعے انسان گناہوں سے محفوظ رہتا ہے دوسرا یہ کہ اس کے ذریعے انسان غلط جگہوں پر جانے سے بچ جاتا ہے۔ بردباری ایک خصلت ہے یا ایک تجربہ ہے یا وہ ان دونوں سے مرکب ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد

ہشام اپنے والد عروہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ یہ کہتے ہوئے سنا کہ بردباری تجربے کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

منصر بن بلال نے کہا۔

صاف الصديق بوده واذا دنا شبرا فزده
واحلم اذا نطق السفيه فمن يرد جهلا يرده

(ترجمہ) ''دوست کے لئے محبت خالص کرو۔ جب وہ ایک بالشت قریب ہو تو تم بھی محبت میں بڑھو۔ بے وقوف بولے تو بردباری سے کام لو، جو جہالت کرے گا وہ جہالت کو ہی پائے گا۔''

---

[1] یہ غلط ہے صحیح یہ ہے کہ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ ہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو سیوطی کی القول الفصیح فی تعیین الذبیح ۱۲۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ علم سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے اور بردباری بردبار بننے سے حاصل ہوتی ہے جو بھلائی چاہتا ہو وہ اس کو مل ہی جاتی ہے جو برائی سے بچنا چاہتا ہو وہ بچ ہی جاتا ہے۔

کریزی نے کہا۔ اشعار

اذا انا کافیت الجھول یفعلہ فھل أنا إلا مثلہ إذ أحاورہ
ولکن إذا ماطاش بالجھل طائش علیّ فإنی بالتحلم قاھرہ

(ترجمہ) ''جاہل کو اگر میں جہالت سے ہی بدلہ دوں تو اس طرح کرنے سے تو میں اس کی طرح ہی ہوں گا۔ کوئی جاہل جہالت کے ساتھ اگر مجھ پر غضبناک ہوتا ہے تو میں بردباری کے ساتھ اس پر غالب آجاتا ہوں۔''

بردباری علم کا لباس ہے

عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنے بھائی کو لکھا۔ یاد رکھ بردباری علم کا لباس ہے لہٰذا اس سے خالی نہ رہو۔

ابوحاتم کہتے ہیں کہ عقلمند تمام لوگوں سے بردباری سے پیش آتا ہے۔ اگر بردباری اس کو مشکل لگے تو وہ بردبار بننے کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اس طرح کرنے سے بردبار کے مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے۔ بردباری کا پہلا درجہ معرفت ہے۔ پھر اس کی جستجو۔ پھر مضبوط ارادہ۔ پھر صبر کی کوشش، پھر تقدیر الٰہی پر راضی رہنا۔ آخر میں خاموشی اور درگزر ہے۔ مرتبہ اسی کو ملتا ہے جو برے سے بھلائی کرے جو اچھے سے اچھائی کرے۔ اور اگر وہ اس شخص سے بردباری کرے جو اسے نقصان دہ نہیں تو یہ کوئی بردباری اور نیکی نہیں ہے۔

حضرت وہب بن منبہ کی نصیحت

وہب بن منبہ نے کہا۔ اے بیٹے علما سے مت لڑنا، ورنہ تم ان کی نظروں سے

گر جاؤ گے اور وہ تمہیں چھوڑ دیں گے۔ اور بے وقوفوں سے نہ جھگڑنا ورنہ وہ تم سے جہالت سے پیش آیا کریں گے۔ اور تمہیں گالیاں دیں گے۔ علماء کے ساتھ وہ رہ سکتا ہے جو صابر اور ان کی بات پر اعتماد کرنے والا ہو اور بے وقوف سے وہ بچ سکتا ہے جو خاموش رہے۔ یاد رکھو کہ اگر تم فقیہہ سے جھگڑو گے تو وہ غصے میں بڑھے گا فقیہہ اگر کم علم کی بات سنائے تو برا مت مانو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ زیادہ سکھانا شروع کردے جو تمہیں ناگوار گزرے۔ اس کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے خود کو پست نہ کرو جاہل اگر تم سے جہالت کرے تو اپنی بردباری کو کام میں لاؤ۔ اگر دوسرے کے بھلائی کرنے پر تم اس سے بھلائی کرو تو پھر تمہیں کیا اجر ملے گا؟ اور تمہارا اس پر کیا احسان ہوگا؟ احسان کرنا چاہو تو ایسے سے کرو جو تم سے برا سلوک کرے۔ اس سے درگزر کرو جو تم پر ظلم کرے۔ اس کو نفع دو جو تمہیں نفع نہ دے اور اجر کی توقع اللہ سے رکھو۔ اس لئے کہ مکمل نیکی وہ ہوتی ہے جس کا کرنے والا دنیا میں اجر کا طالب نہ ہو۔

محمد بن حبیب واسطی نے کہا۔

اذالمرء لم یصرف عذا بامن الأذی حیأ ولم یغفر لأخرق مذنب

فلم یصطنع إلا قلیلا صدیقة ومن یدفع العوریٰ بالحلم یغلب

(ترجمہ) ''حیا کی وجہ سے انسان جب تکلیف کے عذاب کو نہ پھیرے اور بڑے گناہ گار کو نہ بخشے تو وہ بہت کم دوست بنا سکے گا۔ اور جب عیب کو بردباری سے دفع کریگا وہ غالب ہوگا۔''

عبدالعزیز بن سلیمان ابرش نے کہا:

احفظ لسانک إن لقیت مشاتما لاتجرینّ مع اللئیم إذا جری

من یشتری عرض اللئیم بعرضه یحوی النّدامة حین یقبض ماشتری

(ترجمہ) ''گالی دینے والے سے ملاقات ہو تو اپنی زبان کی حفاظت کرو۔ کمینہ چل رہا ہو تو اس کے ساتھ نہ چلو۔ اپنی آبرو دے کر جو کمینے کی آبرو خریدے گا تو وہ خریدی ہوئی چیز کو پکڑتے

وقت ندامت میں ڈوبے گا۔"

بردباری کا مظاہرہ

ابن مبارک کہتے ہیں کہ ابن عون نے ہمیں کھانے پر بلایا۔ ہم کھا رہے تھے کہ خادمہ تھال لے کر آئی۔ جب وہ پھسلی تو تھال اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ تو ابن عون نے کہا۔ ڈرو مت تم آزاد ہو۔

عروہ جب یمن کا والی بنا تو اس کے والد محمد بن سعدی نے اس سے کہا: جب غصہ آئے تو پہلے اپنے اوپر آسمان اور اپنے نیچے زمین کو دیکھنا۔ پھر ان کو پیدا کرنے والے کی عظمت کا تصور کرنا۔

غصہ کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عاقل پر لازم ہے کہ جب اسے غصہ آئے تو وہ اپنے جرائم اور گناہ پھر اس پر اللہ کی کثرت بردباری کو یاد کرے۔ پھر خود بردباری سے کام لے اور غصے کی وجہ سے کسی گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو آپ سے بڑا ہے۔ دوسرا وہ جس سے آپ بڑے ہوں۔ تیسرا جو عزت میں آپ کے برابر ہے۔ جس سے آپ بڑے ہوں۔ اس پر جہالت کرنا قابل ملامت ہے اور جو آپ سے بڑا ہے۔ اس پر جہالت کرنا ظلم ہے اور جو آپ کے برابر ہے اس پر جہالت کرنا ایسا ہے جیسا کہ دو کتوں کا آپس میں لڑنا اور دو مرغوں کا آپس میں مقابلہ کرنا کہ جب لڑائی ختم ہو تو دونوں کے جسموں پر خراش اور زخم ہوں اور اس کے ساتھ جدائی، جہالت اور بردباری سے پیش نہ آنا جیسا اکثر دو بے وقوفوں میں ہی ہوتا ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

مـاتـم حِلمٌ ولا علم بلا أدبٍ ۔۔۔ وَلا تـجـاهـل فِي قوم حليمان

ومـا التجـاهل إلا ثوب ذي دلس ۔۔۔ ويــس يلبسه إلا سفيهان

(ترجمہ) "بغیر ادب کے نہ علم مکمل ہے اور نہ ہی بردباری اور دو

بردباروں میں جہالت کا مظاہرہ نہیں ہوسکتا۔ جہالت تو ایک گندا کپڑا ہے۔ جس کو صرف بے وقوف ہی پہنتے ہیں۔"

ابن زنجی بغدادی نے کہا:

وما شیءٌ اسرُّ إلی لئیم إذا شتم الکرام من الجواب

متارکۃ اللئیم بلاجواب اشدُّ علیہ من مرِّ العذاب

(ترجمہ) "کمینے کو سب سے زیادہ خوشی اسوقت ہوتی ہے جب شریف لوگ جواب میں گالیاں دیں۔ کمینے کو بغیر جواب دیئے چھوڑنا۔ یہ اس پر کڑوے عذاب سے زیادہ سخت ہے۔"

کریزی نے کہا:

تجرّد ما استطعت من السفیہ بحسن الحلم إنّ العز فیہ

فقد یعصی السفیہ مؤدبہِ ویُبْرِمُ باللجاجۃ منصفیہ

تلین لہ فیغلظ جانباہ کعیر السوء یرمح عالقیہ

(ترجمہ) "بردباری سے جتنا ہوسکے بے وقوف سے دور رہو۔ اسی میں عزت ہے بے وقوف کبھی اپنے ادب سکھانے والوں کی بھی نافرمانی کرتا ہے اور کبھی بے وقوفی میں حد سے بڑھ کر وہ اپنے سے انصاف کرنیوالوں کو بھی غضبناک کر دیتا ہے۔ تم اس سے نرمی کرو گے تو اس کے دونوں طرف سخت ہو جائیں گے۔ برے گدھے کی طرح۔ جو اپنے محبت کرنیوالے کو بھی لاتیں مارتا ہے۔"

حضرت جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ کا قول

حفص بن غیاث کہتے ہیں کہ میں جعفر بن محمد کے پاس بیٹھا تھا اور ایک آدمی دوسرے کی یہ کہہ کر کہ اس نے مجھے اس طرح کہا۔ اس نے میرے ساتھ یہ کیا۔ شکایت کررہا تھا۔ تو جعفر نے اس کو کہا: جو تمہاری عزت کرے تم اس کی عزت کرو۔ جو تم کو حقیر

سمجھے تم اپنے آپ کو اس سے دور رکھو۔

ابو حاتم کہتے ہیں۔ بردباری کو اگر علم کے ساتھ ملا دیا جائے تو اس سے زیادہ اور حسین امتزاج کوئی نہیں ہوسکتا۔ بردباری اگر عالم سے رہ جائے تو اس سے زیادہ کوئی وحشتناکی نہیں ہوسکتی۔ اگر بردباری کے والدین ہوتے تو وہ عقل اور خاموشی ہوتی۔ وقت بعض دفعہ عاقل کو ایسے شخص کے سامنے کر دیتا ہے جس کے آگے بردباری اور درگزر نہیں چلتا تو اس وقت انسان کو کبھی کبھی بردباری کو چھوڑ کر بے وقوف کی مدد بھی لینی چاہئے اور انسان مدد کیلئے کسی بے وقوف کا محتاج ہوتا ہے۔ بعض دفعہ بردباری کو چھوڑنا بھی عقلمندی ہوتا ہے۔

سلیمان بن موسیٰ کا قول

سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں: کہ ایک آدمی سلیمان بن موسیٰ کے پیچھے ہی پڑ گیا۔ تو سلیمان خاموش رہے اور ان کے بھائی نے ان کی مدد کی۔ تو مکحول نے کہا: جس کے لئے کوئی بے وقوف نہ ہو۔ وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی بردباری کا واقعہ

عبدالرحمان بن قاسم کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے شیطان[1] الطاق سے کہا: تمہارا متعہ کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اس نے کہا حلال ہے۔ امام صاحب نے کہا کہ اگر تمہاری والدہ نکاح متعہ کرے تو پھر؟ تو وہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ اے ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ تمہارا نبیذ[2] کے بارے میں کیا خیال ہے۔ امام صاحب نے کہا: حلال ہے، پھر پوچھا: اس کا بیچنا اور خریدنا؟ امام صاحب نے فرمایا وہ بھی جائز ہے تو اس نے کہا کہ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہاری والدہ نبیذ بیچنے والی ہو؟ امام صاحب خاموش رہے جواب نہ دیا۔ مکحول کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ کوئی جاہل نہ ہو وہ صحیح بردبار نہیں

---

[1] یہ مشہور شیعی شاعر تھا۔

[2] ایک قسم کی شراب

ہو سکتا۔

تین افراد رحم کے قابل نہیں

مہدی بن سابق کہتے ہیں کہ مامون نے کہا:

بادشاہوں کو چاہئے کہ تین آدمیوں کے علاوہ ہر ایک سے بردباری سے پیش آئیں ایک وہ جو سلطنت میں قدغن لگائے۔ دوسرا وہ جو راز فاش کرے تیسرا وہ جو آبرو سے تعرض کرے۔

بردباری کی دو اقسام

ابو حاتم کہتے ہیں کہ بردباری دو قسم پر ہے۔

۱۔ تقدیر الٰہی جو مصائب لائے اس پر صبر کرے اور ایسا کام نہ کرے جو عقلمندوں کی شان کے لائق نہ ہو۔

۲۔ دل اللہ کی نعمتوں میں سے کسی کو چاہے اور وہ نہ ملے پھر نہ ملنے پر صبر کرے۔

جس نے خود کو بردباری کا عادی بنایا ہو اس کو ان خیالات میں مشکل پیش نہیں آتی کیونکہ ہونا نہ ہونا اس کے ہاں برابر ہوتا ہے۔

بردباری کا معلم

احنف بن قیس سے پوچھا گیا کہ آپ نے بردباری کس سے سیکھی ہے؟ انہوں نے کہا: قیس بن عاصم سے۔ ایک مرتبہ وہ پیٹھ اور پنڈلیوں کو کپڑے سے باندھ کر بیٹھے تھے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور یہ ناگہانی خبر سنائی کہ تمہارے بھائی کے بیٹے نے تمہارے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔ تو انہوں نے کہا؟ اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اپنے کندھوں کو توڑا۔ اور قطع رحمی کی۔ میرے بیٹے کی تجہیز و تکفین کا انتظام کر دو۔ پس اتنا کہا اور جس کپڑے سے پیٹھ اور پنڈلیاں باندھ کر بیٹھے تھے وہ بھی نہ کھولا۔ پس انہی سے میں نے بردباری سیکھی۔

جعفر بن سلیمان کہتے ہیں کہ بصرہ میں ایک عبادت گزار عورت تھی۔ اس پر

مصائب آتے تھے اور وہ صبر کرتی تھی ایک دفعہ اس پر سخت تکلیف دہ مصیبت آئی تو اس نے اس پر بھی صبر کیا۔ اس کے متعلق میرے دریافت کرنے پر اس نے کہا: جب بھی مجھ پر کوئی مصیبت آتی ہے تو میں جہنم کی آگ کا تصور کرتی ہوں اور وہ مصیبت میری آنکھوں میں مٹی کی طرح ہو جاتی ہے۔

بکر بن قصر کہتے ہیں ابو الھیثم کے یکے بعد دیگرے چھوٹا اور پھر بڑا بیٹا فوت ہو گئے۔ ان کے دوست ان سے تعزیت کرنے آئے تو وہ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے تھے۔ آنے والے لوگوں سے انہوں نے کہا قیامت کے غم نے مجھے تنہا کر دیا اب نہ آنیوالی کسی چیز سے خوش ہوتا ہوں اور نہ کسی چیز کے جانے سے مجھے غم ہوتا ہے۔

اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں: کہ شریح کا بیٹا فوت ہو گیا۔ اس پر وہ نہ چیخے اور نہ چلائے اور نہ ہی اس کی وفات کا کسی کو علم ہوا۔ ان سے پوچھا گیا اے ابو آمنہ۔ اس کی طبیعت کیسی ہے؟ تو وہ بولے اس کی بے چینی ختم ہو گئی۔ اور اس کے اہل خانہ پر امید ہو گئے اور جب سے وہ بیمار ہوا مجھے ایک رات میں بھی سکون نہیں ملا۔ انتھی[1]

باب (۳۸)

جملہ امور میں نرمی کو مدنظر رکھنا اور جلد بازی سے پرہیز کرنا

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو نرم مزاجی دی گئی اس کو بھلائی کا وافر حصہ مل گیا اور جس کو نرم مزاجی نہ ملی وہ گویا بھلائی سے محروم رہ گیا۔

حضرت ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں سمجھدار آدمی کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام کاموں میں نرم خوئی سے کام لے اور جلد بازی کو چھوڑ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام امور میں میانہ روی کو پسند فرماتے ہیں اور جو کوئی معتدل مزاج نہ ہو وہ بھلائی سے محروم رہ گیا جیسا کہ معتدل مزاج آدمی بھلائی کا پانے والا ہے آدمی جس چیز کی بھی جستجو کرتا ہے اگر وہ جلد بازی کو چھوڑ کر سمجھداری سے کام لیتے ہوئے میانہ روی اختیار کرے تو اپنے مطلوب کو بسہولت پالیتا ہے۔

مجھے منتصر بن بلال انصاری نے یہ اشعار سنائے

وزن الکلام اذا نطقت ، فانما   یبدی العقول او العیوب المنطق

(ترجمہ) ”جب تو بولے تو اپنی بات کو تول لیا کرو۔ کیونکہ گفتگو ہی آدمی کی عقل یا گفتگو کے عیوب کو ظاہر کرتی ہے“

لاألفینک ثاویا فی غربۃ   ان الغریب بکل سھم یرشق

(ترجمہ) ”میں تجھے کبھی بھی پردیس میں کھڑا نہ پاؤں ۔ کیونکہ پردیسی ہی ہر تیر کا نشانہ بنتا ہے۔“

لو سار ألف مدجج فی حاجۃ   لم یقضھا الا الذی یترفق

(ترجمہ) ''اگر ہزار آدمی بھی کسی ضرورت کو پورا کرنے پر مصر ہوں تو اسے صرف معتدل مزاج ہی پورا کر سکے گا۔''

کسی چیز کی جستجو میں حد سے بڑھنا عیب ہے

حضرت ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں سمجھدار آدمی تمام حالات میں معتدل مزاج رہتا ہے کیونکہ اپنے مقصود کے حصول کیلئے حد سے بڑھ کر سعی کرنا عیب ہے جیسا کہ حصول مقصود کیلئے مطلوبہ کوشش سے کم محنت کرنا عاجزی ہے چنانچہ جب تک مزاج کو بہتر نہ بنایا جائے مشکل کام کو ٹھیک نہیں کیا جاسکتا۔ معتدل مزاجی سے بڑھ کر کوئی دلیل زیادہ تجربہ کار ثابت نہیں ہوسکتی جیسا کہ عقل سے بڑھ کر کوئی چیز مددگار ثابت نہیں ہوسکتی، معتدل مزاجی کے ذریعہ ہی آدمی نقصان سے بچ سکتا ہے اور نقصان سے بچنے میں ہی سلامتی ہے۔ معتدل مزاجی کو چھوڑ دینا ایک طبعی چیز سے اعراض کرنا ہے۔ جب آدمی کسی خرق عادت چیز کو اپنا لے تو ہلاکت کا خدشہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میانہ روی والا شخص ہی آگے بڑھتا ہے جیسا کہ جلد باز آدمی کامیاب نہیں ہوتا اور اسی طرح جو آدمی خاموشی اختیار کرتا ہے وہ نادم نہیں ہوتا۔ جس طرح زیادہ بولنے والا عیب سے سالم نہیں رہتا۔ جلد باز آدمی جاننے سے پہلے ہی فیصلہ کر جاتا ہے اور سمجھنے سے پہلے ہی جواب دے بیٹھتا ہے اور تجربہ کرنے سے پہلے ہی تعریف کرنی شروع کر دیتا ہے اور بسا اوقات پہلے تعریفیں کرتا ہے اور پھر اسی کی مذمت شروع کر دیتا ہے اور کسی کام کے متعلق سوچنے سے پہلے ہی کرنے کا تہیہ کر لیتا ہے اور کبھی قصد کرنے سے بھی پہلے کام کر گزرتا ہے، جلد باز آدمی ہمیشہ ندامت ہی میں رہتا ہے اس سے سلامتی دور ہی رہتی ہے، عرب لوگ جلد باز کو ''ام الندامات'' کہہ کر پکارتے ہیں۔

العجز ضر، وما بالجزم من ضرر واحزم الحزم سوء الظن بالناس

(ترجمہ) ''بے بسی نقصان دہ ہے اور پختہ یقین میں کوئی نقصان نہیں۔ لوگوں کے متعلق بدگمانی کرنے میں محتاط رہا کر۔''

لاتترک الحزم فی أمرٍ تحاذرہ فان امنت فما بالحزم من باس

(ترجمہ) ''جس کام میں تجھے ناکامی کا خوف ہو اس میں احتیاط کر۔ اگر تجھے اطمینان ہو سمجھداری سے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

کسی جلد باز کی تعریف نہیں کی جاتی

حضرت ابراہیم بن عمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہا جاتا ہے کہ کوئی بھی جلد باز ایسا نہیں پایا جاتا جس کی تعریف کی گئی ہو اور کوئی بھی زیادہ غصہ کرنے والا کبھی خوش نہیں پایا جاتا، اور شریف آدمی میں لالچ نہیں ہوتا اور اچھا آدمی حسد نہیں کرتا اور ندیدہ پن دکھانے والا غنی نہیں ہوتا۔ مغرور آدمی کے دوست نہیں ہوتے۔

محمد بن عبداللہ بغدادی نے مجھے یہ اشعار سنائے۔

اذا ما أتيت الأمر من غير بابه　　　تصعب حتى لا ترى فيه مرتقى

(ترجمہ) ''جب تو کسی کام کو غیر محتاط طریقے سے کرے گا تو مشکل میں پڑ جائے گا حتیٰ کہ ترقی کا کوئی راستہ نہ پائے گا۔''

وان الذی یصطاده الفخ ان عتا　　　علی الفخ کان الفخ اعتی و أضيقا

(ترجمہ) ''اور جس کو جال کے ذریعے شکار کیا جائے اگر وہ پھنسنے کے بعد جال کے خلاف مزاحمت کرے تو جال اور تنگ ہو جاتا ہے۔''

جلد بازی کی وجہ

حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان جلد بازی، تیز مزاجی کی وجہ سے ہی کرتا ہے اور جلد باز اپنے ہی ارادے کو لے کر چلتا رہتا ہے حتیٰ کہ صراط مستقیم سے بھی نکل جاتا ہے اور ایسے راستے کی تلاش میں لگ جاتا ہے جو چلنے کے اعتبار سے بھی مشکل اور مشقت و پیچیدہ راستے ہوتے ہیں اور پھر بیوقوف عورتوں کی طرح غلط فیصلے کرتا ہے اور اس میں عورتوں کے مناسب عادتیں پائی جاتی ہیں۔

چار چیزوں سے بچیئے

مہدی بن سابق، خالد بن برمک سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جس آدمی نے اپنے آپ کو چار چیزوں سے بچایا وہ اس لائق ہے کہ اس پر کوئی بڑی مصیبت نہ آئے۔

(۱) جلد بازی (۲) اصرار کرنا

(۳) اپنے کو اچھا سمجھنا (۴) کاہلی دکھانا

کیونکہ جلد بازی کا نتیجہ ندامت ہے اور اصرار کرنے کا نتیجہ حیرانگی ہے اور اپنی بڑائی کا نتیجہ بغض ہے۔ سستی کا نتیجہ ذلت ہے۔

جلد بازی ندامت ہے

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جلد بازی کی گھٹی میں ندامت ہی رکھی گئی ہے چنانچہ جس نے بھی کسی کام میں جلدی کی اس نے ندامت حاصل کی۔ جس سے اس کو مذمت ہی ملی کیونکہ لغزش جلد بازی ہی کیوجہ سے ہوتی ہے، کوئی کام شروع کرنے کے بعد رک جانے سے بہتر ہے کہ آدمی پھر محتاط ہو کر خوب غور و فکر کر کے کام میں لگا رہے اور جلد بازی کی تعریف نہیں کی جاتی۔ سمجھدار آدمی یہ جانتا ہے کہ کسی بھی کام میں بے بسی ظاہر کرنا اس کام میں نقص کے قائم مقام ہے جس میں بڑھ چڑھ کر افراط کیا جائے۔ پھر نتیجہ دونوں کا ایک جیسا یعنی نقصان کی صورت میں ظاہر ہوتا، سمجھدار آدمی کو چاہئے کہ درمیانہ راستہ اختیار کرے۔

حضرت صدقہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شمر دل رحمۃ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا بے بسی نے سستی سے شادی کی جس سے ندامت پیدا ہوئی۔

کامیابی کا راز

حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سستی و کاہلی کو ترک کر دینا یہ کامیابی کا اصل سبب ہے اس لئے کہ سستی دراصل مردانگی کی دشمن ہے اور نو جوانی پر عذاب ہے

اور بے بسی و کاہلی کا نتیجہ ہلاکت ہے جیسا کہ کسی کام کو کرنے کی فرصت پالینے کے باوجود موخر کر دینا غلطی ہے۔ اسی طرح وقوع سے پہلے ہی جلدی کر لینا عین غلطی ہے لہٰذا کامیاب وہ شخص ہے جو غلطی کو بھانپ لے اور خسارے میں وہ ہے جو غور و فکر کرنے سے محروم رہا، جلد باز ہمیشہ ہی غلطی کرتا ہے جیسا کہ خوب چھان پھٹک کرنے والا ہمیشہ ہی کامیاب رہتا ہے۔

کامیابی کی کلید

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ حضرت معمر سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرو نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے حلم بردباری کی طرف توجہ دلائی فرمایا اما بعد: بھلائی کی بات کو اچھی طرح سمجھ لینا ایک ہدایت یافتہ آدمی کی اچھی صفت ہے کیونکہ جس کو معتدل مزاجی کوئی فائدہ نہ دے اس کو غیر طبعی چیز ضرور نقصان پہنچاتی ہے اور جس کے تجربے اسے فائدہ نہ دیں وہ اونچے مرتبہ کو نہیں پاسکتا اور فرمایا آدمی اچھی رائے اس وقت تک نہیں پاسکتا جب تک اس کی جہالت پر اس کا حلم غالب نہ آ جائے اور اس کی بصیرت جب تک اس کی شہوت پر غالب نہ ہو اور ان سب کا ادراک بردباری کی قوت سے ہی ہوسکتا ہے۔

مجھے محمد بن حبیب واسطی نے اشعار سنائے:

بنیّ اذاما ساقک الضر فاتئد ۔۔۔ فللرفق اولیٰ بالأریب واحرز

(ترجمہ) ”میرے بیٹے، جب تجھے کوئی نقصان لائق ہو تو معتدل مزاجی سے تائید حاصل کرنا اس لئے کہ اضطراب سے میانہ روی اچھی محافظ ہے۔“

فلا تحمین عندالامور تعززا ۔۔۔ فقد یورث الذل الطویل التعزز

(ترجمہ) ”مشکل کاموں میں تیرے لئے عزت نفس مانع نہیں ہونی چاہئے کیونکہ کبھی کبھی عزت نفس ہی آدمی کو بڑی ذلت میں ڈال دیتی ہے۔“

عاجزی سے ملنے والی نعمتیں ناقابل قبول ہیں

حضرت محمد بن منذر فرماتے ہیں مجھے اسماعیل بن اسحاق نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں مجھے سلیمان بن حرب نے وہ فرماتے ہیں مجھے حماد نے وہ حضرت ایوب سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت اکثم بن صفیی نے فرمایا کہ میں کسی ایسے گھر میں داخل ہوں جو عاجز کر دینے والا ہو اور میں وہاں گھی اور دودھ پاؤں تو مجھے اس سے خوشی نہیں ہوگی۔ ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ میں کہیں عجز کو اپنی عادت ہی نہ بنا ڈالوں۔

جلد بازی کی سزا

حضرت عبداللہ بن عیاش اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک بدو نے حضرت معاویہ کے سامنے گواہی دی تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے جھوٹ بولا تو اس نے جھٹ سے جواب دیتے ہوئے کہا جھوٹا تو وہ ہے جو تیرے کپڑوں میں ملبوس ہے اس پر حضرت معاوضہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ میری جلد بازی کی سزا ہے۔

☆☆☆

باب (۳۹)

علم ادب حاصل کرنے اور فصاحت اختیار کرنے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔[1]

حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث میں آپ ﷺ نے بیان کو جادو کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ جادوگر اپنے جادو اور شعبدہ بازی سے دیکھنے والے کے دل کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے اسی طرح ماہر فصیح زبان آدمی اپنے اچھے اور فصیحانہ کلام کے اسلوب سے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے جس کی وجہ سے لوگ اس کے مشتاق ہو جاتے ہیں اور آنکھیں اسی کی تاک میں رہتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن صالح نقل کرتے ہیں کہ ابن شبرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے کسی آدمی پر فصاحت سے اچھا لباس نہیں دیکھا اور عورت پر گوشت سے بڑھ کر اچھا خوبصورت لباس نہیں دیکھا، آدمی جب اچھی عربی بولتا ہے تو گویا اس پر اچھا بنا ہوا ریشم کا لباس ہو اور جب صحیح عربی نہیں بولتا تو ایسا لگتا ہے کہ اس نے پرانے کپڑے رکھے ہوں۔ اگر تو چاہے کہ کوئی بلند مرتبے والا تجھے چھوٹا نظر آئے اور چھوٹا شخص تجھے بڑا نظر آئے تو تو علم نحو سیکھ۔

مجھے کریزی نے یہ اشعار سنائے:

اکرم بذی أدب اکرم بذي حسب   فانما العزم فی الاحساب والادب

(ترجمہ) ''اہل ادب کتنے معزز ہیں اہل حسب کتنے معزز ہیں
بیشک عزت حسب اور ادب ہی میں ہے۔''

---

[1] بخاری ۱۰/۲۳۷۔ ابوداؤد ۵/۲۷۵۔ مسند احمد ۱/۳۹۷

والناس صنفان ذو عقل و ذو ادب　　كمعدن الفضة البيضاء والذهب

(ترجمہ) ''لوگوں کی دو قسمیں ہیں عقلمند، ادیب جیسے کہ سفید چاندی اور سونے کے معدن''

وسائر الناس من بين الورى همج　　كانوا من الموالی أو كانوا من العرب

(ترجمہ) ''ان دو کے سوا باقی لوگ بے کار ہیں۔ چاہے وہ غلاموں میں سے ہوں یا عربوں میں سے ہوں۔''

حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فصاحت سب سے اچھا لباس ہے تن چھپانے کیلئے خوبصورت لباس ہے اور ادب تنہائی کا ساتھی ہے۔ تنہائی میں انس پیدا کرتا ہے اور محفل کی خوبصورتی ہے۔ زیادتی عقل کا سبب ہے۔ مردانہ وجاہت کی دلیل ہے چنانچہ جس نے چھوٹی عمر میں ادب سیکھا وہ بڑا ہو کر اس سے فائدہ اٹھائے گا کیونکہ جو آدمی کھجور کے چھوٹے چھوٹے پودے لگاتا ہے توقع ہوتی ہے کہ یہ اس سے کھجوریں بھی انشاء اللہ کھائے گا۔ ادب والا آدمی عام لوگوں کے برابر نہیں اس کو سمجھدار لوگ بلند مرتبہ پر سمجھتے ہیں۔ اہل خرد کے نزدیک دو آدمی ایک ہی مرتبہ کے نہیں سمجھے جاتے۔ ایک وہ جو عربی گفتگو کرے اور غلطی کرے دوسرا وہ جو عربی میں غلطی نہ کرے۔

حضرت سالم بن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ابن ہبیرہ کے پاس بیٹھے تھے کہ عربی ادب کا تذکرہ چھڑ گیا تو ابن ہبیرہ نے کہا اللہ کی قسم دو آدمی برابر مرتبے کے نہیں ہو سکتے اگرچہ کہ ان کا نسب، وجاہت و وقار ایک جیسا ہو۔

(۱)　ایک وہ جو عربی بولنے میں غلطیاں کرتا ہو۔

(۲)　دوسرا وہ جو غلطیاں نہ کرتا ہو۔

مگر یہ کہ ان دونوں میں سے افضل وہ ہے جو دنیا و آخرت میں غلطی نہیں کرتا۔ حضرت سالم فرماتے ہیں میں نے کہا اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو صلاح عطا فرمائے یہ شخص دنیا میں تو اپنی فصاحت کی وجہ سے بلند مرتبہ ہے لیکن آخرت میں کیسے؟ تو انہوں نے فرمایا وہ قرآن کی تلاوت اسی طرح کرتا ہے جیسے نازل ہوا۔

اور جو آدمی عموماً عربی زبان بولنے میں غلطی کرتا ہو وہ تلاوت کرنے میں بھی غلطی کر کے ایسی چیز کو قرآن میں داخل کر دے گا جو سرے سے قرآن ہی نہیں ہے اور جو قرآن میں ہے اس کو نکال دے گا۔ میں نے کہا واقعتاً امیر المؤمنین نے سچ کہا اور بہتر کہا۔

مجھے محمد بن عبداللہ بغدادی نے یہ اشعار سنائے:

ایها الطالب فخراً بالنسب   إنما الناس لأم ولأب

(ترجمہ) ''اے فخر کو نسب سے طلب کرنے والے، لوگ تو ایک ماں اور ایک باپ ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔

هل تراهم خلقوا من فضة   أوحديد أونحاس أوذهب

(ترجمہ) ''کیا تو نے انہیں چاندی سے پیدا ہوتے دیکھا، یا لوہے یا تانبے یا سونے سے''

أوترى فضلهم فى خلقهم   هل سوى لحم وعظم وعصب

(ترجمہ) ''یا تو یہ سمجھتا ہے کہ ان کی فضیلت ان کی تخلیق میں ہے کیا تخلیق میں سوائے گوشت ہڈیوں اور پٹھوں کے کچھ ہے؟

انما الفضل فى حلم راجح   وباخلاق كرام و أدب

(ترجمہ) ''ہاں فضیلت تو عظیم بردباری اور اچھے لوگوں کے اخلاق اور ادب سے ہے۔''

ذاك من فاخر فى الناس به   فهاق من فاخر منهم و غلب

(ترجمہ) ''یہ وہ چیز ہے جس پر لوگوں میں سے کوئی فخر کرے تو ان میں فخر کرنے والوں پر فائق اور غالب ہوگا۔''

امام حرم مکہ عبدالعزیز احمد بن بکار نے یہ اشعار کہے۔

ماحلة نسجت بالدر والذهب   الاواحسن منها المرء بالأدب

(ترجمہ) ''جو کوئی لباس موتیوں اور سونے سے بنایا جائے مگر اس

سے زیادہ اچھا ادب والا شخص ہے۔"

ادب بہترین وراثت ہے

حضرت عبداللہ بن سلمۃ بن مرداس رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں حکماء میں سے ایک آدمی نے ان سے کہا کہ گھوڑا دائمی محبت کرنے والوں میں سب سے قریب تر ہے اور والدین جو چیز وراثت میں اپنے بچوں کیلئے چھوڑیں اس میں سب سے بہتر ادب ہے۔

حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں باپ اپنے بیٹے کیلئے وراثت میں جو چیز چھوڑے وہ ہے اچھی تعریف نفع بخش ادب اور فرمایا جھوٹی تعریفوں کے پل باندھنے سے میرے نزدیک بہتر ہے کہ آدمی گھونگا ہو جائے جیسا کہ محصن ہونا زانی سے زیادہ بہتر ہے۔

لہٰذا سمجھدار کیلئے ضروری ہے کہ اپنے دل کو ادب سے خوب خوب سیراب کرے جیسے آگ کو لکڑیوں کے ذریعے اچھی طرح روشن کرتا ہے کیونکہ جو آدمی دل کو پاک نہیں کرتا اس کے دل میں ابتداء ایک ہلکا سا سیاہ دھبا لگ جاتا ہے پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے جو شخص ادب سیکھتا ہے اس کو غلہ وغیرہ جمع کرنے کا آلہ نہیں بناتا اور نہ ہی مقابلہ بازی کیلئے ٹھکانہ بناتا ہے لیکن ادب کو اپنے لئے نفع بخش بناتا ہے اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے ادب سے مدد لیتا ہے۔

مجھے عبدالعزیز بن سلیمان ابرش نے یہ اشعار سنائے:

ادب المرء کلحم ودم ... ما حواہ رجل الا صلح

(ترجمہ) "ادب انسان کے لئے گوشت اور خون کی مانند ہے جس نے بھی اسے حاصل کیا وہ بہتر ہو گیا۔"

لو وزنتہم رجلا اذا ادب ... بالوف من ذوی جھل رجح

(ترجمہ) "اگر تم ادب والے شخص کا ہزار جاہلوں سے بھی موازنہ کرو تو ادب والا شخص راجح (بھاری) ہو جائے گا۔"

علم ادب کی ضرورت

عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے کسی چیز پر اتنی ندامت نہیں ہوئی کہ جتنی مجھے اس پر ندامت ہوئی کہ میں نے عربی زبان پر خوب مہارت حاصل نہ کی۔

حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے فرمایا علم نحو سیکھو کیونکہ بنی اسرائیل ایک مشدد کلمہ کو مخفف پڑھنے کی وجہ سے کافر ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے عیسیٰ میں نے تمہیں پیدا کروایا" انہوں نے پڑھا میں نے تمہیں پیدا کیا تو انہوں نے مخفف پڑھا جس کی وجہ سے وہ لوگ کافر ہو گئے۔ (اِنِّیْ وَلَّدتُّکَ لام مشدد تھا مگر انہوں نے مخفف پڑھا)

ایک آدمی حضرت حسن کے پاس آیا اور کہا اے حسن بتاؤ تم کیا کہتے ہو جو آدمی فوت ہو گیا اور اس نے پسماندگان میں ماں باپ کو چھوڑا اصل عبارت اس نے یوں کہی "ماتقول فی رجل ترک ابیه واخیه" چونکہ عربی قائدے کی روح سے یہ عبارت ہونا چاہئے تھی ماتقول فی رجل ترک اباه واخاه" جس کو حضرت حسن نے لقمہ دے کر ٹھیک کروایا تو اس آدمی نے پھر عربی میں پوچھا اور عربی قواعد کی مخالفت کر کے کہا "فما لأباه وأخاه" تو حضرت حسن نے پھر درستگی کروائی اور فرمایا یوں کہو "فما لأبيه ولأخيه" (کہ اس کے والد اور بھائی کو کیا ملے گا) جب اس آدمی نے یہ روک ٹوک دیکھی تو اپنا سوال چھوڑ کر حضرت حسن سے یوں مخاطب ہوا "اے حسن میں جہاں بھی تمہاری موافقت کر رہا ہوں تم میری مخالفت کر رہے ہو (یہ نتیجہ تھا عربی نہ جاننے کا)

حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خوبصورتی اچھے نسب میں ہے جیسا کہ سب سے بہتر خوبصورتی ادب کو اچھی طرح سے استعمال کرنے میں ہے پس جس کے پاس ادب نہ ہو اس میں کوئی خوبصورتی نہیں۔ جس میں اچھا ادب ہو اور اونچا نسب نہ ہو اس کو اس کا ادب اہل کمال کے درجہ تک پہنچائے گا کیونکہ اچھا ادب اونچے نسب ہی کا خلیفہ ہے اور فصاحت بھی اچھے معنی کی ادائیگی میں پنہاں ہے اور بلاغت کہتے ہیں موقع محل کے لحاظ سے اچھے کلام کو اختیار کرنا اور سب سے اچھی فصاحت وہ ہے کہ آدمی

فی البدیہہ اچھا کلام پیش کرنے پر قادر ہو۔ اور جہاں ضرورت محسوس ہو وہاں بکثرت لمبا کلام پیش کر سکتا ہو اور خوب مدلل انداز سے گفتگو کرے۔

امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بلاغت زبان کا تیزی سے چلنے کا نام نہیں اور نہ ہی فضول بے معنی کلام بکثرت کرنے کا نام ہے بلکہ بلاغت کہتے ہیں موقع کے مطابق کلام بحسن خوبی پیش کرنا۔ اور بہترین بلیغ گفتگو وہ ہے جو نہ تو شہری نکٹی زبانی ہو اور نہ ہی بدوی فصیح زبان ہو۔

گفتگو علم سے بڑھ کر نہ ہو

حضرت مدائنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت علی بن عبداللہ بن عباس رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک آدمی کے بلاغت کلام کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا مجھے یہ بات سخت ناگوار گزرتی ہے کہ آدمی کا کلام اس کے علم سے زیادہ نظر آئے جیسا کہ یہ ناپسند سمجھا جاتا ہے کہ اس کا علم اس کی عقل سے بڑھ کر ہو۔

کلام کی مثال

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کلام کی مثال چمکتے موتی اور زمرد یا قوت کی سی ہے البتہ موقع و محل کے لحاظ سے بعض کلام بعض پر فائق و افضل ہوتا ہے اور بعض اوقات کلام ٹھیکرے و مٹی و پتھر کے مانند معلوم ہوتا ہے، علم ادب و فصاحت کی ضرورت سب سے بڑھ کر اہل علم لوگوں کو ہے کہ وہ اس کو سیکھیں کیونکہ یہ لوگ حدیث کو زیادہ پڑھتے ہیں اور علم کی مختلف انواع میں غور و خوض کرتے ہیں۔

طالب علم پر ایک خوف

امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طالب علم پر سب سے بڑھ کر جس چیز کا خوف ہے وہ یہ ہے کہ طالب علم ''علم نحو''[1] نہ سیکھے جس کی وجہ سے اس کی قرأت میں

[1] فی زمانہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ طالبعلم کسی بھی زبان کی گرائمر نہ سیکھے، یا کسی بھی فن کی اصطلاحات سے ناواقف ہو۔

غلطی واقع ہو اور وہ حدیث مبارکہ میں ذکر کی گئی وعیدوں کے زمرے میں داخل نہ ہو جائے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ''جس آدمی نے قصداً مجھ پر جھوٹ باندھا وہ جان لے کہ اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہے۔'' لازمی بات ہے کہ جب وہ نحو نہیں جانتا ہوگا تو احادیث مبارکہ کی قرأت میں غلطی کرے گا جبکہ آپ ﷺ تو غلطی سے مبرا تھے اور احادیث میں بھی آپ ﷺ غلطی نہیں کرتے تھے لہٰذا جب یہ طالبعلم نحو نہیں سیکھے گا تو روایت میں لامحالہ اس سے غلطی صادر ہوگی جو کہ نتیجتاً جھوٹ باندھنے کے مترادف ہوگی۔

لیس الفتی کل الفتی الا الفتی فی ادبہ

(ترجمہ) ''کوئی نوجوان (کامیاب) نوجوان نہیں سوائے وہ جو ادب کا شہسوار بن کر دکھائے۔''

و بعض اخلاق الفتی اولی بہ من نسبہ

(ترجمہ) ''اور نوجوان کے بعض اخلاق اس کے نسب سے بہتر ہوتے ہیں۔''

حتف امرئ لسانہ فی جدہ أولعبہ

(ترجمہ) ''انسان کی ہلاکت اس کی زبان کے سبب ہے چاہے حقیقت میں استعمال کرے یا مذاق میں''

بین اللمی مقتلہ رکب فی مرکبہ

(ترجمہ) ''لایعنی باتوں میں انسان کا مقتل ہے جو اس کی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے۔''

نحو کی اہمیت

علی بن الجعد سے منقول ہے کہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو طالب علم حدیث مبارکہ کا علم حاصل کرتا ہو اور نحو نہ جانتا ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی جانور پر بوریاں لادی جائیں اور ان بوریوں کے اندر کچھ بھی نہ ہو۔''

باب (۴۰)

کام آنے والے مال کو جمع کرنے کی اجازت کا بیان

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرو! اچھا مال نیک آدمی کیلئے بہتر ہے۔[1]

امام ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ میں اس بات پر صراحت سے دلیل ہے کہ مال کے حقوق کی بجا آوری کرنے والے کیلئے مال جمع کرنا مباح ہے، کیونکہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے صلاح کو آدمی اور مال دونوں کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس مال کے جمع کرنے کو مباح قرار دیا جو کہ اس پر حرام نہ ہو اور پھر مال کو جمع کرنے والا اس سے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی بجا آوری بھی کرتا ہے۔

مجھے منصور بن الکریزی نے یہ اشعار سنائے:

اذا کان ماجمعت لیس بنافع فأنت واقصی الناس فیه سواء

(ترجمہ) ''جب تیرا جمع کیا ہوا مال نفع بخش نہیں تو پھر تو اور دوسرے نیچ لوگ اس میں برابر ہیں۔''

علی أن هذا خارج من أثامه وانت الذی تجزی به وتساء

(ترجمہ) ''اس طرح کہ یہ اس کے گناہوں سے خارج ہے اور تو وہ ہے تجھے اس کا بدلہ ملے گا اور برابر ملے گا۔''

حضرت حکیم بن قیس بن عاصم اپنے والد کی وصیت کی نقل کرتے ہیں کہ جب میرے والد ماجد کی موت کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی اور فرمایا کہ تم اس مال اور صنعت کاری کو لازم پکڑے رکھنا کیونکہ یہ شرفاء کی بیداری کی

---

[1] مسند احمد (۴/ ۱۹۷۔ ۲۰۲/۷)

علامت ہے اور کمینہ صفت لوگوں سے مستغنی کر دیتی ہے اور لوگوں سے سوال کرنے سے بچتے رہنا کیونکہ یہ سب سے گھٹیا درجے کی معیشت ہے۔

امام ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کیلئے جو چیز سب سے زیادہ نفع بخش ہے اس کی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی وہ ہے تقویٰ اور عمل صالح۔ لہٰذا سمجھدار کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی جوانی میں وہ کام کرے جس سے اپنی آرزو پوری کر سکے۔ اس چیز کی طرح جس کو وہ ہمیشہ نہ چھوڑتا ہو اور اپنے دین کو اچھا کرے۔ ایسی چیز سے جو اس کو پھر آنے والے وقت میں موقع نہ مل سکے گا۔ لہٰذا مال بھی اسی قدر جمع کرے کہ اپنی زندگی سدھار سکے اور اپنی حفاظت کر سکے اور دین پر عمل کر کے آخرت کیلئے ذخیرہ کر سکے اور اپنے خالق کو راضی کر سکے۔ حرام مال جمع کرنے سے بہتر ہے کہ آدمی فقر و فاقہ کی زندگی گزارے۔ اور جس مالدار شخص میں وقار و مروت نہ ہو وہ کتے سے بھی بدتر ہے اگرچہ وہ اس مال سے سونے کے ہار اور چھنکتے ہوئے کنگن ہی کیوں نہ پہنے ہوئے ہو۔

حضرت محمد بن المنکد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں تقویٰ کیلئے بہترین معاونت غنی نفس اور مال ہے۔ مجھے علی بن محمد بسامی نے یہ اشعار سنائے۔

اری کل ذی مال یسود بماله وان کان لاأصل هناک ولا فصل

(ترجمہ) ”میرا خیال یہ ہے کہ ہر مالدار یہ سمجھتا ہے کہ اپنی مالداری کے ذریعے سردار بن سکتا ہے اگرچہ نہ تو کوئی اصول ہے نہ ہی اچھا گمان ہے۔

وآخر منسوبًا الی الرأی خاملاً وانوک مجهولاً له الجاه النبیل

(ترجمہ) ”اور یہ آخری درجے کی پست رائے ہے۔ حالانکہ ایک بے نام احمق بھی جاہ اور مال کا مالک ہوتا ہے۔“

فلا ذا بفضل الرأی ادرک بلغة ولم ارهذا ضره النوک والجهل

(ترجمہ) ”لہٰذا یہ رائے کوئی بہتر رائے نہیں جو کچھ بھی حاصل کر سکے اور میں نہیں سمجھتا کہ اس کو جہالت اور حماقت نقصان دے سکے۔“

لوگوں سے مستغنی ہو جائیے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ محمد بن مسلمہ کے قریب سے گزرے تو اس کو دیکھا کہ وہ کھجور کے چھوٹے چھوٹے پودے زمین میں لگا رہے ہیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا تم کیا کر رہے ہو۔ کہا جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ دراصل میں لوگوں سے مستغنی ہونا چاہتا ہوں۔ پھر انہوں نے احیحہ بن جلاح کے یہ اشعار سنائے۔

استغن اومت فلا يغررك ذونشب　　من ابن عم لا عم ولا خال

(ترجمہ) ''تو مالدار بن یا مر جا تجھے تیرے مالدار چچا زاد، یا چچا اور ماموں دھوکے میں نہ ڈالیں۔''

انی اظل علی الزوراء اعمرها　　ان الحبيب الی الاخوان ذوالمال

(ترجمہ) ''میں ایک لچر بات کو مضبوط کرتا جا رہا ہوں کہ بیشک دوستوں میں محبوب وہی ہوتا ہے جو مالدار ہو۔''

مال دین درست رکھنے کا ذریعہ ہے

حضرت عبدان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا تو وہ رو رہے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا ابو عبدالرحمٰن تم کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے فرمایا میرا کچھ مال ضائع ہو گیا ہے، میں نے کہا آپ جیسا آدمی بھی مال ضائع ہونے پر روتا ہے؟ اس پر انہوں نے فرمایا یہی تو وہ چیز ہے جس کی وجہ سے میں اپنے دین کو بھی درست رکھتا ہوں۔

سعادت مند شخص

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لوگوں میں سے سب سے سعادت مند وہ ہے جو اپنی مالداری میں ناپسندیدہ قسم کے قول و فعل سے بچتا ہو اور جب غریب ہو تو قناعت پسند ہو کیونکہ جس کے ہاں فقر و فاقہ ڈیرہ ڈال لے اس کے لئے زندگی سے

ہاتھ دھو بیٹھنے کے علاوہ کوئی چھٹکارہ نہیں اور فقر آدمی کے عقل و وقار کو ختم کر دیتا ہے اور علم وادب کو زائل کر دیتا ہے اور قریب ہو جاتا ہے کہ فقر کی وجہ سے کافر نہ ہو جائے پس جو فقر سے مشہور ہو جائے وہ تہمتوں کا سراپا بن جاتا ہے اور اس پر مصائب کا جمگھٹا لگ جاتا ہے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو قناعت پسند دل عنایت فرما دیں اور وہ اپنے لئے آخرت کے ثواب کی طرف نظر رکھے اور چیخے پکارے نہیں تو پھر وہ ساری دنیا سے مستغنی ہو جائے گا۔ فقر ذلت کا باعث ہے جیسے غنا اور وقار ہیبت کے باعث ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

يغطي عيوب المرء كثرة ماله　　　وصدق فيما قال وهو كذوب

(ترجمہ) ''انسان کا زیادہ مال اس کے عیوب چھپا دیتا ہے اور جو وہ کہتا ہے سچ سمجھا جاتا ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہوتا ہے۔''

ويزرى بعقل المؤقلة ماله　　　يحمقه الأقدام وهو لبيب

(ترجمہ) ''مال کا کم ہونا آدمی کی عقل کو عیب لگا دیتا ہے لوگ اسے احمق سمجھتے ہیں حالانکہ وہ دانشمند ہوتا ہے۔''

مال ہے تو عزت ہے

حضرت ایوب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ مجھے ابو قلابہ نے کہا اے ایوب تم تجارت کرتے رہو کیونکہ تم اپنی تجارت ہی کے سبب دوستوں میں باعزت رہو گے ورنہ جس دن تم ان کے محتاج ہو گئے تو پھر تم بھی عوام کی طرح ہو جاؤ گے۔''[1]

اس دنیا میں غریب شخص کا حال

حضرت ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کچھ صفات ایسی ہیں جو مالدار کیلئے

[1] ان باتوں سے یہ سمجھنا نہیں چاہئے کہ (نعوذ باللہ) تقویٰ کی عزت نہیں یا یہ کہ جو زاہدین تھے ان کی عزت کیسے تھی؟ یہ سب دنیا کے عام احوال ہیں کہ مال والے شخص کو عزت دی جاتی ہے۔ اسی کتاب کے شروع میں حاشیہ میں لکھا گیا ہے کہ زاہدین عموماً کمزور لوگ ہوتے تھے یا وہ مالدار جو دنیا سے دنیا یا آخرت کی بناء پر خائف ہو کر زاہد بن جاتے تھے۔ ورنہ دنیا کا عام رواج اور چلن اور حقیقت وہی ہے

باعث تعریف اور غریب آدمی کیلئے باعث مذمت ہیں کیونکہ اگر فقیر آدمی بردبار ہو تو کہا جاتا ہے یہ بیوقوف ہے اگر عقلمند ہو تو کہا جاتا ہے کہ یہ دھوکہ باز ہے اگر بلیغ ہو تو کہا جاتا ہے فضول گو چرب زبان ہے۔ اگر ذہین ہو تو کہا جاتا ہے بہت تیز ہے اگر زیادہ خاموش طبع ہو تو کہا جاتا ہے عاجز ہے اگر چہ معاملہ فہم ہو تو کہا جاتا ہے ڈرپوک ہے اگر کسی کام میں اقدام کرنے والا ہو تو کہا جاتا ہے جری ہے اگر غنی وسخی ہو تو کہا جاتا ہے اسراف کرتا ہے۔ اگر سوچ سمجھ کر خرچ کرتا ہے تو کہا جاتا ہے ''کنجوس'' ہے۔

سب سے برا مال وہ ہے جو ایسی جگہ وطریقے سے کمایا جائے جو حلال نہ ہو اور ایسی جگہ خرچ کر دیا جائے جو مناسب نہ ہو لہٰذا مال کے ہونے یا نہ ہونے کا سبب کوئی طریقہ یا حیلہ نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے۔[1]

مجھے ابرش نے یہ اشعار سنائے:

یشقی رجال و یشقی اخرون بھم   ویسعد اللّٰہ اقواماً باقوام

(ترجمہ) ''کچھ لوگ خود بدبخت ہوتے کچھ ان کی وجہ سے ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو دوسروں کی وجہ سے خوش بخت بنا دیتا ہے۔''

ولیس رزق الفتی من حسن حیلته   لکن جدود بأرزاق وأقسام

(ترجمہ) ''جوان کا رزق اس کی اچھی تدبیر کے سبب نہیں لیکن یہ رزق اور تقسیم کا مرتبہ ہے۔''

(بقیہ) جو کتاب میں لکھی گئی اور پھر تقویٰ اور مالداری الگ الگ چیزیں نہیں۔ دونوں ساتھ بھی ہو جاتے ہیں۔ میرے استاد مفتی محمد ولی درویش رحمۃ اللہ علیہ دنیا کے اسی رخ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ غریب مولوی کی اذان پر نماز بھی پڑھنے کوئی نہیں آتا غریب مولوی کی بات لوگ سن کر اڑا دیتے ہیں۔ دیکھ لیں کہ دنیا میں کون غریب ہے جس کی عزت ہے، اور کسی غریب کو معاشرہ ان کے حقوق دیتا ہے؟''

[1] یہ حلال مال کے بارے میں تفصیل ہے۔ حرام مال تو کوئی بھی حاصل کر کے امیر بن جاتا ہے اور ہر آدمی بھی حرام حاصل نہیں کر سکتا۔

کالصید یحرمه الرامی المجید و قد یرمی فیرزقه من لیس بالرامی

(ترجمہ) ''جیسے کہ بہترین نشانہ باز شکار سے محروم ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا آدمی شکار کر لیتا ہے جو نشانہ باز نہیں ہوتا۔''

ابو قیس کی نصیحت

حضرت ابو قیس رحمتہ اللہ علیہ کے گیارہ بیٹے تھے انہوں نے ایک دن اپنے بیٹوں سے فرمایا تم لوگ اس کو اچھے طریقے سے حاصل کرو اور اچھی جگہوں میں خرچ کرو اور اس سے رشتہ داری نبھاؤ اور اس سے اپنی قوم کو مضبوط کرو اور اس سے اپنی عزت کی حفاظت کرو تا کہ لوگوں کی رائے تمہارے بارے میں اچھی ہو کیونکہ مال کو جمع کرنا۔ کمال ادب ہے اور اس کو خرچ کرنا کمال مروت ہے حتیٰ کہ مال کی وجہ سے لوگ سردار بھی بن جاتے ہیں اور کمزور طاقتور بنتے ہیں اور آدمی کی ہیبت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے۔ پس جس نے مال جمع کیا لیکن اپنی عزت کی حفاظت نہ کی اور مانگنے والے کو بھی نہ دیا تو لوگ پھر اس کے خاندانی نسب کی جانچ پڑتال شروع کرتے ہیں اگر کوئی عیب نسب کا مل جائے تو اس کی عزت پر حملہ کر کے اسے چاک کر دیتے ہیں اور اگر یہ طریقہ نسب بالکل صحیح ہو تو پھر اس کو کمینہ صفت یا پھر بخیل گھٹیا آدمی کہہ کر مذمت کرتے ہیں۔

مال میں برکت کا طریقہ

حضرت اعمش رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابراہیم نخعی سے وہ حضرت علقمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے بادلوں میں آواز سنی کہ اے بادل جا فلاں آدمی کی زمین کو جا کر سیراب کر، اس کے دل میں داعیہ پیدا ہوا اور وہ اس آدمی کے پاس گیا۔ تا کہ جا کر دیکھے کہ وہ کونسا ایسا عمل کرتا ہے جس کی وجہ سے بادل کو حکم دیا گیا پھر وہ آدمی اس زمین پر پہنچا تو دیکھا کہ وہاں پر بارش برسی ہوئی ہے اور وہ آدمی وہاں کھڑا ہے۔ اس نے اس آدمی سے سوال کیا اے اللہ کے بندے بتا تو کونسا عمل کرتا ہے۔ اپنی اس زمین میں؟ اس نے کہا میں دیکھتا ہوں اس میں جو اللہ تعالیٰ کی مشیت

سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کو تین حصہ میں تقسیم کرتا ہوں پھر تیسرا زمین میں بو دیتا ہوں۔ ایک تیسرا صدقہ کر دیتا ہوں اور ایک تیسرا حصہ میں خود کھاتا ہوں اور اپنے اہل و عیال کو کھلاتا ہوں۔ حضرت علقمہ فرماتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زازان میں زمین تھی وہ مجھے اسی عمل کی ہدایت کر کے وہاں بھیجا کرتے تھے۔

سب سے بُرا مال

حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے بُرا مال وہ ہے جس کے حقوق نہ نکالے جائیں اور اس سے بھی زیادہ برا مال وہ ہے جو غلط طریقہ سے کمایا جائے اور غلط جگہ خرچ کیا جائے۔ مال میں اضافہ معیشت کی بہتری ہے مال کی درستگی ازحد ضروری ہے ورنہ مال میں کوئی بھی کبھی بھی ترقی نہیں پا سکتا چاہے نیک ہو یا بدکار۔ یہ بات سخت نامناسب ہے کہ آدمی کے پاس مال ہو اور آدمی اسی پر اعتماد کر کے بیٹھ جائے اور اس کے حقوق ادا نہ کرتا ہو کیونکہ جس شخص نے اللہ کی نعمتوں کے ساتھ برا کیا اس کو برا بدلہ ملے گا اور پھر یہ مال دوسرے کے پاس چلا جائے گا۔

فإن كنت في خير فلا تغتر به ولكن قل اللهم سلم وتمم

(ترجمہ) ''اگر آپ کے پاس مال ہے تو اس کے دھوکے میں نہ آنا بلکہ یہ کہہ کہ اے اللہ سلامتی دے اور مکمل فرما۔''

فمن لم يصن عرضاً إذا ما استفاده ويشكر لأهل الخير ليسلب ويذمم

(ترجمہ) ''جو شخص مال پا کر بھی اپنی آبرو کی حفاظت نہ کر سکے اور اہل خیر کا شکر ادا نہ کرے تو مال چھن جاتا ہے اور مذمت بھی ملتی ہے۔''

درہم اور دینار کے بانی اولین

حضرت معاویہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے درہم و دینار کو آدم علیہ السلام نے بنایا اور پھر فرمایا معیشت کی بہتری ان دونوں کے علاوہ کسی چیز سے نہیں ہو سکتی۔

باب (۴۱)

مروت و اعلیٰ اخلاق قائم کرنے کی ترغیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ''آدمی کی شرافت اس کا دین ہے اور مروت اس کی عقل اور انسان کا حسب اس کے اچھے اخلاق ہیں۔''

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں صراحت فرما دی کہ انسان کی عقل ہی اس کا سراپائے مروت ہے اور عقل نام ہے اچھی چیز کو صحیح طریقے سے پہچاننے کا اور غلطی سے اجتناب کرنے کا لہٰذا سمجھدار آدمی کے لئے ضروری ہے کہ حسب استطاعت اچھی عادات کو اختیار کرے اور بری باتوں سے پرہیز کرے اور باوقار زندگی کو اپنا شعار بنائے۔

کچھ نامور لوگ گزرے جنھوں نے اپنے آباء اجداد کے اعلیٰ نسب اور مروت پر فخر کرتے ہوئے بھروسہ کیا اور خود باوقار و بامروت زندگی سے دور رہے۔

مجھے محمد بن اسحاق نے اس قسم کے شخص کی مذمت میں یہ اشعار سنائے۔

خساسة اخلاق الرجال تشينهم　　وقلّ غناء عنهم النسب المحض

(ترجمہ) ''بری صفات انسان کے اخلاق کو معیوب بنا دیتی ہیں
اور محض نسب کی وجہ سے لوگوں کو بے پرواہی کم حاصل ہوتی ہے۔''

يصولون بالأباء في كل مشهد　　وقد غيبت اٰباء هم عنهم الأرض

(ترجمہ) ''ہر محفل میں اپنے آباء کے نام پر جست لگاتے ہیں
حالانکہ زمین ان کے آباء سے خالی ہو چکی ہے۔''

طويل تبذيهم بمجد أبيهم　　ومالهم في المجد طول و عرض

(ترجمہ) ''ان کے باپ کی برتری بیان کرنا خاصا طویل ہے

حالانکہ ان کا بزرگی میں نہ طول ہے نہ چوڑائی ہے۔"

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جو سب سے زیادہ خسارے میں ہو اور سب سے زیادہ حسرت میں ہو اور احمق و بے وقوف ہو اور گھٹیا سوچ کا مالک ہو سوائے اس آدمی کے جس نے اپنے آباء کے عالی نسب و عظمت والی صفات پر فخر کیا اور اپنا اس کا حال یہ ہے کہ وہ اچھے کاموں سے بالکل خالی ہے اس کے باوجود وہ آدمی یہ گمان رکھتا ہے کہ ان کے اونچے کارناموں کے سبب عزت و عظمت اور سرداری حاصل کرے گا ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا ہے الا یہ کہ وہ اپنے اندر اچھی صفات پیدا کرلے اور اعلیٰ اخلاق کا حامل بن جائے تو پھر دونوں جہان میں باکمال بن سکتا ہے۔

مجھے ابرش نے یہ اشعار سنائے۔

فان قلت لی اباء صدق و منصب کریمه و اخوان مضت و جدود

(ترجمہ) "اگر تو یہ کہے کہ میرے آباء و اجداد سچے اور باعزت منصب والے تھے اور ان کا حلقہ احباب تھا تو وہ لوگ گزر گئے۔"

صدقت ولکن انت هدمت مابنوا بکفک عمدًا والبناء جدید

(ترجمہ) "تو تو سچ کہتا ہے مگر تو نے خود ان کی بنائی عمارت اپنے ہاتھ سے گرادی اور نئی عمارت ہے۔"

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دین بغیر اچھی صفات (مروت) کے کامل نہیں ہو سکتا۔

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مروت کی کیفیت کے متعلق علماء کے اقوال مختلف ہیں بعض حضرات تو یہ فرماتے ہیں کہ مروت تین قسم کی ہیں (۱) اپنے والد کے شناساؤں کی آدمی قدر کرے (۲) اس کے مال کی اصلاح کرتا رہے (۳) والد کے فرمان کی تابعداری کرتا رہے۔

بعض کہتے ہیں کہ مروت کے کام یہ ہیں کہ آدمی حق بات کی بجا آوری کرے

اور مہمانوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرے۔ بعض نے کہا مروت یہ ہے کہ آدمی تقویٰ اختیار کرے اور اپنے باطن کی اصلاح کرے اور شب روز اللہ کی عبادت میں اجاڑ جگہوں پر گزارے۔

بعض نے کہا مروت کے کام یہ ہیں کہ آدمی اپنے سے کم درجہ والے کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرے اور اپنے سے بڑے مرتبے والے کی توقیر کرے اور جو کچھ عطا ہو اس کا اچھا بدلہ دے۔

اور بعض نے کہا مروت کے کام یہ ہیں کہ آدمی زبان کا سچا ہو اور پڑوسیوں کی زیادتی کو برداشت کرے اور اپنے معاصرین کے ساتھ اچھا معاملہ کرے اور تکلیف کو اڑوس پڑوس سے دور کرے اور بعض نے کہا مروت یہ ہے کہ برے اخلاق سے دور رہے۔

اور یہ بھی کہا گیا کہ مروت یہ ہے کہ آدمی شکوک وشبہات والی باتوں سے دور رہے کیونکہ جو شکوک وشبہات میں پڑ جائے وہ ذلیل ہو جاتا ہے اور ضروری ہے کہ اپنے مال کی اصلاح کرتا رہے کیونکہ جو اپنے مال کی اصلاح نہیں کرتا وہ باوقار نہیں رہ سکتا، اور لوگوں سے مستغنی ہو کر اپنے قیام وطعام پر قناعت کرے اور یہ بھی کہا گیا کہ مروت یہ ہے کہ آدمی حسن معاشرت کا معاملہ کرے اور زبان اور شرم گاہ کو محفوظ رکھے اور معیوب چیزوں سے بچتا رہے۔ بعض نے کہا مروت یہ ہے کہ دل سے سخی ہو اور اچھے اخلاق کا حامل ہو۔

بعض حضرات نے کہا کہ مروت، مطالبہ میں اچھی تدبیر اختیار کرنے کا اور خط وکتابت میں نرمی اختیار کرنے کا نام ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک مروت امور میں لطافت اور ذہانت استعمال کرنے کا نام ہے۔

ایک صاحب کا قول ہے کہ مروت نظافت اور اچھی خوشبو کا نام ہے۔

ایک نے کہا کہ مروت فصاحت اور سخاوت کا نام ہے۔

ایک نے کہا کہ سلامتی کی طلب اور لوگوں پر شفقت کرنے کا نام ہے۔

بعض نے کہا وعدوں کی پاسداری اور معاہدوں کی پاسداری کا نام ہے۔

بعض حضرات نے کہا مروت احباب کی خوشامد کرنے اور عاجزی دکھانے اور دشمنوں سے نرمی سے مدارات کرنے کا نام ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ مروت حرکت کی ملاحت اور طبیعت کی نرمی ہے بعض نے کہا کہ یہ لہجے کی مٹھاس اور مسکراہٹ کا نام ہے۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ مروت میں سے یہ بھی ہے کہ محرمات سے پرہیز کرے اور کسب معاش میں وہ طریقہ اختیار کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے۔

بعض نے کہا مروت یہ ہے کہ آدمی صاحب ثروت اور کثیر الاولاد ہو۔

بعض نے کہا مروت میں سے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ عطاء فرمائیں تو شکر کرے اور مصائب میں صبر کرے اور جب بدلہ لینے پر قادر ہو تو معاف کر دے اور جب وعدہ کرے تو ایفاء کرے۔

سفر و حضر کی مروت

حضرت ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مروت کی دو قسمیں ہیں (۱) مروت حالت سفر میں (۲) مروت حالت قیام میں۔ سفر کی اچھی صفت یہ ہے کہ آدمی زاد راہ خرچ کرے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اختلاف نہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے دور رہتے ہوئے مزاح کرے۔

اور حالت قیام میں مروت کے کام یہ ہیں کہ آدمی بکثرت مسجد جاتا ہو اور اللہ کی رضا مندی کے لئے دوست احباب کا حلقہ بنائے اور بکثرت قرآن کی تلاوت کرے۔

مصنف کا قول فیصل

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اعلیٰ اقدار کے متعلق علماء کا کلام تو مختلف

ہے البتہ مال کے اعتبار سے تمام تعبیریں ملتی جلتی ہیں لیکن میرے نزدیک مروت دوقسم کی صفات ہیں۔ (۱) ناپسندیدہ حرکات سے آدمی باز رہے۔ (۲) پسندیدہ افعال کو اپنا شعار بنائے۔ یہ دو صفات ایسی ہیں کہ یہ تقریباً مذکورہ تمام اقوال کو شامل ہیں انہیں کو بجا لانا مروت ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کا وقار آدمی کی عقل ہے۔ پس اعلیٰ صفات کے لئے سب سے بہترین معاون آدمی کا اچھا مال ہے جس سے آدمی اپنا وقار قائم رکھے۔

مروت نہ کرنے کا انجام

مولف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عقلمند آدمی کے لیے ضروری ہے کہ ممکنہ حد تک مروت کو برقرار رکھے اور اس کا بہترین معاون اچھا حلال مال ہے چنانچہ جس کو اللہ رب العزت نے اس نعمت سے نوازا ہوا ور اس نے وہ مال خرچ کر کے اپنی مروت کو قائم نہ رکھا اور بخل کرتا رہا وہ دنیا و آخرت کے خسارے میں رہا اور اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ اس کو موت آ جائے اور اس کا مال اس سے چھن جائے اور وہ تنہا قبر میں ڈال دیا جائے اور یہ بھی اندیشہ ہے کہ پھر ایسا آدمی اس مال کا وارث بنے جو اس کو کھائے بھی اور تعریف بھی نہ کرے اور خرچ کرنے پر شکر نہ کرے پھر اس سے بڑھ کر کیا ندامت اور حسرت ہوگی۔

مجھے محمد بن عبداللہ بغدادی نے یہ اشعار سنائے۔

یـا جـامـع الـمـال فـي الدنيا لوارثه　　هـل أنت بالمال قبل الموت منتفع؟

(ترجمہ) ''اے مال کو دنیا میں وارث کے لئے جمع کرنے والے
کیا تو اپنے مال سے موت سے پہلے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے؟''

قدم لنفسک قبل الموت في مهل　　فـان حـظـک بـعـد الـموت منقطع

(ترجمہ) ''موت سے پہلے کی مہلت میں اپنے لئے کچھ مال آگے
ذخیرہ کرلے کیونکہ موت کے بعد تیرا حصہ منقطع ہو جائے گا۔''

تین چیزیں وقار ختم کرتی ہیں

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے وقار بالکل ختم ہو جاتا ہے۔

(۱) سر بازار کھانا پینا۔

(۲) عطر فروش کے پاس تیل لگانا۔

(۳) حجام کے شیشے میں دیکھنا۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حجام کے شیشہ میں دیکھنا مروت کے خلاف ہے۔

دوست سے نفع لینا مروت کے خلاف ہے

حضرت ایوب رحمۃ اللہ علیہ ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں اپنے دوست سے تجارت میں نفع لینا مروت کے خلاف ہے، ابن عائشہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ دیندار لوگوں کے ساتھ بیٹھنا دل کو جلا بخشتا ہے اور گناہوں کا زنگ دھو ڈالتا ہے اور باوقار لوگوں کی مجالست اچھے اخلاق کی دلیل ہے اور مجالس علماء سے دل صاف ہوتا ہے۔

حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں برے لوگوں کی دوستی مروت کے سخت منافی ہے۔

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سمجھدار آدمی کو چاہئے کہ لوگوں میں حقارت کے اسباب پر نظر رکھے تاکہ وہ اسباب اس کی مروت کو نہ ڈس لیں کیونکہ اسباب حقارت مروت کے سخت منافی ہیں جو باکمال آدمی کو سطحی زندگی کی طرف لے جاتے ہیں جو کہ نہایت ہی نچلی سطح کی زندگی ہے۔

دنیا میں ذلت کی چیزیں

حضرت علی بن حکیم اودی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شریک سے نقل کرتے ہیں کہ

دنیا کی ذلت پانچ چیزوں میں ہے۔ غسل خانے میں بلا برتن (لوٹے) کے جانا، بغیر نشان زدہ جگہ کے راستہ کراس کرنا، کسی عالم کی مجلس میں بغیر قلم کتاب کے جانا، شریف آدمی کا کسی خسیس اخلاق آدمی کا محتاج ہونا، اور کسی آدمی کا اپنی بیوی کا محتاج ہونا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آدمی کے وقار میں کمی کرنے والی چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ زیادہ تر جولاہے کے گھر میں نظر آئے، اور جملہ اسباب کے یہ ہے کہ (ضرورت سے زائد) رقم نقدی وغیرہ اپنی جیب میں رکھے۔

☆☆☆

باب (۴۲)

سخاوت اختیار کرنے اور کنجوسی سے اجتناب کرنے کی ترغیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ ”سخی آدمی اللہ تعالیٰ کے قرب میں رہتا ہے اور لوگوں میں بھی محبوب ہوتا ہے اور بخیل آدمی اللہ عزوجل کی رحمت سے دور رہتا ہے اور لوگوں میں بھی اس کا مقام اچھا نہیں ہوتا۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا سخی آدمی اگرچہ جاہل ہو لیکن اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے اور بخیل چاہے عبادت گزار ہی کیوں نہ ہو اس کا مرتبہ سخی کے برابر نہیں ہے۔“[1]

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کے راوی سعید بن محمد نے اس کی سند کو محفوظ کیا لیکن یہ حدیث غریب ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اس فانی دنیا کے مال و متاع پر قدرت عنایت فرمادیں باوجود اس کے کہ یہ معلوم ہے کہ یہ ایک دن اس سے زائل ہو کر کسی دوسرے کے پاس چلی جائے گی اور اس کو آخرت میں وہی کام آئے گا جو اس نے نیک اعمال کی صورت میں کچھ ذخیرہ کر رکھا ہوگا ضروری ہے کہ اس مال کے حقوق ادا کرتا رہے اور واجبات کو بجالائے اس نیت کے ساتھ کہ آخرت میں ضرور اس کا ثواب و اجر ملے گا اور پھر ضمناً اس دنیا میں بھی اس سے اچھی یادیں وابستہ رہیں گی کیونکہ سخاوت سراپائے محبت اور ذکر خیر ہے جیسا کہ بخل مذمت و دشمنی کا دوسرا نام ہے۔ مال وہی بہتر ہے جس کے ساتھ ساتھ سخاوت بھی ہو جیسا کہ عالم کے ساتھ بات کرنے میں بھلائی ہے۔

مجھے منتصر بن بلال انصاری نے اشعار سنائے۔

---

[1] ترمذی حدیث نمبر ۱۹۶۲۔ طبرانی اوسط، بیہقی وغیرہ

الجود مكرمة والبخل مبغضة   لايستوى البخل عند الله والجود

(ترجمہ) ''سخاوت عزت اور بخل نفرت کا باعث ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بخل اور سخاوت برابر نہیں ہو سکتے۔''

والفقر فيه شخوص والغنى دعه   والناس فى المال مرزوق ومحدود

(ترجمہ) ''فقر میں بلندی ہے اور مالداری بے حیائی ہے اور لوگ مال کے بارے میں محدود اور لامحدود ہیں۔''

جہاں ضرورت ہو وہاں خرچ کرو

سلیمان عبدالصمد بن علی سے نقل کرتے ہیں کہ امیر المومنین المنصور رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے مہدی سے فرمایا اے بیٹا! جان لو تمام لوگوں کو خوش کرنا ایک ایسی صفت ہے کہ جس کو حاصل کرنا مشکل امر ہے لہٰذا تم ان کے ساتھ عطا و بخشش کا معاملہ کر کے ان کی محبت حاصل کرو لیکن یہ بات یاد رکھنا کہ جہاں کسی کی کوئی ضرورت ہو وہاں خرچ کرنا (ورنہ اس نوازش کا صلہ محبت کی صورت میں نہیں ملے گا)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال سے نوازا ہو وہ اس کے ذریعے اپنی رشتہ داری قائم رکھے اور آنے والے مہمانوں کی خوب خاطر و تواضع کرے اور اس کے ذریعہ غلام اور قیدی آزاد کرائے اور اس کو مسافروں و مسکینوں، غریبوں اور مجاہدوں کے لئے خرچ کرے اور اگر مشکلات پیش آئیں تو ان پر صبر کرے یہ ایسی صفات ہیں جن کی وجہ سے دنیا و آخرت کی عزت و شرافت حاصل کی جا سکتی ہے۔

دوسروں کے مال سے بچو

حضرت ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب سے بہترین سخاوت وہ ہے جو اپنے مال سے کی جائے اور دوسرے کے مال سے بچا جائے پس جس نے خرچ کیا وہ

باعزت ہوگا جس طرح کہ اگر کوئی بخل کرے تو ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔

نیکی کر کے احسان نہ جتلاؤ

سخاوت عزت کی نگہبان ہے جیسا کہ معاف کرنا عقل کی زکوۃ ہے اور کامل سخاوت وہ ہے جو احسان جتلانے سے خالی ہو جو آدمی نیکی کر کے احسان نہ جتلائے اس کی عزت بڑھ جاتی ہے لیکن جب احسان جتلا دیا جائے تو پھر دو ہی راستے ہوتے ہیں یا تو احسان برائے احسان یا پھر اس کا بدلہ، بہترین سخاوت وہ ہے جو حقیقت میں سخاوت ہو اور حقیقی سخاوت وہ ہے جو بغیر کسی لالچ کے کی جائے۔''

مجھے ابن زنجی نے یہ اشعار سنائے۔

یارب عاذلة فی الجود قلت لها　　قلی علی اللّٰه فیما انفق الخلفا

(ترجمہ) ''اے سخاوت پر ملامت کرنے والی۔ میں نے اسے کہا ملامت کم کر جو میں خرچ کرتا ہوں اس کا بدلہ اللہ پر ہے۔''

هل من بخیل رأیت المال اخلده　　أم هل رأیت جوادا میتًا عجفًا؟

(ترجمہ) ''کیا تو نے کسی کنجوس کو دیکھا کہ اس کے مال نے اسے لمبی زندگی دی ہو یا کوئی سخی دیکھا جو کمزور ہو کر مر گیا ہو۔''

لما رأتنی أوتی المال طالبه　　ولا أبالی تلادا کان ام طرفًا

(ترجمہ) ''جب اس نے دیکھا کہ میں مانگنے والے کو مال دے دیتا ہوں اور دینے میں نئے پرانے کی پرواہ نہیں کرتا۔''

عدت سماحی تبذیرا ولست أری　　مایکسب الحمد تبذیرا ولا سرفا

(ترجمہ) ''تو اس نے میری سخاوت کو فضول خرچی سمجھا مگر میں اس مال کو جو تعریف حاصل کر کے دے فضول خرچی اور برباد کرنا نہیں سمجھتا۔''

حضرت حبان بن موسیٰ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ہمنشینوں میں ایک ہزار درہم تقسیم کئے اور پھر یہ اشعار

کہے۔

لاخیر فی المال لکنازہ الاجواد الکف وھابہ

(ترجمہ) ''مال میں جمع کرنے والے کے لئے کوئی بھلائی نہیں سوائے یہ کہ وہ ہاتھ کا سخی اور ھبہ کرنے والا ہو۔''

یفعل احیانا بزوارہ ماتفعل الخمر بشرابہ

(ترجمہ) ''(کیونکہ) یہ مال کبھی اپنی زیارت کرنے والے کے ساتھ وہ سلوک کرتا ہے جو شراب اسے پینے والے کے ساتھ کرتی ہے۔''

خرچ کرنے کے فضائل

حضرت ابن سماک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے تعجب ہے لوگوں پر کہ پیسہ خرچ کر کے غلام خرید لیتے ہیں لیکن نیکی کر کے آزاد کو نہیں خریدتے۔

حضرت عاصم احول رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت حسنؒ سے پوچھا۔ اس حدیث مبارکہ کا کیا مطلب ہے ''الید العلیا خیر من الید السفلی[1]'' تو انہوں نے فرمایا اس کا مطلب ہے دینے والا ہاتھ مال روکنے والے ہاتھ سے زیادہ بہتر ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جس نے اللہ کیلئے کسی سے محبت کی اور اسی کیلئے کسی سے بغض رکھا اور اللہ ہی کی رضا کیلئے کسی کو کوئی چیز دی اور اسی کیلئے منع کیا تو اس نے ایمان مکمل کر لیا۔

ویظھر عیب المرء فی الناس بخلہ ویسترہ عنھم جمیعاً سخاؤہ

(ترجمہ) ''بخل انسان کا عیب لوگوں میں ظاہر کر دیتا ہے اور اس کی سخاوت تمام عیوب کو چھپا لیتی ہے۔''

تغط بأثواب السخاء فإنني ارٰی کل عیب والسخاء غطاؤہ

(ترجمہ) ''لہٰذا تو سخاوت کے لباس سے خود کو ڈھانپ لے کیونکہ

میں دیکھتا ہوں کہ سخاوت ہر عیب کا پردہ ہے۔"

ملأت یدی من الدنیا مرارا فما طمع العواذل فی اقتصادی

(ترجمہ) "میں نے کئی بار اپنا ہاتھ اس دنیا سے بھرا لیکن ملامت گروں نے میری میانہ روی میں لالچ نہ کی۔"

وما وجبت علی زکوۃ مال وھل تجب الزکاۃ علی الجواد

(ترجمہ) "اور مجھ پر کبھی مال کی زکوٰۃ واجب نہ ہوئی اور کیا سخی آدمی پر کبھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟"

بخل جہنم کا اور سخاوت جنت کا درخت ہے

علامہ بن حبان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جہنم میں ایک درخت ہے جسے بخل کہتے ہیں اس کی شاخیں اس دنیا میں ہیں جو کوئی بھی اس کی کسی شاخ سے لٹک گیا اس کو وہ سیدھا آگ میں کھینچ کر لے جائے گا جیسا کہ سخاوت جنت کے ایک پودے کا نام ہے جس کی شاخیں اس دنیا میں ہیں پس جو ان شاخوں سے چمٹ جائے گا وہ اس کو جنت میں لے جائیں گی اور جنت تو ویسے ہی سخیوں کا گھر ہے۔

بخل کے درجات

بخل کا پہلا درجہ بخیل ہے پھر اگر زیادہ کنجوسی کرے تو اس کو شحیح کہتے ہیں پھر اگر اس سے بھی بڑھ کر اہل سخاوت کی مذمت کرے تو اس کو کمینہ کہتے ہیں پھر اگر بخیلوں کے لئے دلائل و اعذار تلاش کرے تو اس کو ملامتی کہتے ہیں اور عزت کو تار تار کر دینے والی اور دین کو معیوب بنانے والی چیز "بخل" سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

مجھے محمد بن اسحاق واسطی نے یہ اشعار سنائے۔

لکل ھم من الھموم سعہ والبخل واللوم لافلاح معہ

(ترجمہ) "ہر قسم کی پریشانی کو برداشت کرنے کی وسعت ہے لیکن کنجوسی اور کمینہ پن کے ساتھ کامیابی نہیں۔"

قد یجمع المال غیرا کلہ   ویاکل المال غیر من جمعہ

(ترجمہ) ''کبھی نہ کھانے والا شخص مال جمع کرتا ہے اور وہ شخص مال کھاتا ہے جس نے جمع بھی نہیں کیا ہوتا۔''

اقبل من الدھر اتاک بہ   من قرّ عینا بعیشہ نفعہ

(ترجمہ) ''لہٰذا زمانہ مجھے جو کچھ دے اسے قبول کر لے جس نے زندگی سے آنکھیں ٹھنڈی کیں اس کو وہ نفع دیتی ہے۔''

انسان کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ بخل ہے

علامہ خطابی فرماتے ہیں میں نے ابوحاتم سجستانی سے سنا انہوں نے فرمایا ایک مرتبہ کسریٰ نے لوگوں سے پوچھا ابن آدم کے لئے کیا چیز نقصان دہ ہے؟ لوگوں نے کہا ''فقر'' اس نے کہا، مگر بخل اس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے کیونکہ غریب آدمی جب رزق پائے گا تو وسعت اختیار کرے گا لیکن بخیل آدمی رزق پالینے کے باوجود بھی وسعت اختیار نہیں کرتا۔

حضرت ابو ہذیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں یحییٰ بن برمکی کے پاس بیٹھا تھا کہ اس کے پاس ایک ہندوستانی آیا جس کے ساتھ اس کا مترجم بھی تھا اس ترجمان نے یحییٰ سے کہا یہ آدمی شاعر ہے اس نے آپ کی تعریف کی ہے یحییٰ نے کہا اس سے کہو شعر کہے تو اس نے یہ شعر کہا۔

ارہ اصرہ ککرا کی کرہ مندرہ

یحییٰ نے ترجمان سے کہا یہ کیا کہہ رہا ہے اس نے ترجمہ میں یہ شعر کہا۔

اذا المکارم فی آفاقنا ذکرت   فانما بک یضرب المثل

(ترجمہ) ''ہمارے علاقوں میں جب اچھے اخلاق کا ذکر ہوتا ہے تو آپ کے نام سے مثال دی جاتی ہے۔''

سب سے بڑا سخی

حضرت عامر بن عبداللہ حضرت ابن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا دنیا کا سب سے بڑا سخی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق اچھی طرح ادا کرتا ہو اگرچہ لوگ اس کو بظاہر بخیل ہی تصور کرتے ہیں اور دنیا کا بدتر بخیل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق اچھی طرح سے ادا نہ کرتا ہو اگرچہ لوگ اس کو بظاہر بڑا باعزت اور سخی سمجھتے ہوں۔

حاتم طائی اور ان کے والد

حضرت ربیع بن سلیمان امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حاتم طائی کا والد بہت سخی تھا وہ تمام چیزوں کو مقررہ جگہوں پر رکھتا تھا اور حاتم فضول خرچ تھا ایک دن اس کے والد کے پاس اس کے دوست جمع ہوئے تو اس نے ان کے سامنے حاتم کی فضول خرچی کی شکایت کی اور کہا مجھے نہیں معلوم کہ اس کا کیا ہوگا؟ جو چیز بھی لیتا ہے خرچ کر دیتا ہے چنانچہ سب نے مل کر فیصلہ کیا کہ اس کو ایک سال تک کچھ نہ دیا جائے لہٰذا اس کی نگرانی کی گئی اور باوجود اس کی تکلیف کے ایک سال تک اسے کوئی چیز نہ دی گئی پھر جب ایک سال مکمل ہوگیا تو اس کے والد نے اس کو سو اونٹنیاں دیں جب حاتم کو معلوم ہوا تو وہ کھڑا ہوگیا اور اعلان کر دیا کہ جس کو جو اچھا لگے لے جائے چنانچہ لوگ اس سے سب کچھ چھان بین کر لے گئے جب اس کے والد کو پتا چلا تو بیٹے کو بلا کر پوچھا یہ تو نے کیا کیا تو بیٹے نے جواب دیا۔ ابا جان، اللہ کی قسم مجھے بھوک نے ایسا کر دیا ہے کہ مجھ سے جو بھی کوئی چیز مانگتا ہے میں اس کو دے دیتا ہوں۔

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اشعار

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اکثر مندرجہ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے۔

وما تزود مما کان یجمعه الا حنوطا غداة البین مع حزق

(ترجمہ) ''اور وہ جو مال جمع کرتا ہے اس میں سے توشہ سوائے جدائی کی صبح کپڑوں کے کچھ ٹکڑوں کے ساتھ حنوط (خوشبو) کے حاصل نہ کر پائے گا (یعنی موت کے سفر پر جانے والا)''

وغیر نفحة أعواد تشد له　　وقل لک من زاد لمنطلق

(ترجمہ) ''اور سوائے عود کی ان لکڑیوں کی خوشبو کے جو اس کے لئے باندھی جائیں گی اور ایک جانے والے کے لئے یہ توشہ بہت تھوڑا ہے۔''

حد درجے کی سخاوت

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے تو انہیں انگور کھانے کی چاہت ہوئی حالانکہ وہ انگوروں کا موسم نہ تھا لیکن پھر بھی تلاش کیا گیا تو ایک آدمی کے پاس ملے تو اس سے سات دانے ایک درہم کے عوض خریدے گئے اور خدمت میں لائے گئے اتنے میں ایک مانگنے والا آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو دے دو اور ان میں سے کچھ بھی نہ چکھا۔

سخاوت کرنے والے کامیاب ہیں

حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مشرق سے مغرب تک لوگوں کو دیکھا جس نے بھی سخاوت کو اپنا شعار بنایا اور لوگوں کو تکلیف دینے سے بچتا رہا وہ اپنے ہم پلہ و معاصرین پر فوقیت لے گیا اور ہر خاص و عام میں اس کی عزت افزائی ہوئی بس جو بھی عزت چاہے دنیا اور آخرت کی عظمت کا خواہی ہو وہ سخاوت کو لازم پکڑ لے اور ہر خاص و عام کو تکلیف دہی سے بچے اور جو چاہے کہ اس کی عزت تار تار ہو اور اس کا دین معیوب ہو اور لوگوں پر بوجھ بنے وہ بخل اختیار کر لے۔

عرب میں سخی اور کنجوس پر اشعار

حضرت نضر بن شمیل سے پوچھا گیا کونسا شعر ہے جو عرب زیادہ سخاوت والے پر کہتے ہیں فرمایا۔

فلو لم تکن فی کفه غیر روحه　　لجادبها، فلیتق اللّٰه سائله

(ترجمہ) ''اگر اس کے ہاتھ اپنی جان کے سوا کچھ بھی نہ ہو تو وہ اسے بھی سخاوت میں دے دے گا اس لئے مانگنے والے کو ایسے شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔''

اور فرمایا بخیل کے لئے یہ شعر کہا گیا۔

لو جعل الخردل فی کفه　　ماسقطت من کفه خردله

(ترجمہ) ''اگر رائی کے دانے بھی اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے جائیں تو ایک دانہ بھی گرنے نہ پائے گا۔''

پھر ان سے پوچھا گیا وہ کون سا شعر ہے جس میں سب سے زیادہ ہجو کی گئی فرمایا۔

العجر فیون لا یوفون ما وعدوا　　والعجرفیات ینجزن المواعیدا

(ترجمہ) ''عجر فی مرد اپنا کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کرتے اور عجر فی عورتیں اپنا وعدہ پورا کر دیتی ہیں۔''

بخل سے مشہور نہ ہوں

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سمجھدار کے لئے ضروری ہے کہ اگر سخاوت سے معروف نہ ہو تو بخل سے بھی مشہور نہ ہو جیسا کہ یہ مناسب نہیں کہ اگر بہادری اس کی پہچان نہ ہو تو کم از کم ڈرپوک ہونا اس کی پہچان نہ ہو یا اسی طرح اگر باوقار نہیں تو ذلیل مشہور نہ ہو یا اسی طرح اگر امانت دار مشہور نہیں تو خیانت سے بھی مشہور نہ ہو کہ یہ بخل تو دین دنیا کے اعتبار سے بری علامت ہے اور آخرت کے اعتبار

سے جن اعمال کے سبب ذخیرہ اندوزی کی جاتی ہے ان میں سب سے برا عمل ہے۔

بنت عبدالعزیز کی بخل سے نفرت

حضرت ابراہیم بن ابی عبلہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ہمشیرہ کو یہ فرماتے سنا کہ تف ہے اس بخل پر اللہ کی قسم اگر یہ کوئی راستہ ہوتا تو میں کبھی بھی اس پر نہ چلتی اور اگر کوئی کپڑا ہوتا تو کبھی بھی نہ پہنتی۔

سخی کا یقین کامل ہوتا ہے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس آدمی کو (خدا سے) نعم البدل ملنے کا یقین ہو وہ ہدیہ وتحفہ کی سخاوت کرتا ہے۔

☆☆☆

باب (۴۳)

دوستوں کے ہدایا قبول نہ کرنے پر سرزنش کا بیان

ہدایا واپس لینے سے منع کا ذکر

حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"دعوت قبول کرو اور ہدیہ واپس نہ کرو اور مسلمانوں کو نہ مارو"۔[1]

ابوحاتم فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے ہدایا واپس کرنے سے منع کیا ہے لہٰذا آدمی پر لازم ہے کہ جب اس کے پاس ہدیہ آئے تو وہ اس کو قبول کرے اور واپس نہ کرے۔ ہدیہ دینے والے کا شکریہ ادا کرے اور ہو سکے تو اس کا بدلہ بھی دے۔ اور میں تو اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی طرف ہدایا بھیجا کریں کیونکہ ہدیہ محبت پیدا کرتا اور نفرت ختم کرتا ہے۔

عبدالملک بن رفاعہ کا قول ہے کہ۔ ہدیہ واضح جادو ہے۔

ہدیہ نفرت کو ختم کرتا ہے

سفیان کہتے ہیں کہ جب امام ابو حنیفہ لوگوں کو مسائل شرعیہ بتانے کے لئے مسند افتاء پر بیٹھے تو مساور وراق نے لوگوں سے کہا۔

كُنّا مِن الذّين قبل اليوم في سَعَةٍ حتّى بُلينا باصحاب المقاييس

قومٌ اذا اجتمعوا صَاحُوا كانهم ثعالبَ ضَبحت بين النّواويس

(ترجمہ) "آج سے پہلے ہم دین کے معاملے میں وسعت میں تھے۔ لیکن آج کے بعد ہم اہل قیاس کے شکنجے میں جکڑے جا چکے

---

[1] بخاری فی الادب المفرد ص ۱۵۷۔ مسند احمد ص ۴۰۴۔ ابن حبان حدیث نمبر ۱۰۶۴۔ مشکل الآثار (امام طحاوی) (۴/ ۱۴۸)

ہیں۔ یہ ایسی قوم ہے کہ جب جمع ہو جائیں تو ایسے چیختے ہیں جیسے لومڑیاں اپنی رہنے والی جگہ میں آوازیں نکالتی ہیں۔"

یہ بات امام صاحب تک پہنچی تو آپ نے اس کی طرف کچھ ہدیہ بھیجا۔ ہدیہ کی وصولی کے بعد اس نے کہا۔

اذا ما الناس یومًا قایسونا بآیدہ من الفتیا طریقة
اتیناھم بمقیاس صحیح مُصَیَّب من طرَاز ابی حنیفة
اذا سمع الفقیہ بھا وَعَاھَا واثبتھا بحبر فی صحیفة

(ترجمہ) "لوگ اگر کسی دن ہمارا مشکل اور انوکھے فتویٰ میں امتحان لیں تو ہم ان کے پاس ابوحنیفہ کی طرز کا صحیح قیاس لاتے ہیں۔ فقیہ جب اس کو سنتا ہے تو یاد کرتا ہے اور سیاہی سے اپنے دفتر میں قلمبند کر لیتا ہے۔"

مجھے کریزی نے اشعار سنائے۔

انّ الھدیةَ حَلوةٌ کالسحر تختلب القلوب
تُدْنِی البعید من الھوی حتّٰی تُصَیِّرَہُ قریباً
وتعیدَ مُقْطَعَن العدا وَۃ بعد بَغضَتِہٖ حبیباً

(ترجمہ) "بے شک ہدیہ ایک مٹھاس ہے۔ جیسے جادو جو دلوں کو اچک لیتا ہے محبت سے دور رہنے والوں کو قریب کر دیتا ہے۔ عداوت اور نفرت رکھنے والے کو دوست بنا دیتا ہے۔ بغض رکھنے والے کے دل کی کدورت کو ختم کر دیتا ہے اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔"

دل محسن سے محبت کرتے ہیں

اسماعیل بن ابان کہتے ہیں کہ حسن بن عمارۃ کو خبر ملی کہ اعمش اس کے بارے میں کچھ باتیں کرتے ہیں تو حسن بن عمارہ نے ان کی طرف کپڑوں کا ایک جوڑا بھیجا۔

اعمش اس کے بعد ان کی مدح سرائی کرنے لگے۔ اس تبدیلی کے بارے میں جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ مجھے خیثمہ نے عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ دل فطرتی طور پر احسان کرنے والے سے محبت کرتے ہیں اور برائی کرنے والے سے نفرت کرتے ہیں۔[1]

معاصرین کی محبت کے لئے انہیں ہدیہ بھیجو

ابو حاتم کہتے ہیں کہ لوگ فطرتی طور پر بھلائی کرنے والے کو پسند اور ایذاء رسانی کرنے والے کو ناپسند کرتے ہیں۔ بھلائی کرنے والے کو دوست اور برائی کرنے والے کو دشمن سمجھتے ہیں۔

پس عقلمند معاصرین کی محبت حاصل کرنے کے لئے ان کی طرف ہدیہ بھیجنا لازم سمجھتا ہے اور ان کی نفرت اور عداوت سے بچنے کے لئے ہدایا بھیجنے کو ترک نہیں کرتا۔

مجھے ابرش نے اشعار سنائے

هدايا الناس بعضهم لبعض تولد في قلوبهم الوصالا
وَتُزرع في الضمير هوىً ووُدًا وتكسوك المهابة والْجَلالا
مصايد للقلوب بغير تعب وتمتحك المحبة وَالجمالا

(ترجمہ) "لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کی طرف ہدایا بھیجنا ان کے دلوں میں جوڑ پیدا کرتا ہے۔ اور ضمیر میں الفت اور محبت اگاتا ہے۔ اور آپ کو ہیبت اور رعب کا لباس پہناتا ہے۔ دلوں کی شکار گاہ ہے بغیر شور وشغب کے۔ اور آپ کو محبت اور جمال عطا کرتا ہے۔"

[1] ابن عدی (۱/۸۲) حلیۃ الاولیا (۴/۱۲۱)۔

ہدیہ دینے لینے میں قلت و کثرت کو نہیں دیکھنا چاہئے

ابن سیرین کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں لوگ پلیٹوں اور بڑے بڑے تھالوں میں درہم بھیجا کرتے تھے۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عاقل پر لازم ہے کہ وہ چیزوں کو وقت کے تقاضے کے مطابق استعمال کرے۔ تقدیر کے فیصلے پر راضی رہے اور جو مل گیا ہو اس کے علاوہ کی تمنا نہ کرے اگر اس کے پاس کوئی گھٹیا چیز ہو تو اس کو کم سمجھ کر خرچ کرنے سے نہ رکے کیونکہ بخل اور خرچ کرنے سے رکنا بڑے عیب کی بات ہے انسان کسی چیز کو حقیر سمجھتا ہے تو اس کو خرچ کرنے سے روک لیتا ہے لہٰذا کسی بھی چیز کو گھٹیا نہیں سمجھنا چاہئے۔ خرچ کرنے میں عاقل کے ہاں کثرت و قلت برابر ہونی چاہئے کیونکہ زیادہ خرچ کرنا اگر انسان میں زیادہ خصلتیں پیدا کرتا ہے تو قلیل بھی اپنی مقدار کے مطابق کام آتا ہے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ ہم عبادت گزار کہمس کے پاس گئے تو وہ لال رنگ کی پچیس کھجوریں لائے اور بولے یہ تمہارے بھائی کی ادنیٰ سی کاوش ہے۔

معافی بن عمران کہتے ہیں کہ جو شخص مفت کی دوستی کا خواہشمند ہو تو وہ مردوں سے دوستی لگا لے۔

نعیم بن حماد کہتے ہیں مجھے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اشعار سنائے۔

مـاذاق طعـم الغنى من لاقنوع له ولـن تـرىٰ قـانـعًـا مـاعـاش مفتقرًا

والـعـرف مـن يـاتـه يحمد عواقبهٗ مـاضـاع عُرف ولواوليسته حجرًا

(ترجمہ) ”جس کے پاس قناعت نہ ہو وہ استغنا کا ذائقہ نہیں چکھ سکتا۔ اور قانع کو تم تاحیات ہرگز فقیر نہ پاؤ گے۔ عرف اس کے انجام کی مدح سرائی کرتا ہے جو اس کے پاس کچھ لائے۔ اگر تم اس کو پتھر بھی دو گے تو وہ اس کو بھی ضائع نہ کرے گا۔“

بہترین تحفہ مگر معذرت کے ساتھ

ابو السنور شاعر نے ابو الاشعث کی طرف نیروز کے دن گلاب کے پھولوں

کا تھال ہدیہ بھیجا اور ساتھ یہ اشعار لکھ بھیجے۔

بعثنا ببرتافہ دون قدرکم — وما تبعث الالطاف للقل والکثر

ولکن ظرفا ان تزید موکۃ — فھل تکرمنا بالقبول والعذر

فلو کان برّی حسبَ ماانت اھلُہٗ — اتاک اذًا روحی علی طبق البر

(ترجمہ) ''آپ کی شان سے کم ہم آپ کی طرف یہ ہدیہ ارسال کر رہے ہیں۔

ہدایا بھیجنے میں اعلیٰ اور ادنیٰ کو نہیں دیکھا جاتا۔ لیکن وسعت ظرفی سے آپ محبت میں بڑھو گے تو کیا ہدیہ اور عذر قبول کر کے آپ ہماری عزت افزائی کریں گے اگر میری یہ نیکی آپ کی شان کے مطابق ہو تو پھر میری روح آپ کے پاس آپ کی شان کے مطابق نیکی لے کر آئے گی۔''

ہدیہ غریب بھی بھیجا کریں

لشکر کا ایک دیوان نویس سفر سے لوٹا تو اس کے ساتھیوں نے اس کی طرف ہدایا بھیجے۔ بھیجنے والوں میں ایک ایسا بھی تھا جس کی مالی حالت اچھی نہ تھی تو اس نے کچھ مصالحہ اور اشنان بھیجا تو ساتھ لکھا کہ اچھی نیت کے ساتھ جو میرا نیک ارادہ ہے۔ اس کی اگر تکمیل ہو جاتی اور کشائش میرا ہاتھ کھول دیتی تو آپ کے ساتھ نیکی کرنے والوں میں آگے بڑھنے والوں کو میں تھکا دیتا۔ اور آپ کے ساتھ نیکی کرنے کی کوشش کرنے والوں میں آگے بڑھ جاتا۔ لیکن سرمایہ ہمت کرنے سے بیٹھ گیا اور حیثیت والوں کے مقابلے سے قاصر ہوگیا۔ لیکن میں نے یہ نامناسب سمجھا کہ جب نیکی کا رجسٹر بند کیا جائے تو اس میں میرا ذکر نہ ہو لہٰذا میں نے آپ کی طرف وہ چیز بھیجی جس سے ابتداء کی جاتی ہے یعنی مصالحہ سو اس کی برکت کی وجہ سے۔ اور وہ چیز جس سے اختتام کیا جاتا ہے۔ (یعنی اشنان[1]) اس کی خوشبو اور نفع کی وجہ سے اس میں کوتاہی کی جو تکلیف

---

[1] اشنان گھاس ہے جو خوشبو کے لئے نہانے کے پانی میں استعمال ہوتی تھی خاص طور سے مردوں کے غسل میں اسے استعمال کیا جاتا تھا۔

پہنچی ہو اس سے میں معذرت کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ جو احوال ہیں ان کی تعبیر کے لئے اللہ کا یہ قول کافی ہے۔

﴿لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ الخ﴾ (التوبة: ۹۱)

(ترجمہ) ''کمزوروں، مریضوں اور ان لوگوں پر کوئی حرج نہیں جو خرچ کرنے کے لئے مال نہیں پاتے۔''

حمید اپنے والد معیوف سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔ منبج میں حکم بن حنطب کی موت کے وقت حاضر تھا۔ وہ موت کی تکلیف میں تھے۔ میں نے یا کسی اور آدمی نے کہا اے اللہ! ان پر موت آسان کر دے۔ یہ تو ایسے تھے اور ایسے تھے یوں کہہ کر قائل نے ان کی مدح سرائی کی۔ تو وہ ہوش میں آگئے اور بولے یہ کلمات کہنے والا کون تھا؟ تو قائل نے کہا میں۔ تو بولے ملک الموت کہہ رہے ہیں کہ میں ہر آدمی کے ساتھ شفقت کرنے والا اور سخی ہوں۔ اتنا کہنے کے بعد گویا کہ وہ چراغ تھا بجھا دیا گیا (یعنی انتقال کر گئے) ابن ہرمہ شاعر کے پاس ان کی موت کی خبر پہنچی تو اس نے کہا۔

سألا عن المجد والمعروف أين هما فقلت انهما ماتا مع الحكم
ماتا مع الرجل الموفي بذمته يوم الحفاظ اذا لم يوف بالذمم
ماذا بمتبج لو تُنبش مقابرها من التهدم بالمعروف والكرم

(ترجمہ) ''لوگوں نے نیکی اور بزرگی کے بارے میں پوچھا وہ کہاں ہیں؟ تو میں نے کہا وہ تو حکم کے ساتھ دنیا سے چلی گئیں۔

وہ دونوں ایفائے عہد کے دن ذمہ داری پوری کرنے والے شخص کے ساتھ مر گئیں، ایسا ایفائے عہد کا دن ذمہ داری پوری کرنے والے شخص کے ساتھ تو مر گئیں۔ ایسا ایفائے عہد کا دن کہ جس دن وفا داریاں پوری نہ کی جائیں بوسیدہ ہونے کی وجہ سے قبریں اکھیڑ لی جائیں تو پتہ چلے کہ منبج میں کیسی بزرگی اور نیکی ہے۔''

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے پوچھا گیا کہ دنیا میں آپ کسی چیز میں لذت پاتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ دوستوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے میں پھر پوچھا گیا کہ کس کی زندگی سب سے اچھی ہے تو بولے جس کی زندگی دوسروں کے لئے حیات بخش ہو۔ تو پھر پوچھا گیا کہ کس کی زندگی سب سے بری ہے تو فرمایا کہ جس کی زندگی دوسروں کے لئے حیات بخش نہ ہو۔

☆☆☆

باب (۴۴)

لوگوں کی حاجتیں پوری کر کے ان سے تنگی دور کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

جس نے اپنے بھائی سے دنیا کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی اللہ تعالیٰ قیامت کی تکلیفوں میں سے اس سے بڑی تکلیف کو دور فرمائیں گے۔ جس نے تنگدست پر آسانی کی اللہ دنیا و آخرت میں اس پر آسانیاں کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اللہ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔[1]

ابو حاتم فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی خیر خواہی ان کی تکلیفوں اور غموں کو دور کرنا تمام مسلمانوں پر لازم ہے کیونکہ جس نے کسی سے دنیا کی کوئی تکلیف دور کی اللہ اس سے آخرت میں تکلیفیں دور کرے گا۔ اور جس نے کسی کی ضرورت پوری کرنے کا ارادہ کیا مگر پوری نہ کر سکا تو اس کو کوتاہی کرنے والا نہ سمجھا جائے گا۔ انسان جب لائق مدح ہوتا ہے تو اس کی ضرورتیں بھی آسانی سے پوری ہو جاتی ہیں دوست ضرورت کے وقت پہچانے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اپنائیت کی رٹ لگانے والوں کا امتحان اس وقت ہوتا ہے جب انسان غریب ہو جائے کیونکہ کشائش کے وقت ہر کوئی دوستی کے دعوے کرتا ہے۔ بدترین دوست وہ ہے جو اپنے بھائی کو مصیبت اور تنگی کے وقت تنہا چھوڑ دے۔ جیسا کہ بدترین شہر وہ ہے جس میں نہ ہریالی ہو اور نہ ہی امن۔ کریزی نے کہا۔

خیر ایام الفتی یوم نفع   واصطناع العرف أبقى مصطنع

---

[1] صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۶۹۹۔

مــا یُـنــالُ الـخـمـرُ بـالشــر ولا   یَــحـصُـدُ الـزارع إلا مَــازَرَعُ
لیــس کــل الـدهـر یـومًــا وَاحِـدًا   ربـمــا انـحـط الـفتـی ثم ارتفع

(ترجمہ) ''نوجوان کا بہترین دن وہ ہے جس میں وہ نافع ثابت ہو اور بھلائی کی ایجاد باقی رہنے والی ایجاد ہے۔ بھلائی برائی کر کے حاصل نہیں کی جاسکتی کسان وہ ہی پائے گا جو زمین میں بوئے گا۔ پورا زمانہ ایک دن کی طرح نہیں ہوتا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نوجوان گر کے بلند ہو جاتا ہے۔

حسن کہا کرتے تھے کہ مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنا میرے نزدیک دو مہینوں کے اعتکاف سے بہتر ہے۔ علی بن محمد بسامی نے کہا۔

ســابـق إلــی الـخیـر وبـادربــه   فـانّ مِــنْ خَـلـفـک مَـاتـعـلـمُ
وَقــدّم الـــخیـــر فــکــل امــرئٍ   عَــلــی الــذی قـدولــی یـقـدَمُ

(ترجمہ) ''بھلائی کرنے میں آگے بڑھو کیونکہ جو پیچھے چھوڑو گے۔ اس کی حقیقت تم جانتے ہو بھلائی کو آگے بھیجو۔ ہر آدمی جو آگے بھیجے گا اس کو پالے گا۔''

بھلائی ایسے کی جاتی ہے

شیب بن شیبہ کہتے ہیں کہ سعید بن عاص کا جب آخری وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا۔ اے بیٹو تم میں سے کون میری وصیت کو پورا کریگا؟ بڑے نے کہا ''میں''۔ تو انہوں نے کہا کہ میری وصیت قرضے کی ادائیگی ہے۔ بیٹے نے پوچھا، ابا جان آپ پر کتنا قرضہ ہے؟ تو فرمایا ''اسی ہزار'' بیٹے نے پوچھا ابا جان اتنا قرضہ آپ نے کس لئے لیا۔ بولے بیٹا ایک شریف آدمی کی ضرورت پوری کرنے کیلئے جب وہ ضرورت مند میرے پاس آیا تو شرم کی وجہ سے اس نے مانگا تو نہیں، لیکن تنگی میں نے اس کے چہرے سے بھانپ لی تھی۔ تو اس کے مانگنے سے پہلے ہی میں نے اس کی حاجت کو پورا کر دیا۔

بھلائی جلد سے جلد کرلو

ابو حاتم کہتے ہیں کہ جو شخص مال یا کسی مرتبے کا مالک ہو، تو اسے چاہئے کہ قبل از موت جتنا ہو سکے ان چیزوں کو لوگوں کے کام لائے ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور یہ بھلائیوں سے پیچھے رہ جائے۔ اور پھر جو نہ کرسکا۔ اس پر افسوس کرے۔ عاقل یہ بات ذہن میں رکھے کہ دنیا میں سے جو کچھ اس کے پاس ہے وہ ایک دن اس سے گم ہو کر ہی رہے گا۔ مکمل بھلائی اور احسان یہ ہے کہ انسان مانگے بغیر عطا کرے۔

بغیر مانگے دینا چاہئے

مشہور شاعر ابو العتاھیہ ہارون رشید کے پاس آیا تو اس نے کہا ابو العتاھیہ کچھ مانگو تو ابو العتاھیہ نے یہ شعر کہا:

اذا کان المنال ببذل وجه فلا قربتُ مِن ذاک المنال

(ترجمہ) ''اگر عطیہ ذلت کے ساتھ ملے تو اللہ کرے کہ میں ایسے عطیہ کے قریب نہ کیا جاؤں۔''

عبدالعزیز بن سلیمان نے کہا۔

یبقی الثناء وتنفَدُ الأموال ولکل دھر دولۃٌ وَرجال

ما نال مَحُمَدۃ الرجال وشکرھم اِلا الصبور علیھم المفضال

(ترجمہ) ''مال فنا ہو جائینگے اور مدح سرائی باقی رہے گی۔ ہر زمانہ کے لئے دولت اور آدمی ہیں لوگوں کی مدح سرائی اور شکر اسے حاصل ہوتا ہے جو صابر اور لوگوں پر احسان کرنیوالا ہو۔''

یحییٰ بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت

ابن عائشہ کہتے ہیں میرے والد نے کہا کہ یحییٰ بن طلحہ بن عبیداللہ کے پاس ایک آدمی آیا تو اس نے کہا کہ کچھ دے دیجئے۔ یحییٰ نے اپنے غلام کو کہا۔ جو تمہارے پاس ہے سب اس کو دے دو، اس نے اس کو بیس ہزار دے دیئے۔ اس شخص نے اٹھانے

کی کوشش کی تو وہ بھاری نکلے۔ تو وہ بیٹھ کر رونے لگا۔ یحییٰ نے کہا کیا تم کم ہونے کی وجہ سے رو رہے ہو، تو ہم اضافہ کر دیتے ہیں؟ وہ بولا واللہ کم ہونے کی وجہ سے میں نہیں رو رہا ہوں۔ لیکن میں اس بات پر رو رہا ہوں کہ (آپ کے مرنے کے بعد) زمین آپ کے فضل و کرم سے جو نفع اٹھائے گی یحییٰ نے کہا جو ہم نے تمہیں دیا، تم نے اس سے زیادہ ہمارے بارے میں کہا۔ (مدح کی)

سوال کرنے کے اصول

ابو حاتم کہتے ہیں کہ مانگنے میں زیادہ اصرار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ سامنے والے کو زیادہ مجبور کرنا بعض اوقات محرومی کا سبب بنتا ہے۔ کامیابی کا خواہشمند جوئے کا تیر پھینکنے والے کی طرح ہے کہ ایک اس کے حق میں نکلتا ہے اور دوسرا اس کے خلاف۔ مانگنے والے کو اگر کچھ مل جائے تو اس کو شکریہ ادا کرنا چاہئے ورنہ تقدیر کے فیصلے پر راضی رہنا چاہئے مانگنے والے کو چاہئے کہ وہ لوگوں کے گھروں اور رہنے کی جگہوں میں مانگے۔ محافل مساجد اور اجتماع گاہوں میں نہ مانگے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں سے ان کی مجلسوں اور مساجد میں نہ مانگو کہ تم ان کو نازیبا کلام کہنے پر مجبور کرو۔ البتہ ان سے ان کے گھروں میں مانگو۔ جو دے سو دے اور جو نہ دے اس کی مرضی۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول شریف کے بارے میں ہے کیونکہ اگر شریف سے بھری مجلس میں مانگا جائے اور اس کے پاس نہ ہو تو وہ شرمائے گا۔ اور نادم ہوگا۔ اگر مسئول کمینہ شخص ہو اور انسان اس سے اپنی حاجت براری میں مجبور ہو تو اس کے لئے مساجد یا مجلس میں ہی مانگنا زیادہ مفید ہوگا۔ کیونکہ کمینہ شخص کسی کی حاجت براری دیانت اور بطور مروّت کے نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی تعریف اور شہرت کے لئے کرتا ہے۔ عاقل کو اگر کسی وقت چمڑہ کھانے اور کنکریاں چوسنے تک کی نوبت آ جائے تو میرے نزدیک اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ کمینے سے مانگنے کے بجائے صبر کرے کیونکہ کمینے سے کچھ لینا انسان کے لئے عیب ہے اور اگر وہ نہ دے تو یہ موت

ہے۔

محمد بن عبداللہ بغدادی نے کہا:

اذا اعطی القلیل فتی شریف فان قلیل مایعطیک زین
وإن تکن العطیة من دنیّ فإنّ کثیر مایعطیک شین

(ترجمہ) ''اگر شریف تھوڑا دے تو اس کا تھوڑا دینا بھی لینے والے کے لئے باعث زینت ہوتا ہے اگر عطیہ گھٹیا انسان کی طرف سے ہو تو اس کا زیادہ دینا بھی لینے والے کے لئے باعث عار ہے۔''

ہر ایک سے مدد لینا مناسب نہیں

سعید بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے قتیبہ بن مسلم باھلی کو سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں حج کے ارادے سے نکلا۔ سواری سے اکتا کر میں دھیرے دھیرے چلنے لگا تو میرے پاس ایک دیہاتی آیا اور بولا اے جوان یہ مال سے لدے ہوئے اونٹ کس کے ہیں۔ تو میں نے کہا قبیلہ باھلہ کے ایک نوجوان کے۔ تو وہ بولا اف! کیا اللہ تعالیٰ کسی باھلی کو بھی اتنا کچھ دیتے ہیں۔ قبیلہ باھلی کے بارے میں جو دیہاتی کے اس حقارت آمیز رویے سے مجھے حیرت ہوئی۔ میرے پاس سو دینار کی ایک تھیلی تھی۔ جو میں نے اس کی طرف پھینک دی۔ تو اس نے کہا کہ اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ تم نے میری ضرورت پوری کر دی۔ تو میں نے کہا کہ اگر تمہیں یہ لدے ہوئے اونٹ دے دیئے جائیں تو تم یہ پسند کرو گے کہ تمہیں باہلی کہا جائے؟ تو وہ بولا نہیں۔ تو میں نے کہا کیا تم یہ پسند کرو گے۔ کہ تمہیں باھلی ہونے کی وجہ سے جنت میں داخل کیا جائے؟ تو وہ بولا یہ مجھے پسند ہے۔ بشرطیکہ اہل جنت کو میرے باہلی ہونے کا معلوم نہ ہو۔ تو میں نے کہا اے دیہاتی۔ یہ لدے ہوئے اونٹ میرے ہیں۔ میں باہلی ہوں۔ اتنا سننا تھا کہ اس نے دیناروں کی وہ تھیلی میری طرف پھینک دی۔ میں نے کہا کہ تم تو کہہ رہے تھے کہ تم نے میری حاجت پوری کر دی؟ وہ بولا مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں اللہ سے اس حال میں ملوں کہ میرے

اور پر کسی باہلی کا احسان ہو۔ تو میں نے یہ بات خلیفہ مامون کو بتائی۔ وہ تعجب کرنے لگے اور بولے، تمہارا ناس ہو، سعید کس لئے تم نے اس کی باتوں پر اتنا صبر کیا۔

ہاشم بن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے سالم بن قتیبہ سے اپنی کوئی ضرورت مانگی۔ تو انہوں نے پوری کر دی۔ تو میں نے دوسری مانگی۔ تو اس نے مجھے ڈانٹا اور بولا ایک وقت میں دو ضرورتیں؟ یا کہا نہار منہ دو ضرورتیں؟

پھر اس نے کھانا منگوایا، ناشتہ کرنے کے بعد اس نے کہا۔ اب اپنی ضرورت بتلاؤ۔ بچوں کی وہ بات تو تم نے سنی ہوگی۔

اذا تعذیت وطابت نفسی — فلیس فی الحق غلام مثلی

إلا غلام قد تغذّی قبلی

(ترجمہ) "جب میں ناشتہ کرلوں میرا دل خوش ہو جائے۔ تو پھر کوئی لڑکا وصولی حق میں میرے ہمسر نہیں ہوتا۔ مگر وہ لڑکا جو مجھ سے پہلے ناشتہ کرے۔"

سفارش کے لئے کون شخص مناسب نہیں

ابوعمرو منذری کہتے ہیں میں مسلم بن قتیبہ کے پاس ایک ضرورت لیکر آیا۔ اس کا ایک شامی دوست تھا، میں نے اس سے سفارش کی درخواست کی۔ وہ آج اور کل کہہ کر مجھے ٹالنے لگا۔

عرصہ گزرنے کے بعد میں خود ہی مسلم کے سامنے آگیا اور وہ مجھے جانتے تھے تو اس نے مجھے بلایا اور پوچھا ابوعمرو تم یہاں کیسے؟

میں نے کہا ہاں آپ کے پاس ایک ضرورت لیکر آیا ہوں۔ اور اتنے عرصہ سے یہاں ہوں۔ فلاں آپ کے دوست کو آپ سے بات کرنے کیلئے کہا تھا تو وہ ہنسے اور بولے۔ میرا تو خیال تھا کہ تم نے تو آداب از بر یاد کر لئے ہوں گے۔

سنو! جس کسی سے کوئی ضرورت پوری ہونیکا ارادہ ہو تو اس تک پہنچنے کے لئے کسی ایسے آدمی کی مدد طلب نہ کرو۔ جو خود اپنی روزی میں اس کا محتاج ہو کیونکہ وہ اپنی

ذات پر تجھے ترجیح نہیں دیگا۔ اور چھوٹے شخص سے بھی مدد نہ لو۔ کیونکہ وہ قریب کو تم سے دور اور بعید کو تم سے قریب کریگا اور احمق سے بھی مدد نہ لو کیونکہ وہ تمہارے لئے اپنی ذات کو کھپا دیگا۔ لیکن تمہارے لئے کچھ نہ کر سکے گا۔ چنانچہ میں یہ کہہ کر واپس لوٹا کہ ''مجھے یہ نصیحتیں کافی ہیں۔'' لیکن انہوں نے کہا نہیں تمہاری ضرورت بھی پوری کی جائیگی۔ اور پھر وہ ضرورت پوری کر دی۔

زیادہ اصرار مت کریں

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنی حاجت براری میں کسی دشمن یا احمق یا فاسق یا چھوٹے شخص کو وسیلہ بنائے اور نہ ایسے شخص کو وسیلہ بنائے۔ جو خود مسئول عنہ کا محتاج ہو۔ ایک ہی وقت میں دو ضرورتوں کا مطالبہ کرنا اچھا نہیں۔ اور نہ ہی یہ مناسب ہے کہ سائل سوال کے ساتھ تقاضے پر اصرار کرے اور قضائے حاجت میں زیادہ حرص نہیں کرنی چاہئے کیونکہ شریف کیلئے اصرار اور تقاضے کے بجائے حاجت کا معلوم ہونا ہی کافی ہے۔

منصور بن محمد کریزی نے کہا:

واذا طلبت الی کریم حاجۃً   فاصبر ولاتک للمطال ملولا

لاتُظهرنّ شره الحرص ولاتکن   عند الامور اذا نهضت ثقیلا

(ترجمہ) ''جب شریف سے کسی ضرورت کا مطالبہ کرو تو صبر کرو
اور معمولی ٹال مٹول سے اکتا نہ جاؤ اور لالچی شخص کی طرح شدید
حرص ظاہر نہ کرو۔ مشکل حالات آ جائیں تو بوجھل نہ ہو جاؤ۔''

محمد بن اسحاق واسطی نے کہا:

واذا طلبت الی کریم حاجۃً   فحضورہٗ یکفیک والتسلیم

فاذا راٰک مسلمًا عِرف الذی   حمّلته فکانّهٗ ملزوم

(ترجمہ) ''جب شریف سے کوئی ضرورت پیش آ جائے تو اس کے

پاس حاضری اور سلام و دعا ہی کافی ہے۔ جب اس کے خیال میں تم مسلمان ہو تو جو تم نے اس کے کندھے پر ڈالا ہے وہ اس کو اپنے پر لازم سمجھے گا۔''

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کے پاس اگر ہلکی چیز ہو تو وہ اس کے دینے میں بھی پیچھے نہیں رہتا کیونکہ جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ اس کیلئے تو وہ ادنیٰ چیز بھی نفع بخش ہے۔ ہر ایک سے مانگنا اچھا نہیں ہوتا۔ کتنے لوگ ہیں جن سے ضرورت مند حضرات دور رہتے ہیں لیکن وہ ایسے لوگوں سے زیادہ نافع ہوتے ہیں جن سے مدد طلب کیجاتی ہے۔ سائل کیلئے دوسرے کی سفارش کروانا ضروری نہیں ہے کیونکہ جو شخص خود نہ تیر سکتا ہو اس پر یہ کیسے لازم کیا جا سکتا ہے کہ وہ دوسرے کو اپنی گردن پر سوار کرے۔ جس سے مانگا جائے اسے خرچ کرنا چاہئے کیونکہ بندے کا مال دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ جو اس نے خرچ کر کے آگے بھیج دیا اور دوسرا وہ جو ورثاء کیلئے چھوڑ دیا۔ دنیا کی چیزوں میں سب سے پہلے زوال مال اور مرتبے پر آتا ہے۔ نیک کام شروع کر کے اس پر پابندی کی جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ کسی کار خیر کو شروع کیا جائے۔ فصل لگانے کے بعد اس پر خرچ کرنے میں بخل نہیں کرنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ پہلا خرچ کیا ہوا بھی ضائع ہو جائے۔

مشہور شاعر ابو تمام ''مالک'' کے دروازے پر

محمد موصلی نے ابو تمام کو کہتے ہوئے سنا کہ میں مالک بن طوق رجبی کے دروازے پر کئی ماہ تک کھڑا رہا لیکن اس تک میری باریابی نہ ہو سکی۔ میرے کھڑے ہونے سے وہ بے خبر تھے۔ واپسی کا ارادہ ہوا تو میں نے دربان سے کہا ملنے کی اجازت دیتے ہو یا لوٹ جاؤں۔ اس نے کہا فی الحال تو اجازت نہیں مل سکتی۔ میں نے کہا رقعہ بھیج سکتا ہوں؟ وہ بولا یہ بھی ناممکن ہے البتہ آج وہ اپنے باغیچے کی طرف جائیں گے تم رقعہ لکھو اور میری دکھائی ہوئی جگہ پر پھینک دینا۔ چنانچہ میں نے رقعہ میں یہ اشعار لکھے:

لعمری ان حَجَبتنی العبید عنک فلم تحجب القافیه
سأرمی بها من وراء الجدا رِ شنعاء تأتیک بالداهیة
تُصِمّ السمیع وتعمی البصیر ومن بعدها تسأل العافیة

(ترجمہ) ''بخدا اگر تم تک پہنچنے سے مجھے غلاموں نے روک لیا ہے
لیکن میرے اشعار تو نہیں روکے جا سکتے۔ دیوار کے پیچھے سے میں
ان کو پھینکوں گا ایسے سخت ہونگے جو تم پر مصیبت لیکر آئیں گے۔
سننے والے کو بہرہ اور دیکھنے والے کو اندھا کر دیں گے۔ پھر تم عافیت
طلب کرو گے۔''

میں نے یہ اشعار لکھ کر نشان زدہ جگہ پر پھینک دیے تو وہ اس کے سامنے گرے اس نے کھول کر پڑھے تو بولا لکھنے والے کو حاضر کرو۔ خادم نے آواز لگائی کہ رقعہ لکھنے والا کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں۔ چنانچہ مجھے اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے پوچھا رقعہ لکھنے والے تم ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ تو اس نے مجھ سے یہی اشعار سنے میں جب ومنْ بعدها تسأل العافیة ۔تک پہنچا تو وہ بولا نہیں ہم اس مصیبت کے آنے سے پہلے ہی عافیت مانگتے ہیں۔ پھر مجھ سے پوچھا تمہاری ضرورت کیا ہے؟ میں نے یہ اشعار کہے:

ماذا اقول اذا نصرفتُ وقیل لی ماذا اَصَبْتَ من الجوّاد المفضّل
وان قلت اغنانی کذبت وانْ اَقُل ضنّ الجواد بماله لم یجمَل
فاختر لنفسک ماقول فانّنی لابدّ اُخبر هم وان لم أسال

(ترجمہ) ''میں جب یہاں سے واپس لوٹوں اور مجھ سے پوچھا
جائے کہ سخی اور احسان کرنیوالے نے تمہیں کیا دیا؟ تو میں کیا
جواب دونگا؟ اگر میں کہوں کہ اس نے مجھے مستغنی کر دیا تو یہ
جھوٹ ہوگا اور اگر میں کہوں کہ سخی نے اپنے مال میں بخل کیا تو یہ

نامناسب ہوگا۔ لہٰذا اپنے بارے میں میرا کوئی جواب پسند کرلو
کیونکہ میں نے لازمی ان کو بتانا ہے اگرچہ مجھ سے نہ بھی پوچھا
جائے۔"

تو وہ بولا ہم اپنے لئے اچھی بات ہی پسند کریں گے۔ تم کتنے عرصہ سے دروازے پر کھڑے ہو؟ میں نے کہا چار ماہ سے تو اس نے فی یوم ایک ہزار درہم کے حساب سے میرے لئے عطیے کا حکم دیا تو مجھے ایک لاکھ بیس ہزار درہم ملے۔

ابن الہفت کا جذبہ سخاوت

بغداد میں ابن الہفت نامی ایک شخص تھا وہ ایک دن پل پر کھڑے ایک آدمی کے پاس سے گزرا جو کہہ رہا تھا کہ اے اللہ مسلمانوں کو خوب دے تاکہ وہ مجھے دیں تو ابن الہفت نے اسے کہا کیا تم اپنے رب سے عقد حوالہ کرتے ہو؟[1]

[1] عقد حوالہ یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص کے ذمے کچھ مال وغیرہ ہو تو وہ مال قرضہ وغیرہ دوسرے شخص کے ذمے ڈال دیا جائے یا وہ خود اپنے ذمہ لے لے اسے حوالہ کہا جاتا ہے۔

باب (۴۵)

سوال پورا کرنے اور مراتب واوصاف عالیہ اپنانے کی ترغیب

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ

ایسا کبھی نہ ہوا کہ آپ ﷺ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ ﷺ نے انکار کیا ہو اور آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کبھی کسی کو نہیں مارا۔[1]

ابو حاتم کہتے ہیں کہ آدمی کو چاہئے کہ وہ بلند اخلاق کا مالک ہو۔ جو مانگا جائے اس سے انکار نہ کرے کیونکہ انسان کے پاس مال نہ ہونا اس سے بہتر ہے کہ وہ اخلاق عالیہ سے عاری ہو۔ آج کے وقت کو کام میں نہ لائے تو کل ندامت ہوگی۔ کامل آزاد وہ شخص ہے جس کو عمدہ اخلاق نے آزاد کر دیا ہو جیسا کہ بدترین غلام وہ ہے جس کو برے اخلاق نے غلام بنالیا ہو۔

آخرت کا بہترین توشہ یہ ہے کہ انسان باقی رہنے والی عمدہ خصلتوں کا اپنے دل میں اعتقاد رکھے۔ جو عمدہ اخلاق کے حصول میں لگا رہا ایک دن وہ پرندے کی طرح خوشی سے اس میں اڑے گا۔

میتب بن واضح کہتے ہیں کہ میں نے یوسف بن اسباط سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ جب سے دنیا بنی آج تک مال اتنا نافع ثابت نہ ہوا جتنا اس زمانے میں ہے۔

محمد بن عبداللہ زنجی بغدادی نے کہا:

بـادر هـواک اذا هـمـمـت بصـالح خـوف العوائق ان تجیء فتغلب

واذا هـمـمـت بسيء فتعـدّه وتـجنـب الأمـر الـذی یتـجنب

[1] طبقات ابن سعد (۱/ ۳۶۸) مسند احمد، صحیح مسلم (۴/ ۱۸۰۵)، بخاری (۱۰/ ۴۵۵)

(ترجمہ) ''نیک خواہش پوری کرنے میں جلدی کرو۔ مبادا ایسا نہ ہو کہ مصائب گھیر لیں۔ خواہش بری ہو تو خوب حساب کرو جس کام سے بچا جاتا ہے اس سے بچتے ہی رہو۔''

کام آنے والا مال ضائع نہیں ہوا

ابو حاتم کہتے ہیں نیکی میں جو مال کام آجائے وہ ضائع نہیں ہوا احسان کرنے والے دنیا میں نہ ہوں تو اچھے رہن سہن والے لوگ بھی نہ ہوں۔ صرف تکلیف دور کرنے سے انسان سخی نہیں بن جاتا جب تک کہ کچھ احسان نہ کرے۔ اچھے کاموں میں رغبت رکھنے والے اور نیکی کرنے والے کی طرف لوگ آتے ہیں۔ سوچنے والے اس کے بارے میں سوچتے ہیں۔

جو لوگ صرف اپنے لئے جیتے ہوں اور اس کی زندگی دوسروں کے کام نہ آئے تو اس کو جتنی لمبی زندگی مل جائے، کم ہے۔ بدنصیب ہے وہ جس کی زندگی خیر کے علاوہ میں گزرے۔

عاجز ہے وہ شخص جو خیر میں دوسرے کی اقتدا نہ کر سکے۔

جس کی فکر صرف پیٹ اور شرم گاہ ہو وہ جانور سے بدتر ہے

جو انسان ناپسندیدہ اخلاق کو لوگوں کے حق میں برا اور اپنے لئے اچھا سمجھے تو وہ اس دھوکہ باز کی طرح ہے۔ جو اپنی تربیت میں رہنے والے کو نصیحت نہ کرے۔

جس کی فکر اور سوچ صرف پیٹ اور شرم گاہ تک ہو وہ جانور کہلانے کا زیادہ مستحق ہے، ارادہ ہی انسان کو بلند مرتبہ تک پہنچاتا ہے لوگوں کا مرتبہ ان کی بقدر ہمت ہی ہوتا ہے۔

عبداللہ بن زیاد کہتے ہیں کہ قبیلہ کلب سے میرے ایک ماموں تھے۔
جو مجھے کہا کرتے تھے کہ عبداللہ ارادے کیا کرو بے شک ارادہ کرنا ہی آدھی مروت ہے۔

محمد بن اسحاق واسطی نے کہا:

قد بلونا الناس فی اخلاقھم فرایناھم لذی المال تبع

وحبیب الناس من اطعمھم انما الناس جمیعاً بالطمع

(ترجمہ) ''لوگوں کے اخلاق کا ہم نے امتحان لیا تو ہم نے دیکھا
کہ وہ مالداروں کے فرمانبردار ہیں۔ لوگوں کا دوست وہ ہے جو
انہیں لالچ دے۔ تمام لوگ لالچ کے ساتھ ہی چلتے ہیں۔''

حمزہ بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے ...... ابوسلمان کو کہتے ہوئے سنا کہ ابرھیم کے گھر کے آٹھ دروازے تھے جس دروازے سے سائل آتا اسی سے دیتے تھے۔

نیکی کا ڈھنگ یہ ہے

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پہلو میں ایک آدمی کو اللہ سے دس ہزار درھم مانگتے ہوئے سنا۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف یہ رقم بھیج دی۔ ایک شخص نے عبداللہ بن جعفر کے پاس یہ اشعار پڑھے:

ان الضیعة لاتکون ضیعة حتی یُصاب بھا طریق المصنع

فاِذاصنعت ضیعة فاعھد بھا للّٰہ، اولذوی القرابہ أودع

(ترجمہ) ''بے شک نیکی اس وقت تک نیکی نہیں سمجھی جاتی جب تک
کہ اس کے ذریعے نیکی کے راستہ تک نہ پہنچا جائے۔ جب نیکی کا
ارادہ ہوتو خالص اللہ کے لئے یا رشتہ داروں کیلئے کرو۔ ورنہ نہ کرو۔''

تو عبداللہ بن جعفر نے کہا یہ اشعار لوگوں کو بخیل بنائیں گے اس پر عمل کرنیوالا تو ضرورت مند سے گواہی مانگے گا۔ نیکیوں کے بارے میں صحیح یہ ہے کہ انہیں خوب پھیلایا جائے بارش کے قطروں کی طرح انہیں ہر جگہ برسایا جائے۔

اس بارے میں عتابی نے کہا:

لہ فی ذوی المعروف نُعمیٰ کانّہٗ مواقع ماء القطر فی البلد القفر

اذا ما اتاہ السائلون لحاجة عَلَتْہُ مصابیح الطلاقة وابشر

(ترجمہ)''نیکیوں میں اُن کے احسانات ایسے عام ہیں جیسے خشک شہر میں بارش کے قطرے۔ جب اس کے پاس ضرورت مند آتے ہیں تو خوش روئی اور بشاشت کے چراغ ان کے سروں پر ہوتے ہیں۔''

نیکی کرو تو گن کر مت دو

ابوسعید اپنے ایک استاد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک کو دیکھا کہ وہ اپنے ایک غلام کا ہاتھ دانتوں میں لیکر چبا رہے تھے۔ میں نے کہا آپ یہ کیا کررہے ہیں؟ تو وہ بولے کہ کتنی مرتبہ میں نے اس کو تاکید کی ہے کہ دیتے وقت گنا نہ کرو۔ خوب ہاتھ بھر بھر کر دیا کرو۔

حجاج کی سخاوت

ابراہیم بن ابوالبلاد کہتے ہیں کہ مجھے میرے بھائی نے بتایا کہ حجاج جب عراق کا گورنر تھا تو میں نے اسے منیٰ میں دیکھا۔ حجاز کے کچھ لوگ اس سے مانگ رہے تھے تو اس نے کہا کیا تمہارا ہمارے بارے میں یہ خیال ہے کہ جب ہم اپنے شہر میں نہ ہونگے تو تمہارا حصہ تمہیں نہ ملے گا۔ عراقیوں میں سے یہاں کون ہے؟ یہ سن کر عراقی تاجر کھڑے ہو گئے۔ تو حجاج نے انہیں کہا۔ کیا تمہارے پاس کچھ بچا ہوا ہے؟ تو وہ ہزار ہزار درہم لے آئے۔ حجاج نے وہ رقم تقسیم کر دی۔ پھر عراق واپس لوٹ کر وہ رقم تاجروں کو واپس کر دی اور میرا خیال ہے کہ دوگنا بڑھا کر دی۔

نیکی کرنے میں پہلے قریبی لوگوں کا خیال کریں

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند پر لازم ہے کہ نیکی کرنے میں ان لوگوں کو مقدم کرے جن پر نیکی کرنا اس پر لازم ہے یعنی پہلے اپنے اہل خانہ پر پھر بھائیوں اور پڑوسیوں پر اسی طرح جو درجہ بدرجہ قریب ہوں اور نیکی کرنے میں علماء اور دین داروں کا خاص خیال رکھا جائے اور ممکن ہو تو ان کے علاوہ سے دور ہی رہا جائے۔ جو اسطرح نہ

کریگا تو وہ حسین بن احمد کے ان اشعار کا مصداق ہوگا۔

تَصُول علی الادنیٰ وتجتنِب ابعدا وما هکذا تبنیٰ المکارِم یا یحییٰ
فکنت کفحل السوء ینزو بامِّه ویترک باقی الخیل سائمةً ترعیٰ

(ترجمہ) ''کمزور پر حملہ کرتے ہو اور اس کے علاوہ سے بچتے ہو۔
اس طرح اخلاق عالیہ کی بنیاد نہیں رکھی جاتی ۔ اے یحییٰ تم تو اس
برے سانڈ کی طرح ہو جو اپنی ماں سے جفتی کرے اور باقی
گھوڑیوں کو چرتا چھوڑ دے۔''

نیکی کی ابتداء کرنا بدلہ دینے سے بہتر ہے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عاقل مانگے بغیر نیکی میں خود ابتداء کرتا ہے کیونکہ نیکی کی ابتداء کرنا اس کا بدلہ دینے سے بہتر ہے۔ ایذاء رسانی سے بچنا خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ نیکی اس وقت اچھی سمجھی جاتی ہے جب اس کو مکمل اور اس پر پابندی کی جائے۔ کیونکہ خاتمہ اچھا ہو تو ابتدا کی بھی تعریف کی جاتی ہے۔ نہ دینے کے بعد دینا بہتر ہے کہ ایک دفعہ دینے کے بعد نہ دیا جائے...... نیکی کرنے میں لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ شکر کرنیوالا اور ناشکری کرنیوالا۔ ہمارے بعض دوستوں نے کہا:

وما الناس فی حسن الضیعة عندهم وفی کفرهم الا کبعض المزارع
فمزرعة طابت واضعف رَیعُها ومزرعة اُکدت علی کلّ زراع

(ترجمہ) ''اچھی نیکیاں کرنے اور ناشکری میں لوگ کھیتیوں کی
طرح ہیں بعض کھیتیاں اچھی اور دگنا پیداوار دیتی ہیں۔ اور بعض
کسان کے خیال کے برعکس بالکل بیکار ہوتی ہیں۔''

محمد بن عبداللہ بغدادی نے کہا:

ومن یضع المعروف فی غیر اهلهٖ یکن ضائعًا فی غیر حمد ولا اجر
وحسب امرئ من کفرِ نعمیٰ اذا وقعت عند امرئ غیر ذی شکر

(ترجمہ) ''نااہل کے ساتھ نیکی کرنیوالا نیکی کو شکر اور عوض کے بغیر

ضائع ہی کریگا۔ آدمی کی ناشکری کیلئے یہی کافی ہے کہ اس کی نعمتوں کا انکار کر دیا جائے جب وہ کسی ناشکرے کے پاس چلی جائیں۔''

ابو حاتم کہتے ہیں کہ بعض بے وقوف ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے ساتھ احسان کیا جائے تو وہ اسے اپنا حق سمجھتے ہیں، پھر احسان کرنیوالے پر اپنی ایک گنا برتری سمجھتے ہیں، ایسا شخص نیکی کرنیوالے کا نہ شکرادا کرتا ہے نہ اس کی تعریف کرتا ہے بلکہ جو شکر کرے اس پر تعجب کرتا ہے اور تعریف کرنیوالے کو برا سمجھتا ہے۔ اگر عاقل شخص کا جب ایسے شخص سے واسطہ پڑ جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے کریزی کے یہ اشعار سنائے۔

ان ذا اللؤم اذا اکرمتہٗ حَسِبَ الإکرام حقًا لزمک
فاھنہ بھوان إنہ إن تھنہ بھوان اکرمک

(ترجمہ) ''کمینے کا جب تم اکرام کرو گے تو وہ اسے اپنا لازمی حق سمجھے گا۔ اس کی اہانت کرو کیونکہ اگر اس کی اہانت کرو گے تو وہ تمہارا اکرام کریگا۔''

ابرش نے کہا:

اذا اولیت معروفا لئیمًا یعدّک قد قتلت لہ قتیلاً
فکن من ذاک معتذرا الیہ وقل: انّی اُتیتک مستقیلاً
فإن تغفر، فمترمي عظیمٌ وإن عاقبتَ لم تظلم فتیلاً
ولست بعائد ابدًا لھٰذا وقد حمّلتنی حملاً ثقیلاً

(ترجمہ) ''جب تم نیکی کسی کمینے کے ساتھ کرو گے تو وہ ایسا سمجھے گا جیسے تم نے اس کے لئے کوئی قتل کر دیا، اس شخص سے معذرت کرتے ہوئے کہو ''میں تم سے معافی کا خواستگار ہوں اگر تم معاف کر دو تو میرا جرم عظیم ہے اور اگر تم بدلہ لو تو تم ذرہ بھر بھی ظلم کرنے

والے نہ ہوگے۔ اب میں دوبارہ ایسا کبھی نہ کروں گا کیونکہ پہلے ہی تم نے مجھ پر بھاری بوجھ لاد دیا ہے۔"

ابو حاتم کہتے ہیں نیکیوں میں سے سب سے خوشگوار، حقیقت میں سب سے اچھی، دل پر زیادہ اثر کرنیوالی اور نعمتوں کو دوام بخشنے والی اور بلاؤں کو ٹالنے والی وہ نیکی ہے جو شروع سے آخر تک احسان جتلانے سے خالی ہو، نیکی کی غایت اور مقصود یہی ہے (نیکی احسان جتلانے سے عاری ہو۔)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

ما احسن الدنیا واقبالها اذا اطاع اللّٰه من نالها
من لم یواس الناس من فضلها عرّض للادبار اقبالها
فاحذر زوال الفضل یاحائراً واعط من الدنیا لمن سالها
فانّ ذا العرش سریع الجزا یُخلف بالحبة امثالها

(ترجمہ) "دنیا اور اس کی عزت کتنی اچھی ہے، اگر دنیا پانے والا اللہ کی فرمانبرداری کرے اپنے مال سے جو لوگوں کی غمخواری نہ کرے تو اس نے اپنی عزت کو زوال کیلئے پیش کر دیا۔ اوسرگرداں عزت کے زوال سے ہوشار رہ، دنیا تجھ سے جو مانگے تو اسے دے کیونکہ عرش والا جلدی بدلہ دیتا ہے۔ ایک دانہ کے بدلے دو گنا دو گنا کر کے دیتا ہے۔"

یعقوب بن داؤد کی سخاوت

احمد بن نصر کہتے ہیں کہ کوفہ میں ایک قوم تھی ان میں سے ایک شخص ضرورت مند تھا اس کی اولاد روئی کات کر بیچتی تھی۔ وہ انہی سے لیکر اپنی ضرورت پوری کرتا تھا ایک دن انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں کچھ دیتے نہیں اور جو ہم کماتے ہیں اس میں شریک ہو جاتے ہو یہ بات اسے ناگوار گزری تو وہ بغداد کی طرف چل پڑا وہ اس سے پہلے کبھی بغداد نہ آیا تھا۔ اس لئے نہ اس کا وہاں کوئی رشتہ دار تھا نہ کوئی دوست، بغداد میں داخلے

کے بعد اس میں گھومنے لگا تو یعقوب بن داؤد کے دروازے سے گزر ہوا تو اس نے اس کے دروازے پر چند لوگوں کو کھڑے ہوئے دیکھا جو ادنیٰ لباس میں ملبوس تھے۔ تو اس نے سمجھا کہ یہ لوگ ولیمہ کیلئے ہی بلائے گئے ہیں میں بھی اگر ان میں داخل ہو جاؤں تو شاید میں بھی کچھ سیر ہو جاؤں تو وہ بھی ان کے ساتھ گھس گیا جب اندر جانے کی اجازت ملی تو وہ سارے ایک وسیع گھر میں داخل ہوئے گھر کے درمیان میں ایک وسیع صحن تھا۔

وہ لوگ صحن میں دائیں بائیں بیٹھ گئے یعقوب آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے پھر بولے اے لڑکے "لے آؤ" تو وہ رومال سے ڈھانپے ہوئے چند تھال لایا۔ جس میں کچھ تھیلیاں تھی۔ یعقوب نے کہا یہ تقسیم کر دو تو غلام نے ہر ایک کی گود میں ایک ایک تھیلی ڈال دی جب غلام فارغ ہوا تو یعقوب نے کہا دوبارہ دو اسطرح پانچ دفعہ اس نے ہر ایک کی گود میں ایک ایک تھیلی ڈالی پھر یعقوب نے کہا اب جاؤ اللہ اس میں تمہیں برکت دے۔ نکلتے وقت خادم نے مجھے پکڑ لیا۔ رجسٹر میں جب میرا نام نہ ملا تو اس نے مجھے دہلیز سے باندھ دیا۔ میں نے چیخ ماری۔ تو یعقوب نے آواز سن کر کہا یہ آواز کیسی ہے تو لوگوں نے کہا کہ ایک اجنبی آدمی بھی لوگوں کے ساتھ داخل ہو گیا۔ یعقوب نے کہا اس کو میرے پاس لیکر آؤ۔ جب مجھے حاضر کیا گیا تو یعقوب نے پوچھا اے اللہ کے بندے تم کیوں اس گھر میں داخل ہوئے؟ تو میں نے پورا قصہ سنایا۔ اس نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا کوفہ سے، پھر اس نے پوچھا کہ کوفہ میں تمہیں کون جانتا ہے؟ میں نے کہا فلاں فلاں یہ کہہ کر چند آدمیوں کی نشاندہی کی۔ یہ سن کر یعقوب نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔ ہم اس کے جاننے والوں کی طرف خط لکھ کر اس کی خبر لیں گے اور اگر تمہارا معاملہ ویسا ہی ہوا جیسا تم نے ذکر کیا تو پھر اس وقت ہر سال آیا کرو اور اتنا ہی لیا کرو۔ چنانچہ یعقوب نے خط لکھ کر اس کی حقیقت معلوم کی۔ جو صحیح نکلی تو وہ شخص پوری زندگی آتا تھا اور پانچ ہزار لیکر لوٹتا تھا۔

باب (۴۶)

مہمان نوازی اور کھانا کھلانے کی ترغیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔[1]

مہمان نوازی کے کمالات

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کیلئے مناسب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کھانا کھلاتا رہے اور مہمان نوازی کو اپنا وطیرہ بنائے۔ کیونکہ کھانا کھلانا۔ شرافت کا اعلیٰ ترین رکن ہے اور عقلمندوں کا عظیم ترین اعزاز ہے اور دانش مندوں کی بہترین خصلت ہے جس کی شہرت کھانا کھلانے سے ہوئی۔ وہ حاضر و غائب سب کے ہاں معزز ہوتا ہے۔ راضی اور ناراض سب اس کی طرف آتے ہیں۔ مہمان نوازی انسان کو انتہائی مقصود اور اعلیٰ محبت سے نوازتی ہے اگرچہ سے اس کا نسب عالی نہ ہو اور اس کو بلند شان اور کامل بناتی ہے۔

پہلے مہمان نواز

سعید بن میسّب کہتے ہیں کہ مہمان نوازی کا شرف سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوا۔

نسل در نسل سخی

نافع بن ابونعیم زمانہ جاہلیت کے ایک شخص کی بات نقل کرتے ہیں کہ میں

---

[1] بخاری (باب الرقاق) مسلم۔ مسند احمد (۲/ ۲۶۷)

مدینہ آیا تو ایک شخص آواز لگا رہا تھا کہ جو گوشت اور چربی کھانا چاہتا ہو وہ ''دلیم'' کے گھر حاضر ہو جائے۔ ''دلیم'' قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کے دادا ہیں۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد میں دوبارہ مدینہ آیا تو پھر ایک آواز لگانے والا آواز لگا رہا تھا کہ جو گوشت اور چربی کھانا چاہتا ہو تو وہ عبادہ کے گھر کا رخ کرے۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب میں تیسری دفعہ مدینہ آیا تو پھر ایک منادی آواز لگا رہا تھا کہ جو گوشت اور چربی کھانے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ سعد کے گھر کا رخ کرے۔

سردار مہمان نوازی سے مشہور ہوئے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت و اسلام میں جس کی بھی سرداری مشہور ہوئی اور اس کی قوم اس کے تابع ہوئی اور قریب و بعید اس کے قریب آیا تو وہ صرف مہمان نوازی کی وجہ سے ہی ہوا اور عرب کھانا کھلانے اور مہمان نوازی کو ہی سخاوت سمجھتے تھے اور جس میں یہ خصلت نہ ہوتی تھی اس کو سخی نہ کہتے تھے حتیٰ کہ عرب میں کچھ لوگ ایسے بھی گزرے ہیں۔ جنہوں نے مہمان کی تلاش میں میلوں سفر کیا۔

دو مہمان نواز بہن بھائی

محمد بن سلیمان قریشی کہتے ہیں کہ میں یمن کے راستے پر چل رہا تھا تو میں نے راستے میں کھڑے ایک نوجوان کو دیکھا۔ اس کے کانوں میں دو بالیاں تھیں۔ ہر بالی میں ایک نگینہ تھا۔ نگینوں کی روشنی سے اس کا چہرہ چمک رہا تھا وہ اشعار میں اپنے رب کی بزرگی بیان کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

ملیک فی السماء بہ افتخاری عزیز القدر لیس بہ خفاء

(ترجمہ) ''آسمان میں بادشاہ وہی میرے لئے باعث فخر ہے۔

بلند مرتبے والا ہے اس میں کوئی خفاء نہیں''۔

میں اس کے قریب ہوا اور سلام کیا تو اس نے کہا میں اس وقت تک تمہارے سلام کا جواب نہ دونگا جب تک کہ تم میرا حق ادا نہ کرو۔ میں نے کہا تمہارا مجھ پر کیا حق

ہے؟ وہ بولا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر چلنے والا شخص ہوں۔ جب تک مہمان کی تلاش میں ایک یا دو میل سفر نہ کرلوں نہ صبح کھانا کھاتا ہوں اور نہ ہی رات کو۔ میرے لبیک کہنے پر اس نے خوش آمدید کہا۔ میں اس کے ساتھ چلا یہاں تک کہ ہم ایک خیمے تک پہنچے۔ تو انہوں نے ''اور بہن'' کہہ کر آواز لگائی۔ خیمہ سے لبیک کہہ کر ایک لڑکی نے آواز دی تو وہ نوجوان بولا ''اٹھ کھڑی ہو اور اپنے مہمان کا اکرام کر۔'' تو وہ بولی صبر کرو پہلے میں اپنے اس رب کا شکر ادا کرلوں جس نے یہ مہمان ہماری طرف بھیجا۔ یہ کہہ کر وہ کھڑی ہوئی اور شکرانے کے دو نفل ادا کرنے لگ گئیں۔ وہ نوجوان مجھے خیمے میں بٹھا کر بکری ذبح کرنے میں مصروف ہوگیا۔ میری نظر خیمے میں اس لڑکی پر پڑی تو وہ لوگوں میں خوبصورت ترین لڑکی تھی۔ میں چوری چوری اس کی طرف نظر دوڑانے لگا تو وہ سمجھ گئی اور بولی سنو، یثرب والے سے ہمیں جو ہدایت موصول ہوئی ہے کیا اس کا تمہیں علم نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا ''زنا العینین النظر (آنکھوں کا زنا بدنظری ہے)۔ اور اپنی اس بات سے میرا ارادہ تمہیں ڈانٹنے کا نہیں لیکن میں تمہیں ادب سکھانا چاہتی ہوں تاکہ تم آئندہ ایسا نہ کرو۔ رات ہوئی تو میں اور وہ لڑکا خیمے کے باہر اور وہ لڑکی خیمے کے اندر تھی۔ ساری رات میں خیمے کے اندر سے قرآن کی بہترین اور دلسوز آواز سنتا رہا۔ صبح ہوئی تو میں نے اس لڑکے سے اس تلاوت کے بارے میں پوچھا تو وہ بولا یہ میری بہن ہے۔ جو ساری رات عبادت میں گزارتی ہے۔ میں نے کہا اے نوجوان اپنی بہن سے زیادہ اس عمل کے تم زیادہ لائق ہو۔ وہ بولا تمہارا ناس ہو، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اس کی توفیق بعض لوگوں کو ہوتی ہے۔ اور بعضوں کو نہیں۔

محمد بن اسحاق نے کہا:

اذا ما اتاک الضیف فابدأ بحقه قبل العیال فانّ ذلک اصوب

وعظم حقوق الضیف واعلم بانه علیک بما تولیه مثن وذاهب

(ترجمہ) ''مہمان آجائے تو اسے اہل وعیال سے مقدم رکھو یہ زیادہ لائق صواب ہے۔ مہمان کے حقوق کو بڑا سمجھو اور یہ یاد رکھو

جو دو گے تو لینے والا تمہاری مدح سرائی کر کے جائیگا۔"

بزرگوں کا بڑا دل

حسن بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ میں ابن مبارک کے ساتھ خراسان سے بغداد تک چلا تو میں نے انہیں اکیلے کھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

رافع بن عمیرہ صبح و شام تین مسجد والوں کو کھانا کھلاتے تھے ایک دن ثرید اور ایک دن حلوہ حالانکہ ان کے پاس جمعہ اور گھر میں پہننے کیلئے ایک ہی قمیص تھی۔

نعمتوں کا اکرام مہمان نوازی سے کیجئے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند پر لازم ہے کہ مہمانوں کو تلاش کرے اور جو کچھ ہو وہ خرچ کرے کیونکہ اللہ کی نعمتوں کے حقوق ادا کر کے جب ان کی حفاظت نہ کی جائے تو وہ جہاں سے آتی ہیں وہیں لوٹ جاتی ہیں۔ پھر ان کے جانے پر افسوس کرنا اور ان کے حصول کی دوبارہ کوشش کرنا بے سود ہوتا ہے۔ جب نعمتوں کا حق ادا کیا جائے تو وہ بڑھتی ہیں اور آخرت میں اجر بھی ذخیرہ ہو جاتا ہے۔ مہمان نوازی میں لائق توجہ عنصر یہ ہے کہ انسان کم چیز کو حقیر نہ سمجھے اور جو حاضر ہو وہ مہمان کو پیش کر دے کیونکہ جو کم کو حقیر سمجھے گا وہ باوجود قدرت کے مہمان نوازی اور آخرت کے ثواب سے محروم ہوگا۔

مہمان کا اصل اکرام کیا ہے؟

عقبہ بن علقمہ اور مبشر بن اسماعیل نے امام اوزاعی سے پوچھا کہ مہمان کا اکرام کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہشاش بشاش چہرے سے ملنا اور اچھی گفتگو کرنا

کنجوسوں کی مذمت

کریزی نے ایسی قوم کے بارے میں کہا جو مہمان نوازی سے محروم تھے۔

اقاموا الدَيْدُ بان علی یفاع وقالوا لاتَنَمَ للدَيْد بان
اذا ابصرت شخصاً من بعید فصفّق بالبنان علی البنان

تراهم خشية الاضياف خرساً　　　يصلون الصلاة بلا اذان

(ترجمہ) ”بلند چوٹی پر انہوں نے نگہبان کھڑا کیا اور اسے کہا کہ سونا مت دور سے جب کسی کو دیکھو تو تالی مارو۔ مہمانوں کے خوف سے تم انہیں گونگا پاؤ گے اور وہ نماز بھی ...... بغیر اذان کے پڑھتے ہیں۔“

بڑا سخی اور بڑا بخیل

ابو حاتم کہتے ہیں کہ سب سے بخیل وہ ہے جو کھانا کھلانے میں بھی بخل کرے جیسا کہ سب سے سخی وہ ہے جو خوب خرچ کرے جو شخص ایسی چیز میں بخل کرے جو انسانی جسم کیلئے ضروری ہو اور اس کی پرورش اسی سے ہوتی ہو تو وہ سب سے بڑا بخیل ہے۔ مہمان کا اکرام یہ ہے کہ اس سے اچھی طرح بات کی جائے۔ اس کا ہشاش بشاش چہرے سے استقبال کیا جائے۔ اس کی خدمت کی جائے کیونکہ مہمان کی خدمت میں کوئی ذلت نہیں جیسا کہ اس سے خدمت اور اجرت لینے میں کوئی عزت نہیں۔

مہمان مسکراہٹ سے خوش ہوتا ہے

کامل بن مکرم نے محمد بن سہیل کے یہ اشعار سنائے۔

انیّ لطلق الوجه لمبتغی القری　　　وانّ فِنائی للقری لَرَحیب

اَضاحک ضیفی عند انزال حله　　　فیخضب عندی والمحل جدیب

وما الخصب للاضیاف اَن یکثر القریٰ　　　ولکنّما وجه الکریم خصیب

(ترجمہ) ”جو مہمان نوازی چاہتا ہو میں اس کیلئے ہشاش بشاش رہتا ہوں۔ میرا گھر مہمان نوازی کیلئے کشادہ ہے۔ سواری سے اترتے وقت میں اپنے مہمان سے ہنس کر ملتا ہوں تو وہ میرے ہاں تر و تازہ ہو جاتا ہے حالانکہ زمین قحط زدہ ہوتی ہے۔ زیادہ مہمان نوازی سے مہمان تر و تازگی محسوس نہیں کرتا لیکن وہ سخی کا

چہرہ تروتازہ دیکھنا چاہتا ہے۔''

بخل مت کرو

ابرش نے کہا۔

لاتبخلنّ بدنیا وھی مقبلة فلیس ینقُصھا التبذیر والسرف

وان تولّت فاخری ان تجود بھا فالحمد منھا اذا ما ادبرت خلف

(ترجمہ) ''دنیا کے بارے میں بخل نہ کرو یہ تو اور آ جائیگی۔ خرچ کرنا اس کو کم نہیں کرتا اگر وہ پیٹھ پھیر کر چلی جاتی ہے تو پھر وہ زیادہ اس لائق ہے کہ اسے خرچ کیا جائے۔ اگر وہ اپنا نائب چھوڑ کر چلی جائے تو پھر یہ اس کا شکریہ ہے۔''

ایک عجیب مہمان نواز

ہشام بن عروہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ قیس بن سعد بن عبادہ گھر سے نکلے تو راستے میں ایک لوہار کے مہمان ہوئے۔ میزبان بکری وغیرہ ذبح کر کے لایا اور بولا کھاؤ۔ دوسرے دن بھی ان حضرات کا قیام اسی کے گھر میں رہا تو وہ دوسرا جانور ذبح کر کے لے آیا تیسرے دن بارش کی وجہ سے ان حضرات کو پھر وہیں قیام کرنا پڑا تو میزبان تیسرا جانور ذبح کر کے لے آیا۔ چوتھے دن قیس نے جاتے وقت میزبان کی بیوی کو...... بیس جوڑے مصری کپڑے اور چار ہزار درہم ہدیہ کر دیئے۔ ابھی یہ حضرات تھوڑا دور ہی چلے تھے کہ پیچھے سے وہ لوہار ایک عمدہ گھوڑے پر لمبے نیزے کے ساتھ، آ گیا وہ کپڑے اور دراہم رکھ کر لے آیا اور بولا یہ لو اپنا سامان۔ قیس بولے۔ بھئی اسے واپس لے جاؤ ہم یہ واپس نہیں لیں گے۔ تو وہ بولا یا تو تم اپنا سامان واپس لو ورنہ میں تم سے لڑونگا۔ پھر یا میں زندہ رہوں گا یا تم۔ قیس کو اس پر تعجب ہوا تو انہوں نے کہا واللہ تم نے ہمارا خوب اکرام کیا ہے ہم نے یہ اس کا بدلہ دیا ہے۔ لے لو اس میں حرج کیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ ہم مسافر کی مہمان نوازی کے عوض اجرت نہیں لیتے۔ واللہ میں ہرگز یہ

سامان نہیں لونگا۔ اس پر قیس نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ جب یہ واپسی پر اصرار ہی کر رہا ہے تو پھر لے لو۔ اس کے جانے کے بعد قیس نے کہا کہ "مجھ پر اس شخص کے علاوہ کسی اور کا احسان نہیں ہے۔

سعد بن عبادہ کی دعا

ہشام اپنے والد عروہ سے نقل کرتے ہیں کہ سعد یہ دعا مانگا کرتے تھے۔
اے اللہ مجھے مال اور اچھے کام کرنے کی توفیق عطا فرما کیونکہ اچھے کام مال کے بغیر نہیں ہو سکتے۔

☆☆☆

باب (۴۷)

احسان کا شکر ادا کرنے اور بدلہ دینے کی ترغیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکریہ ادا نہیں کرسکتا۔[1]

ابوحاتم فرماتے ہیں کہ جس کے ساتھ کوئی بھلائی کی گئی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس سے بہتر طریقے سے یا جتنی بھلائی کی گئی اتنا شکر ادا کرے کیونکہ بھلائی میں جو پہل کرے تو شکر اس کے برابر نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ بھلائی کم ہی کیوں نہ ہو اور جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ بھلائی کرنیوالے کے حق میں اچھے کلمات ہی کہہ دے کیونکہ کچھ نہ ہونے کے وقت اچھے کلمات شکریے کے قائم مقام ہو جاتے ہیں شکر سے کوئی بھی مستغنی نہیں ہوتا۔

محمد بن عبداللہ زنجی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔

فلو کان یستغنی عن الشکر ماجد لعزّۃ ملک، او علوّ مکان

لما امر اللّٰہ العباد بشکرہ فقال: اشکرونی ایّھا الثقلان

(ترجمہ) ''اگر کوئی بادشاہ اور بڑے مرتبہ والا شکر سے مستغنی ہوتا تو اللہ بندوں سے شکر کا مطالبہ نہ فرماتے، حالانکہ اللہ نے فرمایا اے جن وانس میرا شکر ادا کرو۔''

کریزی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے یہ اشعار سنائے۔

اذا المرء لم یشکر قلیلاً أصابہ فلیس لہ عند الکثیر شکور

ومن یشکرا المخلوق یشکر لربہ ومن یکفر المخلوق فھو کفور

[1] مسند احمد (۲۱۱/۵)۔ الادب المفرد ص ۳۳۔ ابوداؤد۔ ابن حبان (۲۰۷۰)

(ترجمہ) ''انسان جب تھوڑی بھلائی پر شکر نہ کرے تو وہ زیادہ نعمتوں پر شکر ادا نہ کریگا جو مخلوق کا شکر کریگا وہ اللہ کا بھی شکر ادا کریگا۔''

اور جو مخلوق کی ناشکری کریگا وہ اللہ کی بھی ناشکری کریگا۔

پانی پلانے کا عظیم بدلہ

حضرت سعید بن عاص مدینہ میں ایک گھر کے پاس سے گزرے اور پانی مانگا۔ مالک مکان نے پانی پلا دیا کچھ عرصہ بعد جب اس گھر سے گزر ہوا تو ایک شخص آواز لگا رہا تھا کہ کون اس کی قیمت بڑھائے گا؟ سعید نے اپنے غلام سے کہا پوچھو یہ گھر کیوں بیچا جا رہا ہے۔ غلام نے آکر بتایا کہ مالک مکان پر قرضہ ہے۔ سعید مالک مکان کے پاس آئے تو دیکھا کہ قرضخواہ اس کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ سعید نے پوچھا کہ تم مکان کیوں بیچ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ اس کا میرے اوپر چار ہزار دینار قرضہ ہے چنانچہ سعید اس کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اور غلام کو گھر بھیجا تو وہ گھر سے دیناروں سے بھری ایک تھیلی لایا۔ سعید نے چار ہزار قرضخواہ کو دیکر باقی مالک مکان کو دے دیئے اور سوار ہو کر چل پڑے۔

بعض اہل علم نے کہا۔

فكن شاكرا للمنعمين لفضلهم وأفضِل عليهم إذ قدرت وأنعم
ومن كان ذا شكر فأهل زيادة وأهل لبذل العرف من كان يُنعِمَ

(ترجمہ) ''احسان کرنیوالوں کے شکر گزار بنو قدرت ہو تو ان پر بھی احسان کرو۔ شکر گزار اس لائق ہوتا ہے کہ اسے زیادہ دیا جائے اور نیکی کا اہل وہی ہے جو احسان کرنے والا ہو۔''

آزاد انسان نعمت کی ناشکری نہیں کرتا

ابو حاتم کہتے ہیں کہ آزاد انسان نعمت کی ناشکری نہیں کرتا اور نہ مصیبت کے

وقت گھبراتا ہے بلکہ وہ مصیبت کے وقت صبر اور نعمت کے وقت شکر ادا کرتا ہے۔ جو تھوڑی نعمت ملنے پر شکر ادا نہ کرے تو عین ممکن ہے کہ وہ زیادہ ملنے پر بھی شکر ادا نہ کریگا۔

نعمتوں سے آفات کا ٹلنا اور ان میں اضافہ صرف اللہ اور اس کے بندوں کے شکر سے ہی ممکن ہے۔

اکرام کا عظیم شکر

اسحاق بن ابراہیم نے ابوعبیدہ معمر کو کہتے ہوئے سنا کہ عبید بن معمر کی بیٹی مر گئی تو وہ تعزیت میں آنے والے لوگوں کے درمیان اپنی مسجد میں بیٹھ گئے۔ عبیداللہ بن ابوبکرہ تعزیت کیلئے اس وقت آئے جب معزز لوگ اپنی اپنی جگہ پکڑ چکے تھے۔ عبیداللہ کو دیکھ کر ایک نوجوان اٹھا اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھا کر خود مجلس کے آخر میں جا کر بیٹھ گیا۔ عبیداللہ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ اس کے لوٹنے کا خیال رکھے۔ جب اس نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو عبیداللہ نے اسے بلایا اور کہا ''کیا تم مجھے جانتے ہو وہ بولا ہاں آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی کے بیٹے عبیداللہ بن ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

عبیداللہ نے پوچھا تم نے میرے لئے اپنی جگہ کیوں چھوڑی؟

تو وہ بولا صحابی رسول اللہ ﷺ کی اولاد کے اکرام کی وجہ سے اور میرے جیسے شخص پر اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے اکرام کے سوا اور لازم بھی کیا کیا ہے؟

عبیداللہ نے کہا کیا تم ہمارے ساتھ ہماری زمینوں تک چلو گے؟

تو وہ بولا: ہاں

چنانچہ عبیداللہ اس کو نہر مکحول میں واقع اپنی زمین پر لے گئے۔ اس زمین میں تین سو کھجور کے درخت تھے اور زمین کے شروع میں ایک محل تھا۔ جو پختہ اینٹوں چونے اور ساج کی لکڑی سے بنایا گیا تھا۔ عبیداللہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے باغیچہ میں گھمانے لگے اور بولے ''یہ زمین کیسی ہے؟ وہ شخص بولا واللہ اس سے اچھا اور زیادہ پھلوں والا باغیچہ اور اس سے عمدہ زمین میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی۔ عبیداللہ نے کہا اس میں خدام اور دیگر اشیاء ہیں وہ سب ہم نے تمہیں دے دی اور اس کا کاغذ (وثیقہ) ہم تمہیں بھیج

دیں گے۔ وہ شخص خوشی سے رو پڑا اور بولا آپ نے مجھے اور میرے بچوں کو مضبوط کر دیا ۔عبید اللہ نے پوچھا تمہارے بچے کتنے ہیں؟ وہ شخص بولا تیرہ عبید اللہ نے کہا آج کے بعد ہم نے تمہارے بچوں کا نام اپنے بچوں میں درج کرلیا۔ جب تک میں زندہ رہا ان کا خرچہ میں برداشت کرونگا پھر جس کے پاس ایسی زمین ہو تو اس کا گھر بصرہ کی اچھی جگہ پر ہونا چاہئے۔ لہٰذا جب ہم واپس گھر لوٹ جائیں تو تم ہمارے پاس آنا ہم تمہارے لئے اس زمین کی طرح عمدہ گھر خریدنے کا حکم دیں گے۔ اور مزید کچھ نقد اور خدام جن کے ساتھ تم انشاء اللہ زندگی بسر کرو گے۔ چنانچہ وہ آدمی جب ان کے پاس گیا تو عبید اللہ نے اس کیلئے پانچ ہزار کا گھر خریدنے کا حکم دیا اور دس ہزار دینار نقد دیئے اور اس زمین کا انتقال نامہ ایک سواری اور خچر اور ایک سمجھدار غلام اور کپڑوں کا جوڑا دیکر بھیجا۔

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے امام شافعی کی سواری کا پائے رکاب پکڑا تو امام شافعی نے مجھے کہا ربیع اس کو چار دینار دے دو تو میں نے دے دیئے۔

محمد بن اسحاق نے مجھے یہ اشعار سنائے۔

ومن یشکر المعروف الصغیر فانّه　　سیمنی ویجترّ المزید اصاغرہٗ

ومن یشکر المعروف یحمد الٰھہٗ　　ویضعف اضعافًا علی الحمد شاکرہ

(ترجمہ) ”جو چھوٹی نیکی پر شکر کرتا ہے تو وہ اپنی نیکیوں کو بڑھاتا ہے اور چھوٹی چھوٹی نیکیاں ہی مزید لیکر آتی ہیں جو نیکی پر شکر کریگا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مدح سرائی کریگا۔ اور شکر کرنیوالا اپنی مدح سرائی پر نیکیوں کو دوگنا بڑھاتا ہے۔“

حضرت ابراہیم بن ادھم کا بدلہ دینا

ابو عیسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم بن ادھم کے ساتھ جب کوئی شخص نیکی کرتا تو وہ اس بات کے مشتاق ہوتے تھے کہ یا اس کے برابر بدلہ دے دیں یا اس سے بڑھ کر دے دیں۔ چنانچہ ایک دفعہ میں رملہ سے بیت المقدس کی طرف گدھے پر سوار جا رہا تھا کہ راستے میں میری ان سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے تقریباً ایک درہم کے سیب

میوے، اخروٹ اور پھل خریدے ہوئے تھے۔ مجھے انہوں نے فرمایا اے ابوعیسیٰ اس کو اٹھالو گے۔ تھوڑی دیر بعد ان کو ایک یہودی بڑھیا اپنے جھونپڑے میں نظر آئی تو وہ بولے اے ابوعیسیٰ یہ اس بڑھیا کو دے آؤ۔ کیونکہ ایک رات سفر میں مجھے اس نے اپنے ہاں ٹھہرایا تھا اب میں چاہتا ہوں کہ اس کے احسان کا بدلہ دے دوں۔

مجھے کریزی نے یہ اشعار سنائے۔

یدالمعروف غُنمٌ حیث تُسدیٰ تحمّلها شکور اَمْ کفور
کفیٰ شکر الشکور لها جزاءً وعند اللّٰہ ما کفر الکفور

(ترجمہ) ''نیکی کا ہاتھ بکریوں کے ریوڑ کی طرح ہے جس طرف چاہو اسے موڑ دو تو اس کو شکر کرنیوالا لے گا یا ناشکری کرنیوالا، شکر کرنے والے کا شکر اس کے لئے کافی ہے اور جو ناشکری کرے اس کا معاملہ اللہ کے سپرد۔''

بعض اہل علم نے کہا۔

رھَنتُ یدی للعجز عن شکر برّہ وما فوق شکری لشکور مزید
ولو کان شیٌّ یستطاع اسد ولکن مالا یستطاع شدید

(ترجمہ) ''نیکی کے شکر سے عاجز آ کر میں اپنا ہاتھ بھی گروی رکھ چکا ہوں اور شکر گزار کیلئے میرے شکر سے بڑھ کر اور بھی ہے اور اگر میرے ہاتھ میں کچھ اور بھی ہوتا تو میں کرتا لیکن ناممکن چیز کا حصول مشکل ہے۔''

ابوحاتم کہتے ہیں کہ انسان پر لازم ہے کہ وہ نعمت ملنے پر شکر ادا کرے اپنی وسعت کے مطابق بھلائی کی تعریف کرے۔ ہو سکے تو بڑھا چڑھا کر بدلہ دے۔ ورنہ اس کے برابر تو ضرور دے دے یہ بھی نہ ہو سکے تو جزاک اللہ خیراً کہہ کر اس کی بھلائی کا اعتراف تو کرے۔ کیونکہ جب کچھ بھی نہ ہو تو یہ کلمہ بھی کافی ہوتا ہے۔ نعمتوں کی ناشکری کرنے والے لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ شخص جو نعمتوں کے اسباب اور

ان کا بدلہ دینا جانتا ہی نہ ہو۔ آداب معاشرت سے ناواقفی کی وجہ سے۔ جب کوئی شخص ایسا ہو تو اس سے جھگڑنے کے بجائے اس سے درگزر ہی کیا جائے اور دوسرا وہ شخص جو بھلائی یا بھلائی کرنیوالے شخص کو حقیر سمجھ کر شکر ادا نہ کرے۔ انسان کا واسطہ اگر ایسے شخص سے پڑ جائے تو اسے چاہئے کہ دوبارہ اس سے بھلائی کرنے کا نہ سوچے۔

ابو حاتم فرماتے ہیں کہ میں تو انسان کیلئے لازمی سمجھتا ہوں کہ وہ شکر کو اپنے پر لازم کرے۔ اور قدرت ہو تو نیکیوں میں تاخیر نہ کرے اور جتنا ہو سکے نیکیوں کی پابندی کا اہتمام کرے کیونکہ بعض مرتبہ نیکیوں کی معمولی سی پابندی بھی ایک مرتبہ کرنے سے ثواب میں بڑھ جاتی ہے کیونکہ انسان نیکی جب کرتا ہے تو اس میں اتنی شفقت اور ہمدردی نہیں ہوتی اور بعض اوقات تو انسان کسی کے مجبور کرنے سے نیکی کرتا ہے لیکن نیکیوں کی پابندی تو سراپا شفقت اور عنایت ہوتی ہے تو عاقل بھی پابندی کا اکثر اہتمام رکھتا ہے۔

مجھے ابن زنجی بغدادی نے یہ اشعار سنائے۔

بطر النعمة من ضيّعها　　ومضع الشكر مستدعي الغِيَرَ

(ترجمہ) ''اترانے والا شخص وہ ہے جو نعمتوں کو ضائع کر دے اور شکر نہ کرنیوالا غارتگروں کو دعوت دیتا ہے۔''

فاجعل الشكر عليها حادساً　　ربما ابتنر الفتٰى النعمى البطر

(ترجمہ) ''تو شکر کو نیکیوں پر چوکیدار بناؤ۔ بسا اوقات اترانے والا نوجوان نعمتوں سے جدا ہو جاتا ہے۔''

عمر بن ھبیرہ نے راستے میں قبیلہ قیس کی ایک عورت کو یہ کہتے ہوئے سنا اس ذات کی قسم جو ''عمر بن ھبیرۃ'' کو نجات دے تو عمر بن ھبیرہ نے غلام کو کہا اولڑکے جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ اس کو دے دو اور اس کو بتلا دو کہ مجھے نجات مل گئی ہے۔''

☆☆☆

باب (۴۸)

﴿ریاست کی تدبیر اور رعایا کے خیال رکھنے کا بیان﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک شخص راعی (نگران و ذمہ دار) ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں مسئول (جوابدہ) ہے چنانچہ حکمران اپنی رعیت کا راعی اور ان کے بارے میں مسئول ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اس بارے میں مسئول ہے اور غلام اپنے آقا کے مال کا نگران اور اس کے بارے میں مسئول ہے۔[1]

ابو حاتم کہتے ہیں کہ سنت حضرت مصطفی ﷺ کے حوالے سے اس بات کی صراحت کر رہی ہے کہ ہر نگران سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اس لئے ہر نگران و ذمے دار پر لازم ہے کہ وہ رعیت کے معاملات کی نگرانی کرے اور خیال رکھے۔ لہٰذا لوگوں کے نگران علماء ہیں، بادشاہوں کی نگرانی ان کی عقل ہے، نیک صالحین کا نگران ان کا تقویٰ، طالبعلم کا نگران اس کا معلم، اولاد کا نگران اس کا باپ ہے۔ جس طرح بیوی کا نگہبان شوہر، غلام کا نگہبان آقا ہے اور لوگوں میں ہر ایک نگران و نگہبان اپنی رعیت (ذمہ داری) کے بارے میں جوابدہ ہے۔

حکمرانوں پر رعایا کی نگہبانی اور ذمہ داری اس لئے زیادہ واجب ہے کہ وہ ان کے نگہبان و سردار ہیں اور اپنے احکامات کے نفاذ کی قوت و صلاحیت کی بنا پر ان کی نگرانی و سرداری زیادہ اہم و ارفع ہے چنانچہ اگر وہ اپنے اوقات کا خیال نہ رکھیں اور رعیت کی نگہبانی نہ کریں تو وہ خود بھی برباد ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی کرتے ہیں اور کبھی ایک ملک و حکومت کا فساد سارے جہان کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔

---

[1] بخاری شریف (١٤٣ : ١١١) مسلم شریف حدیث نمبر ١٨٢٩۔

مددگاروں کا ہونا ضروری ہے

کسی بادشاہ کی حکومت اس کے فرمان بردار مددگاروں کے بغیر نہیں چلتی اور اس کے مددگار بغیر کسی وزیر کے فرماں برداری نہیں کرتے اور یہ معاملہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ وزیر محبت کرنے والا اور خیر خواہ نہ ہو اور یہ اس وقت ہوگا جس وزیر باعفت اور ذی رائے ہو اور یہ تمام لوگ اس وقت تک سیدھے رہیں گے جب تک بادشاہ کے پاس مال ہو اور بادشاہ کے پاس تب ہوگا جب رعیت (رعایا) خوشحال ہوں اور یہ خوشحال تب ہوں گے جب عدل و انصاف کا دور دورہ ہو۔ گویا حکومت کی مضبوطی عدل اختیار کئے بغیر نہیں ہوسکتی اور حکومت کا زوال عدل ختم ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اس لئے بادشاہ کو چاہئے کہ اپنے عمال (آفیسرز گورنرز اور سیکرٹریز آج کل کے اعتبار سے) کی نگرانی کرتا رہے اور ان کے معاملات سے باخبر رہے حتیٰ کہ کسی احسان کرنے والے کا اچھا کام اور کسی برے آدمی کا غلط کام اس سے مخفی نہ رہے۔ کیونکہ اگر عمال کے اعمال خراب ہوئے تو بادشاہ عدل پر قائم نہ رہ سکے گا۔

حکمران قوم سے سخاوت کرے

مجھے علی بن محمد بسامی نے یہ اشعار سنائے۔

اذا سست قوما فاجعل العدل بينهم — وبينك تامن كل ماتتخوف
وان خفت من اهواء قوم تشتتا — فبالجود فاجمع بينهم يتألفوا

(ترجمہ) ”جب تم کسی قوم پر حکمرانی کرو تو ان کے اور اپنے درمیان عدل قائم کرو تم ہر اس بات سے مامون رہو گے جس کا خوف کرتے ہو اگر تم لوگوں کی مختلف خواہشات سے خوف کرو تو سخاوت سے ان کو جمع کر لینا وہ محبت کرنے لگیں گے۔“

حکمران کی چھ چیزیں

اصمعی کہتے ہیں کہ طخارستان کے بادشاہ نے نصر بن سیار سے کہا کہ حکمران

کے پاس چھ چیزیں ہونا ضروری ہیں۔

(۱) با اعتماد وزیر جس سے وہ اپنا راز کہہ سکے۔

(۲) ایک بہترین گھوڑا جس پر برے وقت میں سوار ہو کر بچ کر نکل سکے۔

(۳) ایک تلوار جب اس کے پاس اس کے ہمسر آئیں تو اسے ان کی خیانت و غداری کا ڈر نہ ہو۔

(۴) اتنا ذخیرہ مال جسے وہ برے وقت میں اٹھا سکے۔

(۵) ایک ایسی بیوی جس کے پاس آتے ہی سارے غم و فکر بھول جائیں۔

(۶) ایک بہترین باورچی کہ جب اس کا دل کھانے کو نہ چاہے تو یہ اس کے لئے ایسی چیز تیار کر سکے جسے کھانے کو دل چاہئے۔

حکمران کے لئے ہدایات

ابو حاتم کہتے ہیں کہ حکمران کو بشاشت اور شادمانی بہت زیادہ اختیار نہیں کرنی چاہئے ۔ نہ ہی بہت زیادہ کم۔ کیونکہ اگر یہ زیادہ ہوں تو خفت اور ذلت کی طرف لیجاتی ہیں کم ہوں تو خود پسندی اور تکبر کی طرف لیجاتی ہیں۔ حکمران کو غصہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس کی طاقت اور قدرت کے دائرہ کار میں غصے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ ہی جھوٹ بولنا چاہئے کیونکہ کوئی اسے کسی بات پر مجبور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ نہ ہی اسے بخل کرنا چاہئے کیونکہ اموال اور جاہ کو خرچ نہ کرنے میں اس کے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔ نہ ہی اسے کینہ رکھنا چاہئے کیونکہ اسے ان چیزوں کی حدود سے ارفع ہونا ضروری ہے۔

سب سے افضل حکمران اس وقت تک ہے جب تک اتراہٹ اس میں نہ آئے اور سب سے زیادہ عاجز وہ حکمران ہے جو سست روی اور بودے پن کو اختیار کئے ہو اور انجام میں غور کم کرتا ہو۔ بہترین سلطان وہ ہے جو اس گدھ کی طرح ہو جس کے آس پاس مردار ہو اس مردار کی طرح نہ ہو جس کے آس پاس گدھ بیٹھے ہوں۔

حکمران کی ذمہ داری

حکمران پر ضروری ہے کہ وہ ریاست اور اس میں موجود اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تقوے کے لزوم اور رعایا کے معاملات کے نگرانی اور انصاف مہیا کر کے بقاء کا سامان کرے اور اس کے لئے کوشاں رہے کیونکہ دنیا میں کوئی طاقتور ایسا نہیں جس سے بڑھ کر دوسرا طاقتور نہ ہو۔ تو جب حکمران کو کمزوری پر اپنی قوت کی برتری کا ادراک ہو جائے اور وہ اس کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا ہو جائے اور دوسرے طاقتوروں سے غافل ہو جائے تو اس کی اپنی قوت اس کی ہلاکت اور بربادی بن جاتی ہے۔ ایک کمزور مگر ہوشیار شخص طاقتور غافل شخص سے زیادہ سلامتی کے نزدیک ہوتا ہے کیونکہ نرمی سے شکست کھانے والا پھر اٹھ نہیں سکتا۔ اور حکمران اپنی حکومت میں کسی کو ایسی سزا نہ دے جس پر بعد میں نادم ہو اور جس شخص کو بغیر جرم سزا دی ہو اس پر اعتماد نہ کرے۔

حکمران آگ ہے

میں حکمران کو آگ سے تشبیہ دیتا ہوں کہ اگر کم ہو تو اس کا فائدہ بیکار ہو جائیگا اور اگر زیادہ ہو تو نقصان بھی بڑا ہوتا ہے۔ لہٰذا بادشاہ وہ اچھا ہے جو نفع میں موسم میں ہونے والی بارش کی طرح ہو جو اپنے آس پاس کو نفع دیتی ہے۔ اس آگ کی طرح نہ ہو جو اپنے آس پاس موجود چیزوں کو کھا جاتی ہے۔

حکمران بارش ہے

حکمران اگر عادل ہو تو موسلادھار بارش سے بہتر ہے اور حکمران دائمی فتنہ سے بہتر ہے اور لوگ حکمران کے عدل و انصاف کے زمانہ خوشحالی سے زیادہ محتاج ہوتے ہیں۔

حکمران عوام کے لئے روح کی طرح ہے

احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حکمران اپنی رعایا کے لئے اس درجہ میں ہے جیسے روح کا درجہ جسم کے لئے ہے جس کے بغیر جسم میں جان نہیں ہوتی اور

جیسے سر کا مرتبہ باقی اعضاء جسم کے لئے ہے جن کی بقاء سر کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

مجھے ابن زنجی بغدادی نے یہ اشعار سنائے۔

لایصلح الناس فوضی لا سراة لھم ۔۔۔ ولا سراة اذجھالھم سادوا

والبیت لایبتنی الابأ عمدة ۔۔۔ ولا عماد اذالم ترس اوتاد

فان تجمع اوتاد و اعمدة ۔۔۔ وساکن ادرکوا الأمر الذی کادوا

تھدی الامور باھل الرأی ماصلحت ۔۔۔ فان تولت فبا لاشرار تنقاد

(ترجمہ) ''وہ لوگ درست نہیں ہو سکتے جن کے سردار نہ ہوں اور سردار نہیں ہو سکتے جب کہ ان کے سردار جاہل لوگ بن جائیں۔ گھر بغیر ستونوں کے نہیں بنتا اور کوئی ستون بغیر گڑے ہوئے نہیں ہوئے۔ جب اس کے کیل کانٹے اور وہ ستون گڑ جائیں اور رہنے والے لوگ ہونے والے معاملہ کو جان لیں تو معاملات اہل رائے کے ذریعے رہنمائی پاتے ہیں اگر اس کے خلاف ہو تو شرارتی لوگوں کے ذریعے کھینچے (چلائے) جاتے ہیں۔''

حکمران کا سب سے پہلا کام

ابو حاتم کہتے ہیں کہ حکمران کے لئے ہر کام سے پہلے ضروری ہے کہ تقویٰ اختیار کرے اور اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملات کی اصلاح کرے پھر ان ذمہ داریوں پر غور کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر اس کے بھائیوں (یعنی رعایا) کے معاملات کی سونپی ہیں اور اسے ان پر نگران مقرر کیا ہے تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ ان کے ظاہر اور پیچیدہ معاملات میں وہ (حکمران) جوابدہ ہے اور ہر تھوڑی اور زیادہ بات پر اس کا حساب ہوگا۔

نیک اور خیر خواہ وزیر

پھر حکمران کو چاہئے کہ نیک عقلمند، پاکباز اور خیر خواہ شخص کو وزیر مقرر کرے۔

نیک صالح اور ہدایت یافتہ لوگوں کو عمال (افسر) مقرر کرے اور خفیہ مددگار اور جانے پہچانے خدمت گار بنائے۔ پھر ان تمام لوگوں پر وہ ذمہ داریاں مقرر کرے جو اس کے لئے ضروری ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے خوف اور تقوے سے مشروط کرے اور یہ کہ مال حلال طریقے سے لیں گے اور اس کے مستحق لوگوں (اور کاموں پر) خرچ کریں گے۔

بیت المال کی نگرانی

پھر اپنے بیت المال کی خبر رکھے کہ اس میں ایک دانہ بھی ظلم اور جبر کا شامل نہ ہو، نہ چھینا جھپٹی، قبضے یا رشوت کا ہو کیونکہ وہ اس کے ذرے ذرے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو جوابدہ ہے اور ہر دانے کا حساب اس سے لیا جائے گا اور اس مال کو ان مصارف ہی میں خرچ کرے جن کا سورۂ انفال میں ذکر ہے۔[1]

حجاج اور حرمین کی نگہبانی

(چونکہ سلطنت خلافت کے زیر اہتمام تھی۔ مصنف لکھتے ہیں کہ پھر حرمین (مکہ و مدینہ) کے معاملات کی خبر گیری کرے حجاج کرام کے راستوں اور بیت اللہ کے پڑوس اور خدمتگاروں اور روضہ رسول ﷺ اور اس کے معاملات کی دیکھ بھال اور خیال رکھے۔

سرحد کی حفاظت

پھر سرحدات اسلامیہ کی دیکھ بھال اور معاملات کی خبر گیری رکھے اور سرحد کا امیر و کمانڈر ایسے صالح شخص کو بنائے جس کے بارے میں اسے یہ اعتماد ہو کہ اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہو جانا دنیا میں زندہ رہنے سے زیادہ قابل ترجیح ہوتا

---

[1] سورۃ انفال آیت نمبر ۴۱ میں مصارف ذکر کئے گئے ہیں مال غنیمت کی آمدن سے خمس اللہ اس کے رسول، یتیموں، قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہوگا۔ اسی طرح زکوۃ وغیرہ کی آمدنی آٹھ مستحق اقسام میں جو کہ فقراء، مساکین، عاملین زکوۃ، مسافر اور مجاہدین پر مشتمل ہیں۔ خرچ کی جائے۔ خمس کے علاوہ بچنے والا مال امور سلطنت اور مصالح رعایا پر خرچ ہوگا۔

کہ وہ جہاد (وجنگوں) میں حصہ لے اور سرحد کو بیکار کر کے نہ رکھے۔

پھر قلعوں، بندرگاہوں، چیک پوسٹوں وغیرہ کی نگرانی رکھے خصوصاً وہ پوسٹیں جو مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان واقع ہوں چنانچہ ان کو مضبوط بنائے اور مسلمانوں کا حوصلہ بلند کرنے کے لئے وہاں جا کر مقیم بھی ہو۔ دشمن کی جاسوسی کرائے اور اس کے ساتھ سرحد وغیرہ پر متعین افواج و مسلمین و جاسوسوں پر بیت المال سے خرچ بھی کرے۔

پھر مہاجرین و انصار کی اولادوں کی اپنے عطایا سے نگہبانی کرے ان کے اور ان کے آباء کے مرتبے کی قدر کرے اور یہ کہ ان کی خدمت سے بڑی برکت حاصل ہوگی۔

عام حکام کی نگرانی

پھر عام حکام کے معاملات کی نگرانی بھی رکھے اس طرح کہ مسلمانوں کے معاملات اور قضا (عدالتوں وغیرہ) پر ایسے افراد کو متعین کرے جن کی پاکیزگی نیک کردار اور علم کے بارے میں اسے معلوم ہو اور یہ کہ یہ خواہشات کے پیرو نہیں اور بغیر علم کے کسی پر کوئی حکم لاگو نہیں کریں گے۔

اہل علم کا لحاظ رکھے

پھر اہل علم کے حالات و معاملات کا بھی خیال رکھے مثلاً اساتذہ قراء مؤذنین (ائمہ) نیک اور عام کمزور مسلمانوں کا خیال رکھے۔ اور مسلمانوں کے لئے ایسا ہو جائے کہ جو اس سے عمر میں چھوٹا ہو اس کے لئے باپ کا کردار ادا کرے جس سے عمر میں چھوٹا ہو اس سے بیٹے کا سا برتاؤ کرے اور ہمعصروں کے ساتھ بھائیوں کا سا کردار ادا کرے اور ان کے معاملات اور اسباب کی اصلاح کے لئے اپنی اور اپنے اسباب کی اصلاح سے زیادہ اقدامات کرے اور خیال رکھے۔

عوام کو حکمرانوں کی خبر گیری پر مقرر کرے

کچھ قابل اعتماد لوگوں کو جو عوام میں سے ہوں منتخب کر کے ہر سال مختلف شہروں

میں بھیج کر وہاں کے حالات ان کے حکمرانوں کے انداز و اطوار اور معاملات کی خبر گیری کروائے تاکہ وہ آ کر اسے بتائیں اور اس کی روشنی میں عزل و استقرار کے فیصلے کرے۔

اذن عام کی ایک جگہ (کھلی کچہری)

اپنے لئے ایک ایسی جگہ مخصوص کرے جہاں آنے جانے واقعات بتانے والوں کو کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ ہو سکے تو روزانہ ایک بار یا تین دن میں ایک بار یا ہفتہ میں ایک بار (جیسی سہولت ہو) عوام کے سامنے جائے (کھلی کچہری لگائے) تاکہ لوگ اپنے مسائل اس کے سامنے رکھیں اور تیزی جلد بازی کے بجائے دائمی بردباری سے کام لے اور لوگوں کو اسباب بہم فراہم کرے۔"

بری بات سن کر برداشت کرے

ابن عیاش رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دور جاہلیت میں لوگ کسی کو سرداری یا بہادری کا تمغہ نہیں دیتے تھے، سردار صرف اسے بناتے تھے جو گالی سن کر برداشت کرتا، ضرورت کے سوال پر اسے پورا کر دیتا یا ضرورت کے وقت ان کے ساتھ کھڑا ہوتا۔

تین اشیاء

ابو حاتم کہتے ہیں کہ کوئی شخص ریاست و حکومت کا مستحق اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک کہ اس میں تین چیزیں نہ پائی جائیں۔

(۱) عقل (۲) علم (۳) گفتگو کی صلاحیت

حکمران چھ چیزوں سے پاک ہو۔

(۱) مزاج کی تیزی (۲) جلد بازی (۳) حسد

(۴) خواہش پرستی (۵) جھوٹ (۶) مشورہ نہ کرنا

اپنی سیاست میں ہر وقت تین باتوں کو لازم رکھے۔ معاملات میں نرمی، حالات پر صبر، طویل خاموشی ...... جو حکمران ان تین باتوں سے خالی ہو گا چاہے حکومت پر موجود ہو۔ اس کے معاملات گڑ بڑ ہو جائیں گے اور دل اندھا ہو جائے گا اور مذکورہ

صفات میں سے ایک بھی نہ ہو دل کی روشنی بھی اسی طرح ناقص ہوگی اور اسی طرح معاملات میں خلل واقع رہے گا۔

حکمران اور رعایا کی مثال ایسی ہے جیسے مسافروں کی جماعت کا رہبر (گائیڈ) صرف ایک ہو اور اگر یہ رہبر تیز نظر اور اچھی سمجھ وشعور کا مالک نہ ہوگا تو وہ خود بھی گڑھے میں گرے گا اور ساری جماعت کو بھی گرائے گا اپنی گردن بھی کچلوائے گا اور ان کی گردن بھی۔

چار قابل حفاظت باتیں

حکمران کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان چار چیزوں سے جو ان کے دین و دنیا کی درستگی کے لئے ضروری ہیں، غفلت نہ کرے۔

مدائنی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام زہری خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے ہاں سے نکلے تو فرمایا کہ آج تک میں نے ایسے چار جملے نہیں سنے جو ابھی کسی شخص نے ہشام کو کہے تھے۔ تو کسی نے ان سے عرض کیا کہ وہ کیا جملے ہیں؟ تو فرمایا کہ ہشام کو ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین میرے چار جملے یاد رکھئے ان میں آپ کی حکومت کی درستگی اور رعایا کی استقامت مضمر ہے۔ ہشام نے کہا کہ بتاؤ؟ تو اس شخص نے کہا کہ

(۱) کوئی ایسا وعدہ مت کرنا جس کو پورا کرنے پر تمہیں خود اعتماد نہ ہو۔

(۲) اگر ڈھلان یا گہرائی بہت خطرناک ہو تو چڑھائی اور اونچائی کتنی ہی آسان ہو اس کے دھوکے میں نہ آیئے گا۔

(۳) یہ یاد رکھئے کہ اعمال کا بدلہ مقدر ہے لہٰذا انجام سے ڈریئے۔

(۴) معاملات میں اچانک تبدیلی ہو جاتی ہے لہٰذا ہوشیار رہیئے۔

حکمرانی کی طلب نہ کرنا

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند شخص کو حکمرانی کی طلب نہیں ہونی چاہئے کیونکہ جس شخص کو یہ مطالبہ پر ملتی ہے اسے اس کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور جسے بغیر مانگے دی جائے اس کی اس میں مدد کی جاتی ہے اور جو شخص حکومت سے مشہور ہو جائے اسے

ڈرتے رہنا چاہیۓ کیونکہ تیز ہوائیں صرف گھاس پھونس ہی نہیں اڑاتیں بلکہ وہ درختوں کو جڑ سے اور مضبوط عمارتوں کو بھی بنیادوں سے اکھیڑ دیتی ہیں۔

مشورے کا اہتمام کرے

حکمران کو مشورہ ضرور کرنا چاہیۓ کیونکہ مشورہ میں رعیت کی بھلائی اور راست روی اور رائے کی مدد ہے اور جب تک قدرت ہے لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرتا رہے مبادا کہیں ایسا وقت نہ آجائے کہ اس میں بھلائی کرنے کی طاقت نہ رہے اور خود سے پہلے کے بادشاہوں، وزیروں اور عمال سے عبرت حاصل کرے کیونکہ جو لوگ بڑے بڑے معاملات کے مالک تھے انہیں فاقے نے ضائع کر دیا اور جنہیں فرصت حاصل تھی انہوں نے عمل مؤخر کیا تو وقت لوٹ کر نہیں آیا۔

حکومت فخر کرنے موج اڑانے کا نام نہیں

سلطنت قول حق اور عدل و انصاف کے عمل کا نام ہے دنیا میں فخر کرنے یا خوب موج اڑانے کا نام نہیں۔

ابو عمرہ بن علاء کہتے ہیں کہ لوگ ایسے لوگوں کو اپنا سردار بناتے تھے جن میں چھ صفات کامل طور پر ہوں۔

(۱) سخاوت

(۲) بہادری

(۳) صبر و برداشت

(۴) بردباری

(۵) گفتگو و بیان کی صلاحیت

(۶) تواضع

(۷) ان سب کا مجموعہ اسلام میں ہے یعنی ''حیاء''

کریزی نے کیا خوب کہا ہے

اذا نلت الامارة فاسم فیھا الی العلیاء بالعمل الوثیق
بمحض خلیقة لاعیب فیھا ولیس المحض کاللبن المذیق
ولا تک عندھا حلوا فتحسی ولا مرا فتنشب فی الحلوق
وکل امارة الاقلیلا مغیرة الصدیق عن الصدیق

(ترجمہ) ''جب تو امارت حاصل کر لے تو اس میں مضبوط عمل کے ساتھ بلندی کی طرف چڑھ جا خالص اخلاق کیساتھ جس میں عیب نہ ہو اور ''خالص'' پانی ملے دودھ کی طرح نہیں ہوتا۔'' اس کے پاس تو بالکل میٹھا مت بننا کہ تجھے کھالیا جائے اور نہ ہی کڑوا کہ تو حلق میں اٹک جائے۔ ہر امارت سوائے بہت کم کے دوست کو دوست سے بدل دیتی ہے۔''

حکمران کے مصاحب کے لئے ہدایات

ابو حاتم کہتے ہیں کہ جو شخص حکمران کا مصاحب بنے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس سے خیر خواہی کی بات نہ چھپائے کیونکہ جس نے حکمران سے خیر خواہی، طبیب سے مرض اور دوستوں سے رنج کو چھپایا اس نے اپنے آپ سے خیانت کی۔ اور جو شخص حکمرانوں کے ساتھ رہتا ہے وہ گناہوں سے بچ نہیں پاتا جیسا کہ جلد بازی کرنے والا شخص لغزش سے نہیں بچ پاتا۔ اگر وہ حکمران کی بات کی تصدیق کرے تب بھی اس کے غصہ سے بچ پانا ضروری نہیں ہے اور جھٹلانے کی صورت میں سزا سے بچنا بھی ضروری نہیں۔ حکمران کے سامنے تھوڑی سی جرأت کا بھی اظہار نہ کرے (یعنی بڑھ بڑھ کر نہ بولے حق کا اظہار مراد نہیں) کیونکہ سمجھدار عقلمند شخص جانتے بوجھتے اپنے پاس موجود تریاق اور دواؤں پر اعتماد کر کے تھوڑا سا زہر بھی نہیں کھاتا۔

میں اس شخص کے لئے مستحب سمجھتا ہوں جو حکمران کی مصاحبت کی آزمائش میں مبتلا ہو جائے۔ اسے چاہیئے کہ وہ حکمران کو اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کے لزوم اور نیک عمل کے بارے میں بتائے اور اس طرح بتائے جیسے خود اس سے سیکھ رہا ہے اور اسے اس

طرح ادب سکھائے جیسے خود اس سے ادب سیکھ رہا ہو۔ اس کی ناراضگیوں سے بچے۔ اگر ناراضگی کسی وجہ سے ہو تو اس وقت رضا بھی ہو سکتی ہے لیکن اگر بغیر وجہ کے ہو تو رضا کی امید ختم ہو جائیگی۔

اسے یہ جاننا ضروری نہیں ہے کہ حکمران کون کون سے کام کر رہا ہے کیونکہ بعض ایسی باتوں کا معلوم ہونا فتنہ اور مصیبت ہوتا ہے۔ کون ہے جو حکمران کی مصاحبت اختیار کرے اور فتنہ میں مبتلا نہ ہو اور کون ہے جو خواہش کی پیروی کرے اور ہلاک نہ ہو؟ جبکہ خوبصورت درخت بھی اپنے اچھے پھلوں کی وجہ سے برباد ہو جاتا ہے اور مور کی خوبصورت دم بھی کبھی مور کی ہلاکت کا سبب بن جاتی ہے کہ وہ بھاری ہو کر اس کو بھاگنے سے روک دیتی ہے۔

جو شخص حکمران کا مصاحب بنے وہ اپنے آپ پر تبدیلی سے محفوظ نہیں ہوتا کیونکہ نہریں اس وقت تک میٹھی ہوتی ہیں جب تک وہ سمندر تک نہ پہنچیں لیکن جب سمندر سے جا ملتی ہیں تو نمکین ہو جاتی ہیں۔

اہل علم حکمرانوں کے ہاں نہ جائیں

اسی طرح حکمرانوں کے دروازوں پر جانے سے رکنا، علماء کے علم کے نور میں اضافہ کرتا ہے اور ان کے پاس زیادہ آنا جانا دلوں پر پردے ڈال دیتا ہے۔

جو شخص حکمران کا مصاحب بنتا ہے وہ ان کے تغیر سے محفوظ نہیں ہوتا اور جو ان سے دور ہوتا ہے ان کے ڈھونڈنے سے محفوظ نہیں ہوتا اگر ان سے ہٹ کر معاملات کو طے کرتا ہے تو ان کی مخالفت سے مامون نہیں ہوتا اور اگر کسی چیز کا عزم کر لیتا ہے تو ان سے مشورے کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں پاتا۔ بادشاہوں کے ساتھ سب سے بری چیز تیزی ہے۔

پانچ خلال بری چیزیں

مبارک بن سعید نوری کہتے ہیں کہ پہلے کہا جاتا تھا کہ

پانچ حلال چیزیں ہیں جس میں ہوں سب سے بری ہیں۔

(۱) حکمران میں تیزی۔

(۲) خاندانی حسب والے شخص کا تکبر کرنا۔

(۳) مالدار میں کنجوسی

(۴) عالم میں لالچ۔

(۵) بوڑھے شخص میں لڑکوں سی صفات۔

حکمرانوں کی ہر چیز بڑی ہے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ قوم کے حکمرانوں کے غم بڑے، غم دائمی، دل مشغول عیوب مشہود، دشمن زیادہ، رنج شدید، مصائب سخت ہوتے ہیں۔ قیامت میں ان کا حساب بھی سخت اور اگر اللہ تعالیٰ معاف نہ کرے تو عذاب بھی شدید ہوگا۔

حاکم کے معاون اسباب

جن اسباب سے حکمران اچھی طرح اعانت حاصل کرسکتا ہے وہ یہ کہ ایک پاکباز باکردار اور خیرخواہ وزیر کا انتخاب کرے (جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا) کیونکہ جب امیر بھولتا ہے وزیر یاد دلا دیتا ہے۔ اگر اسے یاد ہوتا ہے تو اس کی مدد کرتا ہے اگر حکمران کے دل میں کوئی بری بات آتی ہے تو اسے روکتا ہے اور اگر کسی اچھی بات کا ارادہ کرتا ہے تو اسے حوصلہ دلاتا ہے۔ وزیر ہی لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کرتا ہے اور لوگوں کی دعائیں حکمران کو دلاتا ہے۔

مجھے علی بن محمد بسامی نے یہ اشعار سنائے۔

اذا نسی الامیر قضاء حق ٭ فان الذنب فیہ للوزیر

لأن علی الوزیر اذا تولی ٭ امور الناس تذکیر الامیر

(ترجمہ) ''اگر حکمران حق کا فیصلہ کرنا بھول جائے تو اس میں غلطی وزیر کی ہے۔ کیونکہ وزیر جب وزارت پر متمکن ہو تو اس پر حکمران

کو یاد دلانا لازمی ہے۔"

حکمران کی بات مصاحب برداشت کرے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ جو شخص حکمران کے پاس آتا جاتا ہو اور اس کی مصاحبت میں رہتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے برا بھلا کہنے کو گالی نہ سمجھے، نہ اس کی سخت باتوں کو سخت، اور نہ کوتاہی کو اس کے حق میں گناہ سمجھے۔ کیونکہ عزت کی ہوا نے اس کی زبان اور ہاتھ کو سختی پر قادر کر دیا ہے۔ اگر حکمران اسے اپنے ہاں کسی اونچے مرتبہ پر فائز کرے تو اس عہدے پر بھروسہ نہ کرے۔ اسے چاپلوسی نہ کرے نہ ہر وقت بہت زیادہ دعا کرے نہ زیادہ خوش روئی کا مظاہرہ کرے کیونکہ بعض باتیں وحشت پیدا کر دیتی ہیں۔ بلکہ اسے چاہئے کہ لوگوں کے سامنے اس کی عزت و توقیر بڑھانے کی کوشش کرے اگر حکمران اس پر غصہ ہو جائے تو اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے کوئی "نرمی اور خوش اخلاقی سے" حیلہ کرے ایسا کام نہ کرے جس سے اس کا غصہ اور بھڑک جائے۔

امام جعفر صادق کی حکمت

ابن عائشہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ خلیفہ ابو جعفر (منصور) نے حضرت جعفر بن محمد (جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ) کو بلوایا اور کہا کہ میں آپ سے ایک مسئلہ میں مشورہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے اہل مدینہ کو بہت مہلت دی ہے لیکن مجھے نہیں لگتا کہ وہ سرکشی سے باز آئیں گے اور میری ناراضگی دور کریں گے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ فوج بھیج کر ان کے درخت جلوا دوں اور ان کے چشمے ویران کرا دوں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر خاموش ہو رہے۔ تو ابو جعفر نے کہا آپ چپ کیوں ہیں کچھ کہیئے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اگر آپ مجھے اجازت دیتے ہیں تو میں بات کروں؟ اس نے کہا فرمایئے تو جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"اے امیر المومنین حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خوب دیا تو انہوں نے شکر کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری میں مبتلا کیا تو انہوں نے صبر کیا اور

یوسف علیہ السلام بدلہ لینے پر قادر ہوئے تو انہوں نے درگزر کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو اسی نسل میں سے بنایا ہے جو معاف کرتے اور درگزر کرتے ہیں۔''

ابن عائشہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر خلیفہ ابوجعفر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور وہ پرسکون ہو گیا۔

مامون کے چچا کی حکمت

محمد بن حمید بن فروہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب مامون خلافت پر متمکن ہو گیا تو اس نے اپنے چچا ابراہیم بن مہدی کو بلوایا جو ''ابن شکلہ'' کے نام سے معروف تھا۔ وہ سامنے آ کر کھڑا ہوا تو مامون نے کہا: تم ہو جس نے خلافت کا دعویٰ کر کے ہم پر چڑھائی کی تھی؟ تو ابراہیم نے کہا۔ اے امیر المومنین آپ بدلہ لینے کے حقدار ہیں اور قصاص آپ کا حق ہے اور درگزر کرنا تقوے کے قریب تر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر گناہگار سے برتر بنایا ہے جیسے کہ ہر گناہگار کو آپ سے کمتر کیا ہے۔ اگر آپ پکڑ کریں گے تو حق کی وجہ سے پکڑ کریں گے اور اگر درگزر کریں گے تو فضل کی بناء پر کریں گے۔ میں اپنے والد کے پاس ایک مرتبہ حاضر ہوا جو کہ آپ کے دادا تھے۔ ان کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کا جرم میرے جرم سے بھی بڑھ کر تھا۔ خلیفہ (میرے والد) نے اس کے قتل کا حکم دیدیا ان کے پاس مبارک بن فضالہ موجود تھے وہ کہنے لگے کہ

اے امیر المومنین اس شخص کے معاملہ میں ذرا توقف کیجئے حتیٰ کہ میں آپ کو ایک حدیث سنا دوں۔ میں نے حضرت حسن کو یہ حدیث بیان کرتے سنا تھا خلیفہ نے کہا مبارک ہو وہ حدیث سناؤ۔ تو انہوں نے کہا کہ۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک منادی عرش کے قریب سے آواز لگائے گا کہ معاف کرنے والے حکمران کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ صرف معاف کرنے والے کھڑے ہو جائیں گے۔''[1]

یہ سن کر خلیفہ نے کہا میں نے حدیث قبول کی اور اس شخص کو معاف کر دیا اور اے شخص تو نکل یہاں سے تجھ پر کسی کو کوئی حق نہیں۔'' یہ سن کر مامون نے کہا اے چچا

[1] خطیب بغدادی نے اسے روایت کیا ہے۔

قریب آئیے۔ اے چچا یہاں قریب آئیے۔''

حکمران اللہ تعالیٰ سے رجوع رکھے

ابو حاتم کہتے ہیں کہ جو شخص امور مسلمین کا مالک بنے حکمران بنے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر وقت ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھے تا کہ وہ جس امر پر مسلط ہے اس میں سرکشی نہ کرے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کی قدرت اور پکڑ کو یاد کرے۔ اور یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ظالموں سے انتقام لیتا ہے اور احسان کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے۔ لہٰذا اپنی حکومت میں اس راستے کو اختیار کرے جو دونوں جہانوں میں بھلائی کمانے کی طرف پہنچا دے اور خود سے پہلے گزرنے والے حکمرانوں (کے حالات و اموات) سے عبرت حاصل کرے کیونکہ لا محالہ وہ جس حالت میں ہے اس کے شکر کے بارے میں جوابدہ ہے جس طرح وہ یقیناً اپنے حساب میں خود جوابدہ ہوگا۔ کیونکہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے۔'' کیا میں نے تجھے بھلائی پر سوار نہیں کیا تھا تجھے عورتیں نہیں دی تھیں اور تجھے ایسا نہیں کیا تھا کہ سردار بنتا اور مال غنیمت لیتا تھا۔ وہ کہے گا'' کیوں نہیں! تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے'' تو اس کا شکر کہاں ہے؟''

باب (۴۹)

دنیا اور اسکے اہل کے ساتھ اسے قبول کرنیکا ذکر

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اس کا بدن سلامت ہو اور بال بچوں اور مال کی طرف سے مطمئن ہو، اس کے پاس اس دن کا راشن موجود ہو تو وہ ایسا ہے جیسے اس کے لئے دنیا کھینچ لائی گئی ہو۔ اے ابن جعشم تیرے لئے دنیا میں اتنا کافی ہے جو تیری بھوک مٹا دے اور تیری ستر پوشی کر دے اگر کوئی کپڑا ہو جسے تو پہن سکے تو وہ کافی ہے اور اگر سواری ہو جس پر تو سوار ہو سکے تو کیا ہی بات ہے۔ ایک روٹی کے ٹکڑے مٹکے کے پانی اور تہبند (شلوار) سے زیادہ چیز کا حساب تجھ پر ہوگا۔''[1]

دنیا سے دھوکہ نہ کھاؤ

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ وہ دنیا اور اس کی خوبصورتی سے دھوکہ نہ کھائے نہ اسکے حسن اور خوش منظری سے دھوکہ کھا کر ہمیشہ رہنے والی نعمتوں اور آخرت سے غافل ہو۔ کیونکہ دنیا کا انجام لامحالہ فنا ہی ہے اس کی عمارتیں تباہ اور رہنے والے موت کا شکار، خوش منظری ختم اور ہریالی خشک ہونے والی ہے۔ چنانچہ بڑے سے بڑا رئیس اور متکبر شخص اور محتاج فقیر بھی باقی نہ رہے گا سب پر موت کا پیالہ گھوم جائے گا۔ پھر سب مٹی ہو جائیں گے اور بوسیدہ ہو کر ابتداء کی طرح ناپید ہو جائیں گے اور زمین اور اس پر رہنے والوں کا ''علام الغیوب'' اکیلا وارث رہ جائے گا۔

چنانچہ عقلمند وہ شخص ہے جو ایسی صفات والے گھر کی طرف مائل نہ ہو اور ایسی دنیا سے مطمئن نہ ہو اور اس کے لئے تو ایسا مال ذخیرہ ہو چکا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے

---

[1] صحیح ابن حبان حدیث نمبر ۲۵۰۷، موارد۔ حلیۃ الاولیاء (۵/ ۲۴۹) الخطیب (۶/ ۱۶۶) حدیث کی اسناد ضعیف ہے اس میں عبداللہ بن ہانی ہے جس کے لئے علامہ ذہبی رحمتہ اللہ علیہ نے متہم بالکذب لکھا ہے مگر ابن حبان رحمتہ اللہ علیہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن حدیث کا پہلا حصہ کئی صحابہ سے مروی ہے۔

دیکھا نہ کسی کانوں نے سنا اور نہ ہی کسی دل کے حاشیہ میں اس کا خیال گزرا، اگر اس طرح میلان رکھے گا تو اس کم دنیا کے ترک پر دل تنگ ہوگا اور (آخرت کے) اس زیادہ کے کھودینے پر راضی ہو جائے گا۔

بشر بن حارث کہتے ہیں۔

لا تأس في الدنيا على فائت وعندك الاسلام والعافية
ان فات امر كنت تسعى له ففيهما من فائت كافيه

''دنیا میں کسی کھو جانے والی چیز پر افسوس نہ کر کیونکہ تیرے پاس تو اسلام اور عافیت موجود ہے۔ اگر کوئی کام جس کے لئے تو محنت کر رہا تھا ہاتھ سے نکل جائے تو ان دونوں میں کھو جانے والی چیز کی کفایت (بدل) موجود ہے۔''

زمانے کے دو رنگ ہیں

ابو حاتم کہتے ہیں کہ میں نے طبرستان میں ایک پتھر پر یہ لکھا دیکھا۔

العيش لونان فحلو ومر والدهر نصفان فريف وضر
والنطق جزآن فبعر، ودر والناس اثنان فتذل، وحر
يومك يومان فخير و شر نهار يزول، وليل يكسر
وكذاك الزمان على من مضىٰ وكل السنين على ذا تمر

(ترجمہ) ''زندگی کے دو رنگ ہیں میٹھا اور کوڑا، زمانے کے دو حصے ہیں سرسبز و برباد گفتگو کے دو جزء ہیں گندگی اور موتی، لوگ دو قسم ہیں گھٹیا اور آزاد۔ تیرا دن دو قسم ہے بھلائی اور شر۔ دن جاتا ہے اور رات آ جاتی ہے۔ اسی طرح زمانہ ان پر گزرتا ہے جو لوگ گزر گئے اور سارے سال اسی نہج پر گزرتے ہیں۔''

زمانہ بدلتا رہتا ہے

مجھے کریزی نے یہ اشعار سنائے۔

ما الدھر الا لیلۃ ویوم والعیش الا یقظۃ ونوم

یعیش قوم، ویموت قوم والدھر قاض ماعلیہ لوم

(ترجمہ) ''زمانہ رات اور دن کے سوا کچھ نہیں ہے اور زندگی بیداری اور نیند کے سوا کچھ نہیں ہے کچھ لوگ جیتے ہیں تو کچھ لوگ مرتے ہیں اور زمانہ قاضی ہے اس پر کچھ ملامت نہیں۔''

دنیا کے کم وقت میں تیاری کرو

ابو حازم کہتے ہیں کہ آخرت کا سامان کم ہے لہٰذا کساد کے دور میں اس کا خوب ذخیرہ کرلو کیونکہ اگر اس کے خرچ کا وقت آ گیا تو وہ تھوڑا نہ زیادہ، کچھ بھی دستیاب نہ ہوگا۔

دنیا کی مثال

ابو حاتم کہتے ہیں کہ دنیا پانی سے لبریز سمندر ہے اور لوگ اس کی موجوں پر تیر رہے ہیں اور اسی طرح لوگوں کے دن گزر رہے ہیں اور ان میں مشابہت بھی خوب ہے کیونکہ جو چیز بھی فنا ہونے والی ہے وہ اس سے مشابہ ہے۔

جس شخص کو دنیا میں تین چیزیں مل جائیں گویا دنیا اسے پوری کی پوری مل گئی۔

(۱) امن (۲) طاقت (۳) صحت

لیکن ان چیزوں میں سے کسی سے بھی دھوکے باز شخص بھی دھوکا کھا جاتا ہے اور بڑے سے بڑا طاقتور ان کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

عقلمند شخص اور دنیا

عقلمند شخص وہ ہے جو یہ جانتا ہے کہ جو چیز دوسرے کسی کے لئے باقی نہ رہی ہو وہ میرے لئے کب باقی رہے گی اور جو کچھ دوسروں سے چھن گیا وہ میرے پاس کیوں چھوڑ دیا جائے گا۔ چنانچہ دنیا میں سے جو چیز آخرت میں فائدہ دے اس کی طرف عقلمند کا قصد اس چیز سے زیادہ حقدار ہوتا ہے جو آخرت سے بخل پیدا کرے۔ اسی طرح عقلمند اس بات کو ترجیح دیتا ہے کہ اعمال کو آخرت کے لئے ذخیرہ کئے بغیر جمع نہ کرے۔ وہ دنیا

سے دھوکہ کھانا چھوڑ دیتا اور اہل دنیا سے اسے قبول کرنے کا اعتبار نہیں کرتا۔

کوئی چیز زندگی سے زیادہ پر خطر نہیں اور دنیا کو حیات ابدی کے سوا کسی اور میں خرچ کر دینا سب سے بڑا غبن ہے۔ جو چاہتا ہے کہ وہ آزاد رہے اسے چاہئے کہ وہ خواہشات سے بچے اگرچہ کتنی ہی لذیذ کیوں نہ ہوں اور جان لے کہ ہر لذیذ شے فائدے مند نہیں ہے لیکن ہر فائدہ مند چیز لذیذ ہوتی ہے اور تمام خواہشات اکتاہٹ پیدا کر دیتی ہیں سوائے فائدوں کے کیونکہ یہ اکتاہٹ نہیں پیدا کرتے۔ سب سے بڑے فوائد ''جنت'' اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے لوگوں سے مستغنی ہونا ہیں۔

معن بن عون سے مروی ہے کہ کتنے ہی دن شروع کرنے والے لوگ ہیں جو اسے پورا کر نہیں پاتے اور کتنے ہی آنے والے کل کے منتظر ہیں جو اسے دیکھ نہیں پاتے اگر تم موت اور اس کے فاصلے کو دیکھ لو تو امید اور دھوکہ سے نفرت کرنے لگو۔

دنیاوی مراتب دینے والا سبب

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کو دنیاوی مرتبوں پر بٹھانے والا سبب دنیا کے میدان کو ''آخرت کی دائمی زندگی کے لئے حسب مقدور ذخیرہ کرنے کی وجہ سے'' چھوڑ دینا ہے۔ دائمی نعمت طول امل (لمبی امیدوں) کو چھوڑ دینا اور موت کو ہر گھڑی اور ہر آن یاد رکھنا ہے اس لئے کہ لمبی امیدیں لوگوں کی گردنیں کاٹ دیتی ہیں جیسے سراب اس کی امید کرنے والے کو کچھ نہیں دیتا اور اسے دیکھنے والا ناکام ہو جاتا ہے۔

لہٰذا عقلمند شخص دنیا کا ترک اختیار کرتا ہے اور ساتھ ساتھ گزشتہ قوموں اور ادوار سے عبرت بھی حاصل کرتا ہے کہ ان کے آثار کیسے مٹ گئے اور ان کی خبریں کس طرح ناپید ہو گئیں اب ان کی صرف یاد رہ گئی۔ ان کے گھروں کے صرف نشان رہ گئے چنانچہ پاک ہے وہ ذات جو ان کے جمع و بعثت پر قادر ہے تاکہ ان کو بدلہ اور سزا دے۔

ایک عابدہ کی باتیں

بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار عورت تھی جو ہر سنیچر کو روزہ رکھتی تھی ایک

دن وہ افطار کا سامان سامنے رکھے کہنے لگی کہ

محبت کرنے والا محبوب سے محبت کرتا ہے اور محبوب اپنے محب کی خدمت سے کھانے کی وجہ سے غافل ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے محبوب کا قاصد اس کے پاس آئے اور وہ کھانے میں مشغول ہو تو اس کی خدمت نہ کر سکے تو اس سے ملاقات میں آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں گی۔''

چنانچہ وہ کچھ عرصے افطار کئے بغیر رہی۔ پھر اس نے ایک مرتبہ افطار کا سامان سامنے رکھا اور پھر پہلے کی طرح الفاظ کہے تو اچانک دیکھا کہ ایک نوجوان بڑا خوبصورت چہرے اور بہترین خوشبو کے ساتھ گھر کے ایک کونے سے چلا آ رہا ہے، اس نے آتے ہی کہا اے اللہ تعالیٰ کی حبیبہ آپ پر سلامتی ہو (یا کہا اے اللہ کی ولیہ) اس عورت نے کہا وعلیک السلام آپ کون ہیں؟

اس نے جواب دیا کہ میں موت کا فرشتہ ہوں۔ اس عورت نے کہا کہ کیا مجھے اتنی اجازت ہے کہ میں سجدہ کروں اور اس میں اپنے رب سے مناجات کرلوں اور جب تم مجھے اس حال میں دیکھو تو فوراً روح قبض کر لو؟ تو اس نے کہا اجازت ہے تو اس عورت نے فوراً ہی سجدے میں سر جھکا دیا اور اسی کوشش میں اس کی روح قبض ہوگئی (اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو)۔

مہدی بن سابق کے اشعار ہیں۔

كنا على ظهرها والعيش ذو مهل   والدهر يجمعنا والدار و الوطن

فغرق الدهر ذو التصريف الفتنا   فاليوم يجمعنا فى بطنها الكفن

كذلك الدهر لايبقى على احد   تأتى بأقداره الايام والزمن

(ترجمہ) ''ہم زمین کی پیٹھ پر تھے اور زندگی مہلت والی ہے زمانہ گھر اور وطن ہمیں جمع کرتے ہیں۔ پھر پھیر دینے والے زمانے نے ہماری الفت کو بکھیر دیا چنانچہ آج ہمیں زمین کے پیٹ میں کفن نے جمع کرلیا ہے۔ اسی طرح زمانہ کسی ایک پر بھی باقی نہیں رہتا اسی کے بقدر ایام اور زمانے آتے ہیں۔''

باب ۵۰

موت کی یاد اور نیکیاں آگے بھیجنے کی ترغیب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''لذتوں کو مٹانے والی کو کثرت سے یاد کیا کرو'' یعنی موت کو۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہماری اس کتاب میں ذکر کردہ عقل کے شعبوں میں ''موت کی بروقت یاد'' اور دنیاوی تمام اسباب سے دھوکہ کھانے کے ترک کو بھی شامل کرلے۔ کیونکہ موت وہ چکی ہے جو تمام مخلوق کے درمیان گھومتی ہے اور وہ پیالہ ہے جو ان پر گھمایا جاتا ہے۔ ہر ذی روح کو اسے پینا اور اس کا ذائقہ چکھنا ضروری ہے یہی لذتوں کو مٹانے والی خواہشات کو جھکانے والی، اوقات کو مکدر کرنے والی اور مصائب کو ختم کرنے والی ہے۔''

موت سے فرار نہیں

مجھے عبدالعزیز بن سلیمان نے یہ شعر سنائے۔

ایا هادم اللذات مامنک مهرب   تجاز نفسي منك ما سيصيبها
رأيت المنايا قسمّت بين انفس   ونفسي سيأتي بعد هن نصيبها

(ترجمہ) ''اے لذتوں کو مٹانے والی تجھ کو کوئی فرار نہیں میرا نفس تجھ سے وہ پائے گا جو عنقریب اسے ملنے والا ہے۔ میں نے اموات کو دیکھا کہ وہ جانوں کے درمیان تقسیم ہو چکی اور میرا نفس ان جانوں کے بعد اپنا حصہ پالے گا۔''

پرامن لوگوں کو بھی موت آتی ہے

مہدی بن سابق کہتے ہیں یہ اشعار محل پر پڑھے گئے

هذي منازل اقوام عهدتهم فی ظل عیش عجیب ماله خطر
صاحت بهم حادثات الدهر فانقلبوا الی القبور، فلا عین، ولا أثر

(ترجمہ) ''یہ ان لوگوں کی قیامگاہیں ہیں جن کو میں نے دیکھا ایک عجیب زندگی کے سائے میں جسے کوئی خطرہ نہ تھا۔ ان پر زمانے کے حادثات چیخے تو وہ قبروں کی طرف پلٹ گئے چنانچہ اب کوئی آنکھ ہے نہ کوئی نشان۔''

حضرت معاویہ اور ذکر موت

علی بن سلمہ حلبی کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ فرماتے تھے واللہ میں اس کھیتی میں سے ہوں جو کٹ چکی۔'' اور اس وقت انہیں عبداللہ بن عامر بن کریز اور ولید بن عقبہ کی موت کی خبر دی گئی تھی۔ عبداللہ ان سے عمر میں بڑے اور ولید چھوٹے تھے۔'' تو حضرت معاویہ نے یہ شعر پڑھا:

اذا سار من خلف امرئ وامامه وافرد من اخوانه فهو سائر

(ترجمہ) ''جب کسی شخص کے پیچھے اور سامنے والے چلے گئے اور وہ دوستوں کے بغیر تنہا رہ گیا تو وہ بھی جانے والا ہے۔''

عمر بن ذر کہتے ہیں کہ ایک نوجوان کو اس کے آباؤ اجداد کی طرف ایک گھر وراثت میں ملا تو اس نے اسے گرا کر نئی خوبصورت مضبوط عمارت بنوائی تو اس کے خواب میں کسی نے آ کر یہ اشعار کہے۔

ان کنت تطمع فی الحیاة فقد تریٰ ارباب دارک ساکفوا الاموات
انی تجس من الاکارم ذکرهم؟ خلت الدیار وبادت الاصوات

(ترجمہ) ''اگر تو زندگی میں طمع رکھتا ہے تو تو اس گھر کے مالکان کو دیکھ چکا کہ وہ موت کے باسی ہیں۔ تو اچھے کاموں میں ان کا تذکرہ کہاں محسوس کرتا ہے گھر خالی ہو گئے اور آوازیں فنا ہو گئیں۔''

عمر بن ذر کہتے ہیں کہ صبح کو وہ نوجوان بڑا گھبرایا ہوا اٹھا اور وہ جو کچھ کیا کرتا تھا بہت کچھ کرنے سے باز آ گیا اور اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ابوالعتاھیہ کی نصیحت

سکینہ جو کہ خود بڑی عالمہ تھیں وہ کہتی ہیں کہ مجھے ابوالعتاھیہ نے بتایا کہ میں خلیفہ ہارون رشید کے پاس گیا تو اس نے مجھے دیکھ کر پوچھا کہ تم ابوالعتاھیہ ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میں ابوالعتاھیہ ہوں۔ پوچھا کہ وہ جو شعر کہتا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں وہ جو شعر کہتا ہے تو اس نے کہا کہ مجھے شعر میں نصیحت کرو جو مختصر انداز میں ہو۔ تو میں نے یہ شعر کہے۔

لا تامن الموت فی طرف ولانفس ولو تمنعت بالحجاب والحرس
واعلم بأن سهام الموت قاصدة لكل مدرع منا و مترس
ترجو النجاة ولم تسلك مسالكها؟ ان السفينة لاتجرى على اليبس

(ترجمہ) ”موت سے کسی لحظہ اور کسی سانس (کے برابر) بھی بے فکر نہ ہونا اگرچہ تو اسے پردوں اور محافظوں کے ذریعے روکے اور جان لے کہ موت کے تیر ہم میں سے ہر ایک زرہ اور خود پہنے ہوئے لوگوں کا رخ کئے ہوئے ہیں، تو نجات کی امید کرتا ہے مگر اس کے راستوں پر نہیں چلتا؟ بیشک کشتی خشکی پر نہیں چلتی۔“

ابوالعتاھیہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر ہارون رشید پر غشی طاری ہو گئی۔ اور وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔

ابوجعفر بغدادی کہتے ہیں کہ میں نے سندھ میں ایک محل کے دروازے پر لکھا دیکھا۔

نزل الموت منزلا سلب القوم وارتحل

(ترجمہ) ”موت ٹھکانے پر اتری قوم کو (روحوں کو) سلب کیا اور چل پڑی۔“

تو میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ سارے محل والے مر گئے اور جب صبح ہوئی تو دروازے پر یہ لکھا تھا معلوم نہیں کون لکھ کر چلا گیا۔

موت نے کسی کو نہ چھوڑا

ابو حاتم کہتے ہیں کہ عقلمند جس چیز کا منتظر ہو اس کی یاد بھلاتا نہیں ہے اور ہر قدم پر اس کا منتظر رہتا ہے ہر پلک جھپکنے پر انتظار کرتا ہے۔ کتنے ہی ایسے لوگ جو گھر والوں کے لئے مکرم تھے اپنی قوم میں معظم، پڑوسیوں میں مقبول تھے جنہیں معیشت میں تنگی اور مصائب میں پریشانی کا کوئی خوف نہ تھا اور اگر کبھی بادشاہوں یا ظالم و جابر لوگوں نے انہیں ذلیل کرنا چاہا تو اس نے انہیں اپنے پڑوسیوں اور احبہ کے درمیان پچھاڑ کر رکھ دیا۔'' ایسے لوگ بھی اپنے گھر والوں اور دوستوں کو چھوڑ جاتے ہیں کسی نفع کے مالک نہیں رہتے اور نہ اسے دور کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ کتنی ہی قومیں موت نے برباد کر دیں کتنے ہی شہر ویران کر دیئے۔ کتنی ہی سہاگنوں کو بیوہ کر دیا، کتنے ہی لوگ یتیم کئے اور دوستوں کے ہجوم رکھنے والوں کو اکیلا کر دیا۔

لہٰذا عقلمند شخص اس حالت سے دھوکا نہیں کھاتا جس کی انتہاء اس طرف لیجانے والی ہے جو ہم نے ابھی ذکر کیا اور نہ ہی اس دھوکے باز زندگی سے دھوکہ کھائے اور نہ اس حالت کو بھولے جو یقیناً واقع ہونے والی ہے اور جس کے آنے میں کوئی شک نہیں کیونکہ موت تو خود ڈھونڈتی ہے اسے بیٹھنے والا عاجز نہیں کر سکتا اور نہ ہی بھاگنے والا اس سے بچ سکتا ہے۔

ایک نصیحت آموز واقعہ

ابن سماک کہتے ہیں کہ گزشتہ زمانے میں ایک شکاری نے مچھلی پکڑنے کے لئے اپنا جال دریا میں ڈالا جو اس میں پھنس کر ایک انسانی کھوپڑی نکل آئی تو شکاری اسے دیکھتا جاتا اور روتے ہوئے کہتا جاتا۔ تو زبردست تھا مگر تیری طاقت کے باوجود چھوڑا نہیں گیا، تو مالدار تھا مگر تیری مالداری کی وجہ سے تجھے چھوڑا نہیں گیا۔ اگر تو محتاج

تھا تو تیری محتاجی کی بنا پر تجھے چھوڑا نہیں گیا۔ اگر تو سخی تھا تو تیری سخاوت کے باوجود تجھے معاف نہیں کیا گیا اگر تو طاقتور تھا تو تیری طاقت کی بناء پر تجھے چھوڑا نہیں گیا۔ اگر تو عالم تھا تو تیرے علم کے باوجود تجھے چھوڑا نہیں گیا۔ وہ یہ جملے کہتا رہا اور روتا رہا۔

کریزی کے خوبصورت اشعار ہیں۔

امو النا لذوی المیراث نجمعها ودورنا لخراب الدهر نبنیها
والنفس تكلف بالدنیا و قد علمت ان السلامة فیها ترك مافیها
فلا الاقامة تنجی النفس من تلف ولا الفرار من الأحداث ینجیها
وكل نفس لها زور یصبحها من المنیة یوما او یمسیها

(ترجمہ) ''ہم اپنے اموال کو وارثوں کے لئے جمع کرتے ہیں اور اپنے گھروں کو ہم زمانے کی تباہ کاریوں کے لئے بناتے ہیں۔
نفس نے دنیا کا بوجھ اٹھالیا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ سلامتی دنیا میں موجود اشیاء کے ترک کرنے میں ہے۔ نہ تو اقامت نفس کو ضائع ہونے سے بچائے گی اور نہ ہی فرار ہونا اسے مصائب سے نجات دلائے گا۔ ہر نفس کے لئے موت کا ہرکارہ کسی دن صبح یا شام زیارت کرنے والا ہے۔''

سب سے زیادہ عجیب بات

عبدالمنعم ریاحی کہتے ہیں کہ مالک بن دینار ایک دن نظر نہیں آئے تو بعد میں ان سے کسی نے کہا کہ آپ کہاں چلے گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ''ابلہ'' کی طرف چلا گیا تھا انہوں نے کہا آپ نے وہاں کیا اچھی بات دیکھی؟ تو فرمایا کہ میں نے ایک عورت کو نماز پڑھتے دیکھا۔ لوگوں نے پھر پوچھا کہ اور سب سے زیادہ عجیب کیا بات دیکھی تو فرمایا کہ میں نے بحرین میں ایک مضبوط محل کے دروازے پر یہ عبارت لکھی دیکھی۔

طلبت العیش اسعد ناعمیه وعشت من المعایش والنعیم

فلم البث ورب الناس طورا　　سلبت من الاقارب والحميم

(ترجمہ) ''میں نے زندگی بہترین نعمتوں سے طلب کی اور میں بہترین زندگی اور نعمتوں میں زندہ رہا لیکن میں اور لوگوں کا رب کچھ دن ہی رکے پھر مجھے رشتہ داروں اور دوستوں سے چھین لیا گیا۔''

ایک نابینا کی نصیحت

قتادہ کہتے ہیں کہ مجھے عمران بن حطان ملا اور اس نے کہا کہ اے اندھے میں تیرے اختلاف کے بارے میں جانتا ہوں مگر تو مجھ سے یہ اشعار یاد کر لے۔

حتی متی تسقی النفوس بكأسها　　وريب المنون وانت لاه ترتع

افقد رضيت بأن تعلل بالمنى　　والى المنية كل يوم تدفع

احلام نوم، اوكظل زائل　　ان اللبيب بمثلها لا نجدع

فتزودن ليوم فقرك دائبا　　واجمع لنفسك لالغيرك تجمع

(ترجمہ) ''اب تک کہ جب تک جانوں کو اس کے پیالے سے موت کا دھوکا پلایا جا چکا ہے اور تو لہو ولعب میں پڑا خوش ہے کیا تو اس سے راضی ہے کہ تو امیدوں سے خوش ہوتا رہے اور ہر دن موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہو؟؟ یہ نیند کا خواب ہے یا ختم ہونے والے سائے کی طرح ہے اور سمجھدار شخص اس جیسی چیزوں سے دھوکا نہیں کھاتا۔ لہٰذا اپنی محتاجی کے دن کے لئے توشہ تیار کر اور اپنے لئے جمع کر، تو کسی غیر کے لئے جمع نہیں کر رہا۔''

موت کی خبر آچکی

ابو معاذ نحوی ایک مرتبہ اپنے اصحاب کے ساتھ نکلے اور کہنے لگے کہ آج صبح مجھے میری موت کی خبر دے دی گئی ہے مجھے خواب میں کسی نے آ کر کہا کہ

یا ایھا الانسان انک میت عما قلیل قم لنفسک واقعد
فکان ماقد کان لم یک اذمضی وکأن ماھو کائن فکأن قد

(ترجمہ) ''اے انسان تو مرنے والا ہے اپنے نفس کو جو چیز کم ہے اس سے اٹھالے اور بیٹھ جا تو جو کچھ موجود تھا وہ ایسا ہو جائیگا کہ جب چلا جائے تو گویا کچھ نہ تھا اور جو کچھ ہونے والا تھا وہ گویا ہو چکا۔''

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا پسندیدہ شعر

حرملہ بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کو کثرت سے یہ شعر پڑھتے دیکھا۔

تمنی رجال ان اموت و ان امت
فستلک سبیل لست فیھا بأوحد
فقل للذی یبقی خلاف الذی مضی
تھیأ للاخری مثلھا فکأن قد

(ترجمہ) ''لوگ تمنا کرتے ہیں کہ میں مر جاؤں اور اگر میں مر گیا تو یہ تو وہ راستہ ہے جس پہ چلنے والا میں اکیلا نہیں۔ چنانچہ اس شخص کو کہہ دو جو جانے والے کے برخلاف زندہ ہے کہ دوسری اسی جیسی زندگی کے لئے تیار ہو جا گویا کہ وہ آ چکی۔''

مردوں کی تلقین

اسماعیل بن عبداللہ کہتے ہیں کہ قبرستان میں ایک شخص نے ہمیں یہ اشعار سنائے۔

الا یا عسکر الاحیاء ھذا عسکر الموتی
اجابوا الدعوۃ الصغری وھم منتظر والکبری
یحثون علی الزاد وما زاد سوی التقوی

یقولون لکم جدو فھذا آخر الدنیا

(ترجمہ) ''اے زندوں کے لشکر یہ مردوں کا لشکر ہے۔ جنہوں نے چھوٹی پکار کا جواب دے دیا ہے اور بڑی پکار کے منتظر ہیں۔ یہ توشہ کی ترغیب دیتے ہیں اور تقوے کے سوا کوئی توشہ نہیں۔ یہ تمہیں کہتے ہیں کہ محنت کرو کیونکہ یہ دنیا کا آخر ہے۔''

ابو حاتم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو پیدا کیا۔ زمین پر چلایا چنانچہ انہوں نے زمین کے پھل کھائے۔ نہروں کا پانی پیا، پھر لامحالہ موت ان پر طاری ہوگی اور انہیں کوشش اور حرکت سے مستغنی کر دے گی۔ ان کے جسم اور اعضاء بیکار ہو جائیں گے پھر انہیں اس زمین میں لوٹا دیا جائے گا جس سے ان کو بنایا گیا ہے۔ پھر زمین ان کے گوشت کھا جائے گی جس طرح انہوں نے زمین کے پھل کھائے تھے، ان کا خون پی جائے گی۔ جیسے وہ اس کا پانی پیتے تھے، ان کے جوڑ جوڑ کو توڑ دے گی جس طرح وہ اس کی پیٹھ پر چلتے تھے۔ چنانچہ قبر ان کی آخرت کی پہلی منزل ہوگی اور دنیا کی منزلوں میں سے آخری منزل ہے۔ خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے اپنی دنیا میں قبر کے لئے تیاری کی اور اس میں سے اپنی آخرت کے لئے آگے بھیجا۔ زمین نے کتنے ہی طاقتور لوگوں کو مٹی میں ملا دیا اور دوسرے کو اس کے غمگسار سے جدا کر دیا۔

قبریں بڑھ رہی ہیں

ابراہیم بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے ایک اعرابی کو ایک قبر پر کھڑے دیکھا وہ کہہ رہا تھا۔

لکل اناس مقبر بفنائھم فھم ینقصون والقبور تزید
وما ان تری دار الحی قد اقفرت وقبر المیت بالغناء جدید
فھم جیرۃ الاحیاء اما محلھم فدان واما المتقی فبعید

(ترجمہ) ''تمام لوگوں کے قریب ان کے مقبرے ہیں وہ کم ہو

رہے ہیں اور قبریں بڑھ رہی ہیں اور تم زندہ شخص کا مکان دیکھو گے کہ پرانا ہو چکا اور مردے کی قبر نئی ہے چنانچہ یہ زندوں کے پڑوسی ہیں البتہ ان کا ٹھکانہ قریب اور متقی دور ہے۔

مردوں کا حشر کا انتظار

صالح مری کہتے ہیں کہ میں ایک دن سخت گرمی میں قبرستان گیا تو میں نے خاموش قبروں کو دیکھا گویا وہ خاموش قوم ہیں تو میں نے کہا اے سبحان اللہ۔ کون تمہاری روحوں کو جمع کرے گا۔ تمہارے ٹکڑے ہوئے جسموں کو جمع کر کے کون تمہیں زندہ کرے گا اور طویل بوسیدگی کے بعد کون جان ڈالے گا؟ صالح رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان گڑھوں کے درمیان سے کسی آواز دینے والے نے آواز دی اے صالح (اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں پھر جب وہ تمہیں پکارے گا تو زمین سے تم نکلنے لگو گے۔ سورہ روم آیت نمبر ۲۵) صالح کہتے ہیں کہ واللہ میں بے ہوش کر گر گیا۔"

آخری بات

(مصنف) ابو حاتم کہتے ہیں کہ اپنی اس کتاب میں ہم نے بہت زیادہ آثار اور احادیث کے بڑے ذخیرہ سے تھوڑا سا وہ مواد نقل کر دیا ہے جس کے ذریعے ہم سمجھتے ہیں کہ ایک سمجھدار اور صحیح راستے پر چلنے والے شخص کے لئے اس کتاب میں مستغنی کر دینے والا سامان ہے اگر اسے وہ استعمال کرے اور اس پر غور وفکر کرے۔

ہم نے سندیں بیان کرنے بے تحاشا حکایات اور اشعار کا انبار لگانے کے بجائے صرف وہ احادیث حکایت اور اشعار نقل کئے ہیں جنہیں ہم نے ضروری سمجھا اور وہ بھی کسی چیز کی طرف کنائے اور مقصود کی طرف اشارے کی طرح رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے بنا دے جن کو توفیق تحقیق کے حقائق کے قیام کی طرف بلاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی مومنین کی امید کے وقت مقصود کو انجام تک

پہنچاتا ہے اور اپنے دوستوں کو مقربین کا مرتبہ عطا کر کے احسان کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کی پاک اور پاکباز آل پر رحمت بھیجے اور تمام حمد وستائش اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔

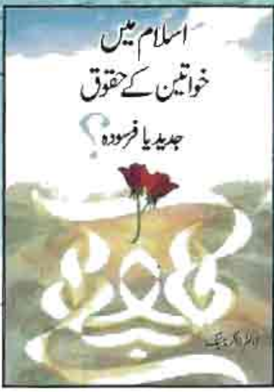
(وصلى الله على محمد خاتم النبيين و على آله
الطاهرين الطيبين والحمد للّٰه رب العلمين)

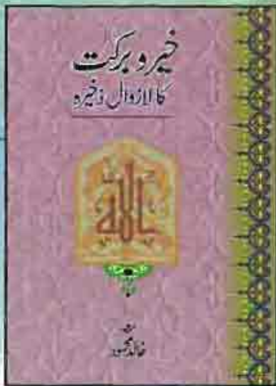
بحمد اللہ بروز منگل مورخہ سات مارچ ۲۰۰۶ء بمطابق ۷ صفر ۱۴۲۷ھ کو بوقت ساڑھے دس بجے شب ترجمہ مکمل ہوا۔

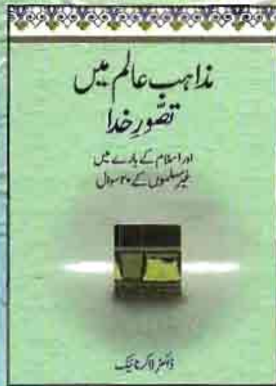
(نوٹ) جو اصلی نسخہ ہمارے مطبع میں تھا اس کے آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ رب کی عفو و درگزر کا طالب بندہ احمد بن محمد بن سالم بن جناب المنیجی اللہ تعالیٰ کی مدد اور رحمت سے ''رھاء'' میں بروز منگل ماہ محرم ۶۲۸ھ میں اس کی کتابت سے فارغ ہوگیا۔

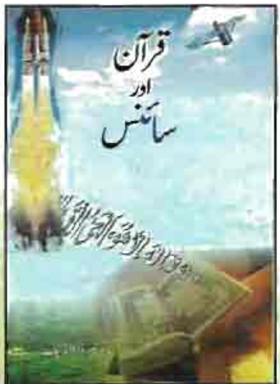
ختم الله له بخير ولوالديه ولجميع المسلمين.

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	قیمت
۱	میاں بیوی کے حقوق	ازمولانا مفتی عبدالغنی	15/-
۲	آدابِ زندگی	ازمولانا اشرف علی تھانوی	35/-
۳	گنجینۂ معلومات (اسلام کے ہر پہلو و دیگر معلومات پر سوال جواب)	ازمحمد زید (ایم ایس سی)	60/-
۴	زاہدوں کے واقعات	ازامام ابی بکر عبداللہ بن محمد بن ابی الدنیا قرشی بغدادی	75/-
۵	سائنسی انکشافات (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	ازمولانا ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری	70/-
۶	مومنات کا قافلہ اوران کا کردار	ازعبداللہ بدران	65/-
۷	گلستانِ مومنات	ازموسیٰ الاسود	45/-
۸	آہ وزاری (تاریخ اسلام کے اہم واقعات)	ازعبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی	100/-
۹	قرآنی معلومات اور تحقیق	ازامام ابی عمرو عثمانی بن سعید الدانی	60/-
۱۰	اسلام کے بنیادی احکام	ازمولانا محمد اشرف علی تھانوی	80/-
۱۱	مرنے کے بعد کیا ہوگا؟	ازمولانا عاشق الٰہی بلندی شہری	45/-
۱۲	خواب (ایک دلچسپ اور پراسرار کائنات)	محمد رمضان فاروقی	30/-
۱۳	اولاد کی تربیت (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	احمد خلیل جمعہ	150/-
۱۴	پیامِ اقبال بنام نوجوانِ ملّت	سیّد قاسم محمود	70/-
۱۵	کائنات اوراس کا انجام (قرآن اور سائنس کی روشنی میں)	پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم	80/-
۱۶	قرآن کے جدید سائنسی انکشافات	پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم	100/-
۱۷	اسلام میں عبادت کا حقیقی مفہوم	ڈاکٹر یوسف القرضاوی	125/-
۱۸	حیات انبیائے کرام بزبان قرآن	نگہت نذیر	150/-
۱۹	تلخیص مقدمہ ابن خلدون	نادم سیتاپوری	125/-
۲۰	امام ابوحنیفہؒ حیات فکراور خدمات	محمد طاہر منصوری، عبدالحی ابڑو	125/-
۲۱	اسلامی معلومات (انسائیکلوپیڈیا)	پروفیسر رفیع اللہ شہاب	60/-
۲۲	مسلمان بچوں کے 4000 حسین وجمیل نام	امتیاز علی	50/-
۲۳	بچے کی تربیت (اسلامی تعلیمات کی روشنی میں)	ڈاکٹر ام کلثوم	60/-
۲۴	انبیائے کرام (مولانا ابوالکلام آزاد کے مقالات)	غلام رسول مہر	120/-
۲۵	خانۂ کعبہ کے معمارِ اوّل حضرت ابراہیم علیہ السلام	علامہ عباس محمد العقاد المصری	100/-
۲۶	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اوران کی علمی خدمات	ڈاکٹر ثریا ڈار	100/-
۲۷	تجدیدِ فکریاتِ اسلام	ڈاکٹر وحید عشرت	100/-
۲۸	آسیبی اثرات سے حفاظت کی چند کارگر دعائیں	مطلوب احمد قاسمی	30/-
۲۹	اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش	پروفیسر سلیم چشتی	50/-

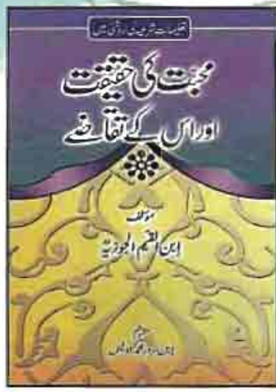




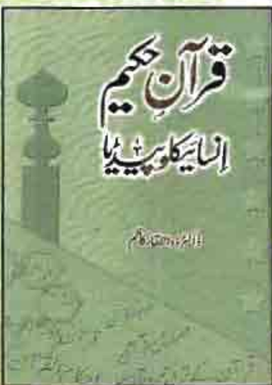


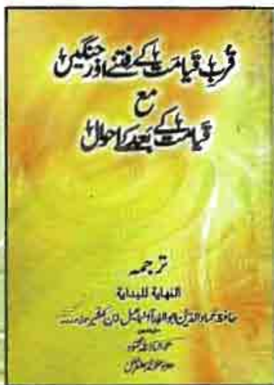












Rs. 130/-

Areeb Publications

1542, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2 (India)
Ph: 23282550 Email: apd@bol.net.in